سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

ایم اے، ایم او ایل، پی ایچ ڈی

ایم اے عربی، اردو، فارسی، اسلامیات

ناشر: مسجد الفرقان، ملیر کینٹ بازار، کراچی

سوانح

حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

مرتبہ

بریگیڈئیر (ر) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن پی ایچ ڈی،

ایم اے امتیازی (عربی، اسلامیات، اردو، فارسی)

سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

نام کتاب : سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

تالیف : بریگیڈئر (ریٹائرڈ) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن

ناشر :: مسجد الفرقان ملیر کینٹ کراچی

www.foyuz.blogspot.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

ان مقدس قرآنی شخصیتوں اور جاں نثارانِ سرورِ کونین (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام جو نبوتِ خاتمہ اور رسالتِ عامہ کے عینی شاہد، عادل اور ثقہ ہیں، نقد و جرح سے بالاتر اور معیارِ حق ہیں۔ جو اپنا مال، اپنی اولاد، جان، زبان اور تلوار سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و نصرت کا حق ادا کر کے رضائے الٰہی کی ڈگری دنیا ہی میں لے چکے ہیں جن کی محبت و عقیدت اور پُر خلوص اتباع پوری امت کے لئے باعثِ نجات ہے۔

اعفة ذکرت فی الوحی عفتهم
لا یطبعون ولا یردیهم الطمع
(سیّدنا حسّان رضی اللہ عنہ)

ترجمہ: وہ بڑے پاکدامن ہیں۔ ان کی عفت قرآن مجید میں بیان فرمائی گئی ہے۔ وہ گناہوں میں آلودہ نہیں ہوتے اور انہیں طمع ہلاکت میں نہیں ڈال سکتی یعنی بڑے عفیف اور کریم ہیں، نہایت بلند کردار کے مالک ہیں۔

سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مقدمہ طبعِ دوم

الحمد للّٰہ الذی اَعَزَّنَابکتابہ العظیم والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم الانبیاء والمرسلین وعلی اٰلہٖ واصحابہٖ واتباعہٖ الذین بلغونا الکتاب المبین وعلی الذین یحفظونہ الی یوم الدین . اما بعد!

اپنے زمانے کے نامور قاری، مجوّد اور اُستاذُ القراء حضرۃ الحاج الحافظ القاری فضل کریم صاحبؒ (۱۹۰۲ء - ۱۹۷۰ء) بانی مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار کوچہ کندیگراں لاہور کی سوانح کا دوسرا ایڈیشن کمپیوٹر کتابت پر قارئینِ کرام کی خدمت میں اپنی سعادت کے طور پر پیش کر رہا ہوں۔ پہلا ایڈیشن حضرۃ الاستاذؒ کے جانشین حضرۃ حافظ قاری حاجی افضال الحق رشید صاحب کی عنایت سے ”مجلس ابنائے قدیم مدرسہ تجوید القرآن“ کوچہ کندیگراں موتی بازار لاہور کے اہتمام سے ۱۹۷۲ء میں شائع ہوا تھا اور تاریخی لحاظ سے یہ کسی پاکستانی قاری کا لکھا جانے والا اور شائع ہونے ولا سب سے پہلا سوانحی تذکرہ تھا جو قیامِ پاکستان کے بعد منظرِ عام پر آیا تھا۔ یہ تذکرہ اسی وقت ہاتھوں ہاتھ نکل گیا اور پھر مجھے بھی گونا گوں سرکاری مصروفیات کی وجہ سے فرصت نہ مل سکی کہ اس کے دوسرے ایڈیشن کی سعی کروں۔ اب اللہ تعالیٰ کی خاص مہربانی سے اس کا دوسرا ایڈیشن آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ اس میں چند نئے مضامین اور چند تلامذہ کے سوانحی تذکروں سے کچھ اضافہ بھی کر دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ وہ اس ایڈیشن کو بھی قبولیت سے نوازیں، اپنی رضا کے حصول کا ذریعہ بنائیں اور اسے ہمارے اور حضرت قاری صاحبؒ کیلئے صدقۂ جاریہ بنائیں اور حفظ و تجوید پڑھنے پڑھانے والوں کے ذوق وشوق کو مزید بڑھانے کا وسیلہ بنائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

طالبِ رحمت
فیوض الرحمٰن

www.foyuz.blogspot.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد لِلّٰہِ الذیؔ انزل علی عبدہ الکتاب ولم یجعل له عوجا[1] والصلوة والسلام علٰی سید الانبیآء والمرسلین المُھدٰی الی الناس والعالمین، مَھْبَطِ الوحی والقرآنِ العظیم، شافع الاوّلین والاٰخرین، مُعلِّمِ الحکمة والکتاب الْمُبِیْن، وعلٰی اٰله واصحابه الذین حفظوا القراٰن وجمعوہ وکتبوہ وبلّغوہ الی التابعین، وعلی القرّاء والرُّواة الذین نقلوالنا القرآن الکریم وعلی جمیع قرّاء اُمته وحفّاظه وعلمائه الذین یتلون کتابَ اللّٰہ حق تلاوته، ویَقْرء ونهٗ الناس کما وصل الیهم من خاتم الانبیاء والمرسلین، وبارَک وسلَّم تسلیما کثیراً کثیراً.

اللّٰھم صل علی محمد بعدد من صَلّٰی علیه وصلِّ علٰی محمد بعدد من لم یُصَلِّ علیه، وصل علی محمد کما امرتَ بالصلوة علیه، وصل علی محمد کما تحب أن یُصلٰی علیه، وَصَلِّ علٰی محمد کما ینبغی أن یُصَلّٰی علیه. اما بعد!

زیرِ نظر کتاب حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کے حالات زندگی اور خدماتِ قرآنیہ سے متعلق، اکابر واحباب کے چند مضامین کا مجموعہ ہے اس کتاب کا دیباچہ لکھنے کے لئے

[1] سورۃ الکہف–۱

برادرِ محترم قاری فیوض الرحمٰن نے مجھ سے تاکیداً فرمائش کی، میں اس لئے متامل رہا کہ نہ حافظ ہوں، نہ عالم نہ قاری، لیکن عزیز مکرم نے پیچھا نہ چھوڑا اور آخر کار اس سعادت میں میرے جیسے نالائق کو بھی شریک کرلیا۔

اس دیباچہ میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ حفّاظ، قرّاء اور علماء کی عزت قرآن مجید ہی کی عظمت کی وجہ سے ہے اور وہ بچہ جو معذور اور کس مپرسی کے عالم میں تھا، اس کی شخصیت قرآن مجید کی بدولت ایسی مشہور ہوئی کہ طلباء اور قراء "بڑے قاری صاحب" کہہ کر پکارنے لگے۔ ہم عظمتِ قرآن لکھنے کے بعد، قاری صاحب کی شخصیت کے بارے میں بھی کچھ وضاحت کریں گے اور یہ بھی ثابت کریں گے کہ آپ کو قرآن مجید نے ہی بڑا بنایا۔

عظمتِ قرآن

دراصل یہ قرآن مجید، اللہ تعالیٰ کا عزت والا کلام ہے۔ حق تعالیٰ نے جبریل امین کے ذریعے اسے رسول امین صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمایا۔ اس کے مخاطبین اولین عرب تھے۔ نزولِ قرآن سے پہلے ان لوگوں میں تقریباً تمام جرائم موجود تھے۔ شراب پیتے، ڈاکے ڈالتے، جوا کھیلتے اور آپس میں ایک دوسرے کو معمولی معمولی باتوں پر قتل کرتے، بچیوں کو زندہ درگور کردیتے اور بتوں کی پرستش کرتے تھے۔

یہ لوگ علم وحکمت سے عاری تھے۔ تہذیب وتمدن سے ناآشنا تھے۔ جہانگیری اور جہانبانی کے طریقوں سے بالکل بے خبر تھے، بلکہ وہ ایسے تھے، جنہیں اس وقت کی متمدن حکومتیں اپنی رعایا بنانا بھی پسند نہ کرتی تھیں۔

اللہ تعالیٰ نے ان ہی لوگوں میں، اپنے آخری پیغمبر جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث فرمایا اور آپ پر اپنا عزیز کلام اتارا جو لوگ اس کلام پر ایمان لائے وہ اعلیٰ درجہ کے شائستہ، مہذب اور متمدن بن گئے، جن کے ہاتھوں عزت وآبرو برباد ہوتی تھی، وہ عزتوں اور آبروؤں کے محافظ بن گئے۔ رہزن، رہبر بنے، جو اَن پڑھ تھے انہوں نے علوم کے دفاتر

www.foyuz.blogspot.com

تیار کردیئے اور اسی کتاب کی بدولت صحرا نوردوں کے دماغ منور اور روشن ہوئے۔

رہزناں ازحفظِ او رہبر شدند
از کتابے صاحبِ دفتر شدند
دشت پیمایاں زتابِ یک چراغ
صد تجلی ازعلوم اندر دماغ

ان کا تزکیہ ہوا۔ انہوں نے دائمی امن وسلامتی کا قرآنی پیغام دوسری قوموں تک پہنچایا جس نے تسلیم کیا معزز ہوا اور جس نے مقابلہ کیا ذلیل ہوا۔

رومی شہنشاہوں اور کیانی فرمانرواؤں کی باطل طاقتوں نے اس پیغامِ الٰہی کو روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا مگر ناکام رہیں۔ ان حاملین قرآن نے باطل قوتوں کو پاش پاش کردیا۔ دشت ان کے تابع ہوئے۔ دریاؤں نے ان کے لئے راستے صاف کردیئے۔

؎ دشت تو دشت دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے

قادسیہ کے میدان میں ایرانی عظمت ختم ہوئی۔ وہ محلات، باغات، چشمے، کھیت اور صحت افزا مقامات جن میں خدا کے باغی رنگ رلیاں منایا کرتے تھے چھوڑ کر بھاگ گئے اور متبعین قرآن ان کے وارث بنے۔

كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ o وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ o وَنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ o كَذٰلِكَ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ o فَمَا بَكَتْ عَلَيْهِمُ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ وَمَا كَانُوْا مُنْظَرِيْنَ o (سورہ دخان:۲۵-۲۸)

ایرانیوں کی شکستِ فاش پر، ایرانی محلات میں داخل ہوتے ہوئے، فاتح ایران سیدنا حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے اور زبان پر بے ساختہ یہی

مذکورہ بالا آیات جاری ہوگئیں۔

اسی طرح یرموک کے کنارے رومی سطوت وجبروت بھی تباہ و برباد ہوگئی اور بالآخر مسلمان قیصر وکسریٰ کے تخت کے مالک بن گئے۔ جس طرف بھی مسلمانوں نے رُخ کیا، کامیاب ہوئے اور دنیا کی کوئی بھی طاقت اسلام کے سیلاب کو نہ روک سکی ؎

مغرب کی وادیوں میں گونجی اذاں ہماری
تھمتا نہ تھا کسی سے سیلِ رواں ہمارا

یہ تمام فتوحات قرآن مجید کی بدولت تھیں۔ جب تک مسلمان اجتماعی طور پر، قرآن کو مضبوطی سے پکڑے رہے کامیابیاں ان کے قدم چومتی رہیں۔ بڑی غالب ہے یہ کتاب اور نہایت عزت والی ہے۔ سچ فرمایا اللہ تعالیٰ نے وَاِنَّهٗ لَكِتٰبٌ عَزِيْزٌ o

قرآن کتابِ عزیز ہے

بلاشک وشبہ قرآن عزت والا ہے۔ علماء نے عزیز کے دو معنی لکھے ہیں زبردست اور عزت والا۔ یہ قرآن زبردست بھی ہے اور عزت والا بھی ہے۔ اس کے غلبہ، زور اور طاقت کا یہ عالم ہے کہ عرب کے فصحاء وبلغاء بلکہ تمام مخلوق کو، مقابلہ کے لئے چیلنج دے رہا ہے۔ قرآن کا مثل لاؤ۔ دس سورتیں ہی بنالو۔ اس جیسی ایک سورہ ہی لے آؤ۔ لیکن ایسا کبھی نہ ہوسکے گا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا o (سورہ بنی اسرائیل:۸۸)

ایک اور مقام پر دس سورتیں پیش کرنے کی تحدی کی

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ o (سورہ ھود:۱۳)

ایک جگہ صرف ایک سورت کے مقابلہ کے لئے بلایا۔

فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ

www.foyuz.blogspot.com

صٰدِقِیۡنَ ۝ (سورہ بقرہ:۲۳)

کتاب کی قوت کا اندازہ لگایئے کہ عربوں کو (جو اپنے سوا پوری دنیا کے انسانوں کو گونگا سمجھتے تھے) مقابلہ کی دعوت دی جارہی ہے کہ تمام انسانوں جنوں اور اپنے معبودانِ باطلہ کو جمع کرکے لائیں اور ساتھ ہی قیامت تک منکرین کی شکستِ فاش کی پیش گوئی بھی فرمادی ہے۔

تاریخ گواہ ہے کہ عربوں نے اپنے مال قرآن کے مقابلہ میں خرچ کیے، اپنے بیٹے میدانِ جنگ میں کٹوائے اور خود بھی مسلمانوں کی تلواروں کے سامنے آکھڑے ہوئے، مگر اتنا نہ کرسکے کہ تردید میں اِنَّـآ اَعۡطَيۡنٰكَ الۡكَوۡثَرَ ۝ کی مانند ایک سورۃ ہی بنالاتے۔

ان کے بعد ہر دور میں عربی زبان کے ماہر اور فاضل غیر مسلم پیدا ہوتے رہے۔ بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے۔ اشعار کے دیوان مرتب کیے۔ بڑے کامل ادیب اور ماہرینِ لغت آئے، جنہوں نے عربی لغت پر بڑی بڑی ضخیم کتابیں لکھیں لیکن قرآن کا مقابلہ نہ کرسکے۔

اس ایٹمی اور سائنسی دور میں بھی جب کہ سائنس دان خشکیوں، دریاؤں، فضاؤں اور خلاؤں کو فتح کرکے چاند کی دنیا میں قدم رکھ چکے ہیں۔ قرآن کی ایک چھوٹی سی چھوٹی سورت لانے سے اب بھی عاجز ہیں۔ دنیا کی کسی کتاب نے، آج تک ایسا چیلنج نہیں دیا جیسا قرآن نے دیا ہے۔ پس یہ بڑی زبردست اور غالب کتاب ہے۔

عزیز کے دوسرے معنی "عزت والا" ہیں۔ قرآن مجید سے دنیا اور آخرت کی عزت ملتی ہے جو بھی شخص ایمان و یقین کے ساتھ قرآن کے قریب آئے گا، عزیز ہو جائے گا۔ اگر مسلمان کا، اس کتابِ عزیز پر مجموعی طور پر عمل ہوگا تو خلافتِ ارضی بھی نصیب ہوگی جیسا کہ ہم پہلے صحابہؓ کرام کے بارے میں لکھ چکے ہیں، اور اخروی سعادتیں بھی حاصل ہوں گی اگر انفرادی عمل ہو تو پھر بھی فائدہ سے خالی نہیں۔ ہمارا مشاہدہ ہے کہ معمولی آدمی جب قرآن مجید کے معانی سمجھنے لگتا ہے تو لوگ اسے مولوی صاحب اور مولانا صاحب کہتے ہیں اور جو شخص قرآن کو یاد کرلیتا ہے تو لوگوں میں حافظ جی مشہور ہو جاتا ہے اور جو قراءت و تجوید سے پڑھ لیتا ہے تو قاری صاحب بن جاتا ہے۔ یہ ساری عزتیں قرآن کی وجہ سے ہیں۔ اگر قرآن مجید کا واسطہ

درمیان سے ہٹا دیا جائے تو نہ کوئی مولوی ہے، نہ حافظ جی، نہ قاری صاحب۔ واقعی بلاشک و شبہ یہ عزت والی کتاب ہے۔

شاعرِ مشرق علامہ اقبالؒ قرآن مجید کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بر خور قرآن اگر خواہی ثبات — در ضمیرش دیدہ ام آبِ حیات
مے دہد مارا پیام لاتخف — مے رساند بر مقام لاتخف
نقش قرآن تا دریں عالم نشت — نقش ہائے کاہن و پاپا شکست
فاش گویم آنچہ در دل مضمر است — ایں کتابے نیست چیزے دیگر است
چوں بجاں در رفت، جاں دیگر شود — جاں چو دیگر شد جہاں دیگر شود

کس قدر زور اور تاکید سے علاّمہ فرماتے ہیں:

توہمی دانی کہ آئینِ تو چیست؟ — زیرِ گردوں سرّ تمکینِ تو چیست
آں کتابِ زندہ قرآنِ حکیم — حکمت اولایزال است و قدیم
مثلِ حق پنہاں وہم پیدا است ایں — زندہ و پائندہ و گویا است ایں
نوعِ انساں راپیامِ آخریں — حاملِ او رحمۃ للعالمینؐ
رہزناں از حفظِ او رہبر شدند — از کتابے صاحبِ دفتر شدند

دشت پیمایاں زتابِ یک چراغ
صد تجلی از علوم اندر دماغ

ہم مسلمان جو اس وقت مصائب و آفات کا ہدف بنے ہوئے ہیں اور حقیقی کامیابی کے دروازے ہمارے لئے بند ہو چکے ہیں اور ہم اس قدر کمزور ہو چکے ہیں کہ بعض قومیں ہمیں لقمۂ تر خیال کرتے ہوئے نگلنے کی کوشش میں لگی ہوئی ہیں تو علامہ کہتے ہیں کہ ہماری اس ذلت اور خواری کی وجہ ترکِ قرآن ہے ؎

خوار از مہجوریٔ قرآں شدی — شکوہ سنجِ گردشِ دوراں شدی
اے چو شبنم بر زمیں افتندۂ — در بغل داری کتابِ زندۂ

www.foyuz.blogspot.com

تا کجادر خاک مے گیری وطن   رخت بردار و سرگردوں فگن

اسی کتاب مجید پر عمل کر کے صحابہ معزز اور کامیاب ہوئے اور اس کو چھوڑ کر بعد میں آنے والے ذلیل اور ناکام ہوئے۔

ان اللّٰہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہٖ اخرین

علاّمہ فرماتے ہیں کہ:

اس کتاب پر عمل کر کے تم اپنی کمزوریاں دور کر سکتے ہو اور اپنے تمام مقاصد میں کامیاب ہو سکتے ہو۔

نسخۂ اسرارِ تکوینِ حیات   بے ثبات از قوتش گیرد حیات
از تلاوت بر تو حق دار د کتاب   تواز و کامی کہ می خواہی بیاب

علاّمہ کا ایمان ہے کہ بغیر قرآں کے مسلمان کی کوئی زندگی نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ اگر تم مسلمان ہو کر زندہ رہنا چاہتے ہو تو قرآن کے بغیر چارۂ کار نہیں۔

؎ گر تو می خواہی مسلماں زیستن
نیست ممکن جز بقرآں زیستن

پس ہماری بادشاہت، عزت، حفاظت، بقاء، دوام وثبات اور زندگی کا دار و مدار اسی کتابِ عزیز پر ہے۔

علامہ شاطبی علیہ الرحمۃ نے کتاب کے مقدمہ ہی میں چند نہایت مؤثر اشعار فضائلِ قرآن پر لکھے ہیں۔ ترغیبِ قرآن پر بہت عمدہ شعر ہیں۔ ہم انہیں اپنی سعادت اور قارئین کرام کے فائدے کے لئے یہاں نقل کرتے ہیں۔

حمد وصلوٰۃ کے بعد علامہ شاطبی فرماتے ہیں۔

۱۔ **وَبَعْدُ فَحَبْلُ اللّٰہِ فِیْنَا کِتَابُہٗ   فَجَاھِدْ بِہٖ حِبْلَ الْعِدَا مُتَحَبِّلاَ**

ہمارے لئے خدا کی رسی اس کی کتاب ہے۔ لہذا اے قاریٔ قرآں!

اس کتاب کے دلائل و براہین کے ساتھ دشمنوں کے مکر وفریب کی تار و پود بکھیر دے۔ قرآنی دلائل و آیات کے ذریعہ ایسا جال تیار کر کہ جس سے تو شکار کر کے دشمنوں کو حق کی طرف لے آئے۔

۲۔ **وَاَخْلِقْ بِہٖ اِذْ لَیْسَ یُخْلُقُ جِدَّۃً   جَدِیْدًا مُوَالِیْہِ عَلَی الْجِدِّ مُقْبِلاَ**

یعنی قرآن میں جدو جہد کرنا کس قدر لائقِ تحسین ہے کیونکہ اس کی جدت کبھی بھی بوسیدہ نہیں ہوتی۔ قرآن سے لگاؤ رکھنے والے حق کے پیکر بن کر اس کی طرف متوجہ رہتے ہیں۔

۳۔ **وَقَارِئُہٗ الْمَرْضِیُّ قَرَّ مِثَالُہٗ   کَالْاُتْرُجِّ حَالَیْہِ مُرِیْحًا وَمُوْکِلاَ**

یعنی قرآن کا پڑھنے والا مستحسن زندگی کا مالک ہے۔ اس کی قراءت کے عمل کی وجہ سے حدیث میں اس کو ترنج سے مشابہ کیا گیا ہے جس میں دوہری خوبیاں ہوتی ہیں۔ خوشبودار اور کھانے میں لذیذ۔

۴۔ **ھُوَ الْمُرْتَضٰی اَمًّا اِذَا کَانَ اُمَّۃً   وَیَمَّمَہٗ ظِلُّ الرَّزَانَۃِ قَنْقَلاَ**

یعنی قاریٔ قرآن جبکہ لوگوں کے لئے پیشوا ثابت ہو تو اپنے مقاصد کے لحاظ سے وہ پسندیدۂ الٰہی ہوتا ہے۔ سکینت و وقار، تاج کسرے بن کر اس کا ارادہ کرتی ہے کیوں کہ فضائلِ خیر اس میں بکثرت موجود ہوتے ہیں۔

۵۔ **ھُوَ الْحُرُّ اِنْ کَانَ الْحَرِیُّ حَوَارِیًا   لَہٗ بِتَحَرِّیْہِ اِلٰی اَنْ تَنَبَّلاَ**

یعنی قاری آزاد ہوتا ہے۔ دنیا کی خواہش اس کو غلام نہیں بنا سکتی بشرطیکہ وہ اس کا اہل بھی ہو اور حالت یہ ہے کہ وہ قرآن کا حواری (مددگار) اور اس کی خدمت کرنے میں مرتے دم تک شایانِ شان جدو جہد سے کام لے۔

۶۔ **وَاِنَّ کِتَابَ اللّٰہِ اَوْثَقُ شَافِعٍ   وَاَغْنَی غَنَاءٍ وَاھِبًا مُّتَفَضِّلاَ**

www.foyuz.blogspot.com

یعنی اللہ کی کتاب اپنے حامل کے لئے بہترین و قابلِ اعتماد سفارش کرنے والی ہے۔ یعنی اس کتابِ پاک کی حالت یہ ہے کہ بقدر کفایت بلکہ مزید فضل کا سامان ثابت ہوتی ہے۔

۷. وَخَیْرُ جَلِیْسٍ لَا یُمَلُّ حَدِیْثُهٗ وَتَرْدَادُهٗ یَزْدَادُ فِیْهِ تَجَمُّلَا

یعنی کتاب اللہ بہترین ساتھی اور بہترین انیس ہے۔ اس کی ہم نشینی سے کبھی آدمی تنگ دل نہیں ہو جاتا، نہ اس کے مکالموں سے طبیعت اکتاتی ہے اور اس کا بار بار ورد، اس کے جمال وحسن کے اضافہ کا باعث ہوتا ہے۔

۸. وَحَیْثُ الْفَتٰی یَرْتَاعُ فِیْ ظُلُمَاتِهٖ مِنَ الْقَبْرِ یَلْقَاهُ سَنًا مُتَهَلِّلَا

یعنی اگر قاری، قبر میں، اپنی ظلمتوں اور گناہوں سے گھبرا رہا ہو تو یہ قرآن مجید اس کے لئے روشنی کا سامان بن کر خوش ہوتا ہوا ملے گا۔

۹. هُنَالِکَ یَهْنِیْهِ مَقِیْلًا وَرَوْضَةً وَمِنْ اَجْلِهٖ فِیْ ذِرْوَةِ الْعِزِّ یُجْتَلَا

یعنی اس وقت قرآن پاک قاری کو مبارک باد دے گا اور اس کی قبر کے آرامگاہ ہو جانے اور پرعیش باغ میں تبدیل ہو جانے پر مسرت کا پیغام ثابت ہوگا اور قرآن کی تلاوت کی وجہ سے، قیامت کے دن قاری عزت کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا۔

۱۰. یُنَاشِدُ فِیْ اِرْضَائِهٖ لِحَبِیْبِهٖ وَاَجْدِرْ بِهٖ سُؤْلًا اِلَیْهِ مُوَصِّلَا

یعنی قرآن مجید، اپنے دوست (قاری) کو راضی رکھنے میں اپنی پوری قوت صرف کرے گا (اس وقت) قاری کو منزلِ مقصود پر پہنچانے میں یہ قرآن کس قدر قابلِ قدر ثابت ہوگا۔

۱۱. فَیَا اَیُّهَا الْقَارِیْ بِهٖ مُتَمَسِّکًا مُجِلًّا لَهٗ فِیْ کُلِّ حَالٍ مُبَجِّلَا

اے قرآن کے پڑھنے والے! ان حالات میں کہ تو اس قرآن کو مضبوط تھامے، ہر حال میں اس کی عزت کرنے اور عظمت پیشِ نظر رکھنے والا ہے۔

۱۲. هَنِیْئًا مَّرِیْئًا وَالِدَاکَ عَلَیْهِمَا مَلَابِسُ اَنْوَارٍ مِّنَ التَّاجِ وَالْحُلَا

یعنی قرآن تیرے والدین کے لئے مبارک اور خوش عیشی کا پیام ثابت ہو کہ ان کو تاج اور زیورات سے آراستہ نورانی لباس پہنائے جائیں گے۔

۱۳. فَمَا ظَنُّکُمْ بِالنَّجْلِ عِنْدَ جَزَائِهٖ اُولٰٓئِکَ اَهْلُ اللّٰهِ وَالصَّفْوَةُ الْمَلَا

یعنی ایسی صورت میں تمہارا کیا خیال ہے خود اس برخوردار کے متعلق جبکہ وہ جزا و انعام پا رہا ہوگا۔ یقیناً یہی لوگ اہل اللہ اور باعزت مقربینِ بارگاہِ الٰہی ہوں گے۔

۱۴. اُولُو الْبِرِّ وَالْاِحْسَانِ وَالتُّقٰی حُلَاهُمْ بِهَا جَاءَ الْقُرْاٰنُ مُفَصَّلَا

یعنی حاملینِ قرآن نیکی اور اخلاص کے پیکر ہوتے ہیں۔ صبر اور تقویٰ ان کے اوصاف ہوتے ہیں۔ قرآن نے مفصل طور پر یہ اوصاف پیش کیے ہیں۔

۱۵. عَلَیْکَ بِهَا مَا عِشْتَ فِیْهَا مُنَافِسًا وَبِعْ نَفْسَکَ الدُّنْیَا بِاَنْفَاسِهَا الْعُلَا

یعنی جب تک تو زندہ ہے حاملینِ قرآن کے ان اوصاف کی طرف سبقت کرنے کی کوشش کر اور اپنے نفسِ حقیر کو ان ارواحِ عالیہ کے عوض تبدیل کر۔ [1]

پس قرآن مجید کتابِ محفوظ اور کتابِ عزیز ہے۔

حق تعالیٰ حفاظ و قراء اور علماء کو دنیا میں پاکیزہ اور باعزت زندگی نصیب فرماتے ہیں اور آخرت میں اجرِ عظیم سے نوازیں گے۔ بڑے بڑے جبار و قہار اور فاتح بادشاہ دنیا میں آئے اور چل دیے۔ اب وہ زمین کے پیٹ میں ہیں اور کوئی بھی ان کا پُرسانِ حال نہیں، کہیں ان کا ذکرِ خیر نہیں اور کہیں صدقۂ جاریہ نہیں اور ایسے خدام قرآن بھی ہیں جن کے صدقات شب و روز

[1] یہ ترجمہ حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی کی شرح شاطبیہ سے نقل کیا گیا ہے۔ جزاہم اللہ خیرالجزاء

www.foyuz.blogspot.com

جاری ہیں، ایسے بھی ہیں جن کے دہن دنیا ہی میں خوشبو سے مہکتے رہے ہیں ۱
اور جن کی قبریں بھی بقعۂ نور بنی ہوئی ہیں۔ ۲

دنیا میں کسی بھی چیز کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے ذمہ نہیں لیا سوائے قرآنِ عزیز کے۔ انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحفظون o دنیا میں کفر و شرک الحاد و زندقہ کے خواہ کتنے ہی سیلاب، آندھیاں اور طوفان کیوں نہ آجائیں۔ اس نور کو ہرگز کبھی بھی بجھا نہ سکیں گے ؎

تا خدا اَنْ یُّطْفِئُوْا فرمودہ است
از فسردن ایں چراغ آسودہ است

یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ o
پس جو انسان اس قرآن عزیز سے تعلق قائم کرلیں گے وہ یقیناً معزز ہوں گے اور چونکہ قرآن مجید محفوظ ہے لہٰذا ان کی بھی اسی کتاب کی وجہ سے دنیا اور آخرت میں خصوصی حفاظت ہوگی۔

الغرض قرآن مجید وہ کتاب عزیز ہے جو دنیا کو سنوارتی اور عذابِ قبر سے محفوظ رکھتی ہے۔ یہ کتاب عالم حشر کے مصائب سے بچانے والی، پل صراط کی تاریکی، تیزی اور تنگی کو ختم کرنے والی، عذاب جہنم کو ہٹانے والی، جنت میں پہنچانے والی، نعم جنت سے سرفراز کرنے والی اور دیدارِ حق تعالیٰ سے مشرف کرنے والی ہے۔

گزشتہ چند صفحات میں ہم نے عظمت قرآن بیان کی ہے۔ اب ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ کو بڑائی کن خدمات کے صلے میں نصیب ہوئی؟

---

۱ حضرت نافع مدنیؒ جب قرآن پڑھانے بیٹھتے تو منہ سے خوشبو آتی تھی۔ آپ سے پوچھا گیا کیا آپ جب بھی پڑھانے بیٹھتے ہیں تو خوشبو استعمال کرتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا۔ میں نے خوشبو کو ہاتھ تک نہیں لگایا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ جناب رسول ﷺ میرے منہ میں تلاوت فرما رہے ہیں۔ اس وقت سے یہ خوشبو آرہی ہے۔
امام شاطبیؒ ان ہی کے بارے میں فرماتے ہیں:
واما الکریم السر فی الطیب نافع   فذاک الذی اختار المدینۃ منزلا
۲ علماء فرماتے ہیں کہ امام بخاریؒ کے مزار مبارک کی مٹی سے خوشبو آتی تھی (بقیہ اگلے صفحہ پر)

فضل کریمؒ کیسے بڑی شخصیت بن گئے؟

قاری صاحب کو بڑائی قرآن ہی کی بدولت نصیب ہوئی۔ خدماتِ قرآنیہ سے پہلے آپ کس مپرسی کی حالت میں تھے۔ بچپن ہی میں والدہ ماجدہ کا انتقال ہو چکا تھا۔ ماں سوتیلی تھیں۔ چیچک کی بیماری سے تڑپتے تھے اور اسی مرض میں آنکھوں سے معذور ہو گئے تھے۔

آپ کو بھائیوں کی طرف سے بھی کوئی امداد نہ مل سکی، بلکہ بھائیوں نے پوری جائیداد پر قبضہ کر کے آپ کو بالکل محروم کر دیا۔ جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو قرآن مجید کی دولت سے نوازا تو گھر والوں سے کہا کرتے تھے کہ "بھائی عبدالعزیز نے اگر کچھ نہیں دیا تو کوئی بات نہیں، عزیز نے تو سب کچھ دے دیا ہے"۔ یہ قرآنی خدمات کا صلہ تھا کہ عزیز نے بہت کچھ نصیب فرمایا۔

حضرت مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی لکھتے ہیں:

"وہ قرآن کے خادم تھے۔ قوم کے بچوں کو حافظ قاری بنانے کیلئے دل میں بے انتہا تڑپ رکھتے تھے۔ حفظِ قرآن کی دولت سے انہوں نے سینکڑوں بچوں کے سینوں کو منور کر دیا۔"

جناب پروفیسر احمد خالد عمر صاحب آپ کے متعلق لکھتے ہیں:

"لیکن حافظ جی کی سب سے بڑی خوبی جس نے مجھے متاثر کیا وہ ان کا طرزِ ترتیلِ قرآن تھا۔ ثواب بیان کرنے والی آیتوں کے موقع پر انبساط ظاہر ہوتا تھا اور عذاب بیان کرنے والی آیتیں زور اور تاکید کے ساتھ ادا ہوتی تھیں۔"

اور لوگ مٹی اٹھا کر لے جاتے تھے۔ ہم نے اپنے زمانے میں دیکھا کہ استاذ المکرم شیخ التفسیر مولنا احمد علی صاحب لاہوریؒ کی قبر سے خوشبو آتی تھی۔ بے شمار عوام اور متعدد علماء اس پر گواہ ہیں۔ ہم نے خود اسی معطر مٹی کو اٹھایا ہے اور عجیب وغریب قسم کی خوشبو محسوس کی ہے۔ یہ خوشبو دراصل کتاب عزیز کی تھی جس کا درس آپ برس ہا برس سے جامع مسجد شیرانوالہ میں دیتے رہے۔ حق تعالیٰ اپنے تمام اولیاء پر کروڑ ہا رحمتیں نازل فرمائے اور ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

www.foyuz.blogspot.com

راقم الحروف رات کے وقت ایک دفعہ باہر نکلا۔ یہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ لاہور شہر قرآنی آیات کی تلاوت سے گونج رہا تھا۔ میں نے مکّی مسجد انارکلی کا رخ کیا۔ جوں جوں قریب ہوتا گیا۔ لطف زیادہ محسوس ہونے لگا۔ قاری صاحب پڑھ رہے تھے۔ ان کی قرائت میں زبردست روانی اور مدّ وجزر تھا۔ قاری صاحب پڑھتے پڑھتے جب کَمۡ تَرَکُوۡا مِنۡ جَنّٰتٍ وَّعُیُوۡنٍ ۝ وَزُرُوۡعٍ وَّمَقَامٍ کَرِیۡمٍ ۝ وَنَعۡمَةٍ کَانُوۡا فِیۡهَا فٰکِهِیۡنَ ۝ پر پہنچے تو آواز اس انداز سے بلند کی کہ میں مسحور ہوگیا اور یوں سمجھنے لگا کہ یہ آیات ابھی نازل ہو رہی ہیں۔

قاری عبدالمجید صاحب تحریر فرماتے ہیں:

" وکان جمیل الصوت، یسحر الانسان من صوتہٖ کلما یرتل القراٰن."

یعنی آپ جمیل الصوت تھے۔ جب آپ ترتیل سے پڑھتے تو سامعین مسحور ہو جاتے۔

قاری فیوض الرحمٰن لکھتے ہیں:

" قاری صاحب بہت عمدہ قرآن پڑھتے تھے۔ تلاوت میں مدوجزر کی کیفیت ہوتی۔ سننے والے خیال کرتے کہ کوئی جوان پڑھ رہا ہے۔ اس عمر میں اور پھر آواز میں یہ بلندی اور کشش، ماشاءاللہ!

ع۔ یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے"

جناب حافظ محمد صاحب فرماتے ہیں کہ:

"ایک دفعہ شبینہ میں قاری صاحب میرا انتیسواں پارہ سن رہے تھے۔ جب میں نے یہ آیات پڑھیں واما من اُوتی کتابہٗ بشمالہٖ فیقولُ یٰلیتنی لم اوت کتابیه ۝ ولم ادرِ ما حسابیه ۝ تو قاری صاحب پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ غش کھا کر گر پڑے۔"

ان اقتباسات سے قارئین کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ حضرت قاری صاحب کو، قرآن مجید سے کس قدر تعلق تھا، اور آپ میں خدمتِ قرآن کا کس قدر جذبہ موجود تھا

بس انہی خدماتِ قرآنیہ نے آپ کو بڑے قاری صاحب بنا دیا تھا۔ آپ حفاظ وقراء پر جب خصوصی انعاماتِ الٰہیہ دیکھتے تو یہی فرماتے۔ یہ قرآن کریم کا صدقہ ہے۔

جناب قاری فیوض الرحمٰن صاحب تحریر فرماتے ہیں:

" قاری صاحب کی علالت کے دوران دو تین مرتبہ حاضری کا موقع ملا۔ بڑی شفقت فرمائی۔ گھریلو حالات اور تعلیمی کوائف پوچھے، خوشی کا اظہار فرمایا۔ دعائیں دیں۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ سب کچھ آپ کے جوتوں کا صدقہ ہے فرمانے لگے۔ 'نہیں'۔ بلکہ قرآن کریم کا صدقہ ہے۔"

واقعی ربِّ عزیز نے قرآنِ عزیز کے صدقے، آپ کو بہت کچھ نصیب فرمایا تھا اور اس کا آپ اقرار بھی فرماتے تھے اور طلباء کے ذہن میں بھی یہی بات بٹھاتے تھے۔

حافظ شیرازی علیہ الرحمۃ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتے ہیں ؎

صبح خیزی وسلامت طلبی چوں حافظ

ہر چہ کردم ہمہ از دولتِ قرآں کردم

یعنی صبح کے وقت اٹھنا اور سلامتی طلب کرنا غرض جو نعمتیں نصیب ہوئیں اور جو روحانی مدارج حاصل ہوئے، سب قرآن عزیز کی بدولت ہوئے ہیں۔

حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب فرماتے ہیں:

"جب آپ کا جنازہ زیارت کے لئے مکان سے باہر رکھا گیا تو دیکھنے والوں کا تاثر عجیب تھا۔ چناں چہ میں نے بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا کہ خدمت قبول ہوگئی اور دیکھنے والوں کی شہادت کے بموجب یوں محسوس ہو رہا تھا گویا آپ مسکرا رہے ہیں اور چہرے پر اطمینان وکامیابی کے آثار نمایاں ہیں۔"

www.foyuz.blogspot.com

اللہ والوں کی یہی کیفیت ہوتی ہے کہ خوشی سے دنیا کے قید خانہ کو چھوڑتے ہیں۔
اس سے بڑھ کر اور کیا سعادت ہوسکتی ہے کہ رب عزیز سے بندے کو وصال نصیب ہو!

حافظ شیرازی فرماتے ہیں:

؎ خرم آں روز کزیں منزلِ ویراں بروم — راحت جاں طلبم وز پئے جاناں بروم
نذر کردم کہ گرایں غم بسر آید روزے — تا درِ میکدہ شاداں وغزل خواں بروم

واقعی اللہ والے مسکراتے ہوئے بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتے ہیں۔

مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی فرماتے ہیں:

"وفات کے بعد مرحوم کے چہرہ پر کیسی شگفتگی تھی! تبسم کی دلآویز تصویر بنے ہوئے تھے۔ یہ شگفتگی میں نے عمر میں دو بزرگوں کے چہروں پر دیکھی، ایک حکیم الامت حضرت تھانویؒ (جو حضرت قاری صاحب کے بھی پیر تھے) کے چہرے پر اور ایک حضرت قاری صاحب پر، بقول اقبالؒ:

؎ نشانِ مردِ مؤمن باتو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست"

علماء کا ارشاد ہے کہ:

"اے انسان! جب تم دنیا میں آئے تھے تو رو رہے تھے اور دوسرے لوگ تمہاری آمد پر خوشیاں منا رہے تھے۔ تمہارا کمال یہ ہے کہ جب تم دنیا سے رخصت ہونے لگو تو اس حالت میں جاؤ، کہ دوسرے لوگ رو رہے ہوں اور تم مسکرا رہے ہو۔"

اسی ارشاد کو ایک عربی شاعر نے بڑے پیارے انداز میں نظم کیا ہے:

وَلَدَتْکَ اُمُّکَ یَا ابْنَ اٰدَمَ بَاکِیًا
وَالنَّاسُ حَوْلَکَ یَضْحَکُوْنَ سُرُوْرًا

فَاعْمَلْ لِنَفْسِکَ اَنْ تَکُوْنَ اِذَا بَکَوْا
فِیْ یَوْمِ مَوْتِکَ ضَاحِکًا مَّسْرُوْرًا

مولانا قاری محمد شریف صاحب آخر میں اسی منظر کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"نہ معلوم اس وقت کتنوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہوگا کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا۔ الغرض قرآن کا یہ سچا خادم اس دنیا سے کامیاب وکامران گیا اور فضل کریم پر، کریم کا فضل ہوگیا۔"

یہ ہیں قاری صاحب کے لمحاتِ زندگی جو قرآنی خدمات کے لئے وقف ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عظمت وعزت سے اور دنیا سے جاتے وقت محمود موت سے نوازا۔ خوش قسمت ہیں وہ افراد جو قرآن پڑھتے ہیں، اس پر عمل کرتے ہیں، پھر اسے امتِ مسلمہ کے دوسرے افراد تک پہنچا کر خود محفوظ، عزیز اور لازوال بن جاتے ہیں ؎

؎ ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

حفاظ، قراء اور علماء کا وہ پاکیزہ گروہ ہے جو اس کائنات میں مقدس ترین امانت کا امین اور افضل ترین وراثت کا حامل ہے۔ یہ جماعت اس امت میں پسندیدہ اور برگزیدہ ہے۔ حق تعالیٰ خود فرماتے ہیں:

ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا

یہی لوگ کامل تقویٰ اور خشیت الٰہی کی صفت سے متصف ہیں اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰہَ مِنْ عِبَادِہِ الْعُلَمٰٓؤُا، اور یہ وہ صفت ہے جس پر انسانی فضیلت کا دارومدار ہے۔

قیامت کے دن جب دوسرے لوگ اپنے بینک بیلنس، کارخانے، جاگیریں اور جائیدادیں پیش کریں گے، یہ حضرات اپنا سرمایہ کتابِ الٰہی، بارگاہِ الٰہی میں پیش کردیں گے۔ یہ حضرات اس دن بہت بڑے سرمایہ دار اور دولت مند ہوں گے۔ آیاتِ الٰہیہ پڑھتے جائیں گے اور درجاتِ عُلیا پر چڑھتے جائیں گے۔ **اللھم اجعلنا منھم بفضلک ومنک**

www.foyuz.blogspot.com

برادرانِ اسلام ! خدا کی قسم! دنیا کے عہدے اور مناصب ،عزتیں اور رفعتیں سب فانی اور عارضی ہیں لیکن پھر بھی آپ چاہتے ہیں کہ آپ کی اولاد دنیا کی تعلیم سے آراستہ ہوکر نام پیدا کرے اور آپ کے لئے باعثِ عزت و افتخار بنے۔ہمیں امید ہے کہ آپ یہ بھی ضرور چاہیں گے کہ آپ کی اولاد اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو،اور آپ کو ایسے روشن تاج پہنائے جائیں جن کی روشنی کے سامنے چاند اور سورج کی روشنی بھی کوئی حقیقت نہ رکھتی ہو----اگر ایسا ہے تو اپنی اولاد کے سینوں کو قرآن مجید سے معمور کر دیجئے۔آپ کے تمام مقاصد پورے اور تمام مسائل حل ہو جائیں گے۔دنیا کی عزتیں بھی ملیں گی اور آخرت کی بھی۔

؎ از تلاوت بر توحق دارد کتاب   تو از و کامی کہ می خواہی بیاب

ہماری دعا ہے حق تعالیٰ ہمیں قرآن مجید پڑھنے، یاد کرنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق بخشیں۔حضرت قاری صاحبؒ کی خدمات کو قبول فرمائیں۔ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنائیں اور انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائیں۔

آمین یارب العالمین۔

محمد عارف، مسجد ہوسٹل کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور

۲۱ اگست ۱۹۷۱ء

کچھ اس کتاب کے بارے میں

یہ کتاب حضرت مولانا حافظ قاری فضل کریم صاحبؒ کے مختصر حالاتِ زندگی پر مشتمل ہے۔ اس کے لکھنے سے غرض یہ ہے کہ حضرت قاری صاحب کا تذکرہ آپ کے احباب، علماء، حفاظ و قراء اور تلامذہ میں باقی رہے اور بعد میں آنے والے طلباء بھی قاری صاحب کے حالاتِ زندگی سے کسی حد تک واقف ہوسکیں۔ نیز خود حضرت قاری صاحب کی اولاد، خاندان اور آنے والی نسل کے لئے بطور یادگار باقی رہے۔

یہ کتاب چند مضامین پر مشتمل ہے۔ قاری صاحبؒ کے حالاتِ زندگی جمع کرنے کا خیال سب سے پہلے قاری فیوض الرحمٰن صاحب کو ہوا۔ عزیز موصوف، آپؒ کے ان خصوصی تلامذہ میں سے ہیں، جو اپنے استاذِ مکرم سے بہت عقیدت و محبت رکھتے ہیں۔ چنانچہ عزیزِ محترم نے اکابر اور احباب سے ذکر کیا تو سب نے تائید کی۔ پھر ہفت روزہ ''خدام الدین'' میں، حضرت قاری صاحبؒ کے حالات حاصل کرنے کے لئے اپیل کی۔ اس پر بہن ام کلثوم صاحبہ (دختر حضرت قاری صاحبؒ) نے ایک مضمون بھیج دیا۔ اس کے بعد قاری فیوض الرحمٰن صاحب نے اپنے اکابر سے درخواست کی تو حضرت مولانا قاری اظہار احمد تھانوی صاحب اور حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب نے درخواست قبول فرماتے ہوئے اپنے مضامین مرحمت فرمائے۔ بعد ازاں اور چند احباب کے مضامین بھی موصول ہوئے جو اس کتاب میں شامل کر دیے گئے ہیں۔

عزیزِ محترم قاری فیوض الرحمٰن صاحب نے مضامین کے حاصل کرنے میں بہت بھاگ دوڑ کی ہے۔ بفضلہٖ تعالیٰ میں یہ لکھنے میں حق بجانب ہوں کہ یہ کتاب عزیز ہی کی محنت اور

www.foyuz.blogspot.com

کاوش کا نتیجہ ہے۔

اس کتاب میں سب سے پہلے بہن صاحبہ ام کلثوم اور پھر قاری افضال الحق صاحب کا مضمون ہے۔ بہن، بھائی کی تحریر میں معلومات بھی ہیں کہ حضرت قاری صاحبؒ کی تربیت انہیں ایک طویل عرصے تک نصیب ہوئی ہے اور جذباتِ غم بھی ہیں جو دل کی گہرائیوں میں جمع ہوئے اور الفاظ کی شکل میں نمودار ہوئے۔

تیسرا مضمون حافظ قاری عبدالمجید صاحب ہزاروی کا ہے۔ اس میں قاری عبدالمجید صاحب نے مدرسہ کے مختصر حالات، حضرت قاری صاحب کی طلباء پر شفقت ومحبت اور ان کی پُر تاثیر تلاوت کا ذکر کیا ہے۔ یہ مضمون اس لحاظ سے بہت اہم ہے کہ موصوف نے سعودی عرب سے آسان عربی میں لکھ کر روانہ کیا ہے۔ قاری عبدالمجید صاحب حضرت قاری صاحب کے لائق اور اہل شاگردوں میں سے ہیں۔ آپ کی سعادت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ آپ بلدالامین میں، اللہ تعالیٰ کی کتابِ مبین پڑھا رہے ہیں۔

چوتھا مضمون پروفیسر احمد خالد عمر صاحب ایم اے نے بھیجا ہے۔ آپ حضرت قاری صاحب کی تلاوت سن کر محظوظ ہوتے رہے ہیں۔ اور جو کیفیت سماعت کے وقت طاری ہوتی رہی، اسے بیان کر رہے ہیں۔ حضرت قاری صاحب کی روانی اور لہجہ سے بے حد متاثر نظر آتے ہیں۔ نہایت خلوص اور محبت سے مضمون لکھا ہے۔

پانچویں نمبر پر حافظ قاری محمد اقبال صاحب کا مضمون ہے۔ آپ راولپنڈی مدرسہ تعلیم القرآن میں شعبۂ تجوید وقرأت کے صدر اور انچارج ہیں۔ آپ کی طبیعت میں بانکپن اور نظافت ہے، تجوید میں خوش الحانی اور لطافت ہے، جامعہ اشرفیہ کے فارغ التحصیل ہیں اور قرأت سبعہ کے قاری ہیں۔

چھٹا مضمون میرے محترم ومکرم بھائی حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب کا ہے۔ آپ گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد میں شعبۂ اسلامیات کے صدر ہیں۔ آپ کا حَدَرْ سن کر مجھے بعض

اوقات حضرت قاری صاحبؒ یاد آجاتے ہیں۔ مدوجزر اور لہجہ میں حضرت قاری صاحبؒ کا رنگ کافی حد تک محسوس ہوتا ہے۔ عزیز محترم امتیازی سندات کے حامل ہیں اور دینی خدمات کا بے پناہ جذبہ رکھتے ہیں۔ استاذ مکرم سے متعلق آپ نے اپنے چند تاثرات کو عقیدت ومحبت، ادب واحترام اور احساساتِ غم کے ساتھ، بڑے پیارے انداز میں سپردِ قلم کیا ہے۔

ساتویں نمبر پر استاذ القراء والمجودین حضرت قاری اظہار احمد صاحب تھانوی دامت برکاتہم کا ادیبانہ، عالمانہ اور فاضلانہ مضمون ہے۔ آپ صاحبِ قلم اور صاحبِ لسان ہیں۔ علوم دینیہ کے مستند عالم ہیں۔ بڑے محقق قاری ہیں۔ تجوید وقرأت کے حقائق، دقائق اور لطائف سے باخبر ہیں۔ آپ نے تجوید کی بعض کتابوں کا بہت عمدہ ترجمہ کیا ہے اور خصوصاً شاطبیہ جیسی ادق اور مشکل کتاب کا اردو میں مختصر اور جامع ترجمہ وشرح کر کے قرأت کے طلبہ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ آپ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار میں (جس کی بنیاد حضرت قاری صاحبؒ نے رکھی ہے) میں شعبۂ تجوید وقرأت کے صدر ہیں۔ آپ کے شاگرد قرأ اطرافِ ملک میں تجوید وقرأت پڑھا رہے ہیں۔

آٹھواں مضمون استاذ القرأ حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب نے مرحمت فرمایا ہے۔ آپ مدت دراز تک حضرت قاری صاحب کے رفیقِ کار رہے ہیں اور خود ان کے بقول شرف تلمذ بھی حاصل ہے۔ آپ دار القرأ ماڈل ٹاؤن کے صدر مدرس، بانی اور مہتمم ہیں۔ مضبوط مجود اور پختہ قاری ہیں۔ سینکڑوں طلبہ فن تجوید اور قرأت میں آپ سے فارغ ہو کر ملک کے گوشے گوشے میں قرآنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کا فیضانِ عام اب بھی جاری ہے۔ موتی بازار میں حضرت قاری صاحب کے ساتھ مل کر تجوید وقرأت کی بنیاد آپ ہی نے رکھی۔ پھر اس فن کو خوب فروغ دیا۔

آپ اعلیٰ درجہ کے مصنف ہیں۔ آپ نے تجوید کی متعدد کتابیں نہایت سہل انداز میں تالیف فرمائی ہیں۔ آپ کا مضمون معلومات سے پر ہے اور کئی صفحات پر مشتمل ہے۔

www.foyuz.blogspot.com

مؤخرالذکر دونوں بزرگوں کے مضامین کتاب کی جان ہیں۔ اسی لئے کتاب کے آخر میں رکھے گئے ہیں۔ ان اکابر کے مضامین پر میرے جیسا نااہل مزید تبصرہ کی ہمت نہیں رکھتا بس اسی شعر پر اکتفا کرتا ہوں۔

؎ زمدحِ نا تمامِ ما جمالِ یار مستغنی است!
بآب ورنگ وخال وخط چہ حاجت روئے زیبارا

میری دعا ہے کہ حق تعالیٰ عزیز مکرم حافظ قاری فیوض الرحمٰن صاحب کو جزائے خیر دیں۔ بیش از بیش پُرخلوص خدماتِ دینیہ کی توفیق بخشیں۔ میں اپنے بزرگوں اور احباب کا بھی ممنون ہوں جنہوں نے مضامین بھیج کر حوصلہ افزائی فرمائی اور ان بھائیوں کا بھی جنہوں نے کتابت وطباعت کے سلسلہ میں تعاون کیا۔ جزاہم اللہ تعالیٰ احس الجزاء فی الدنیا والآخرۃ۔

محمد عارف ایم-اے

www.foyuz.blogspot.com

یہ مضمون محترمہ بہن ''امّ کلثوم بٹ صاحبہ'' نے حضرت الاستاذ کی سوانح کے لئے لکھ بھیجا ہے۔ یہ بڑا معلوماتی مضمون ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں کہ اپنی گوناگوں گھریلو مصروفیات کے باوجود وقت نکال کر میری درخواست پر یہ مضمون سپردِ قلم کیا ہے۔ اگر وہ یہ مضمون نہ لکھتیں تو میرے لئے مذکورہ سوانح کا لکھنا بہت ہی مشکل ہو جاتا۔ **فجزاها اللّٰه خيراً**۔

فیوض الرحمٰن ایم-اے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرِ محترم قاری فیوض الرحمٰن صاحب

سلام مسنون!

۷، اگست کے شمارہ ''خدام الدین'' میں آپ کی جانب سے کی گئی اپیل کے تحت قاری فضل کریم صاحب مرحوم مغفور کے حالات لکھنے کی جسارت کر رہی ہوں۔ حالانکہ میرا طرزِ بیان قابلِ اشاعت نہیں ہے۔ آپ اس کو مناسب ترمیم اور تبدیلی کے بعد طبع کرا لیں۔

والسلام

آپ کی بہن: ام کلثوم

دختر قاری فضل کریم صاحب مرحوم

۷۰/۸/۲۰

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے مختصر حالات

بہن ام کلثوم صاحبہ دختر حضرت قاری صاحبؒ

پیدائش

شیخ حاجی حافظ قاری فضل کریم صاحب ۱۹۰۲ء کے لگ بھگ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام حاجی مہتاب الدین مرحوم تھا۔ اجداد ہندو تھے۔ تین چار پشتوں سے اللہ نے اسلام کی توفیق نصیب فرمائی۔

قاری صاحب مرحوم، اپنے والد ماجد کے نکاح ثانی سے تھے۔ پہلے نکاح سے صرف ایک بچی کی پیدائش کے بعد والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں۔

دوسرے نکاح سے سات بچے ان سے پہلے پیدا ہوئے مگر برضاءِ الٰہی وفات پا گئے ان کی والدہ ماجدہ بہت زیادہ غمگین رہنے لگیں۔ اسی غم میں گھل گھل کر نہایت لاغر ہو گئیں۔ ان کے والد ماجد کسی بزرگ کے پاس دعا کی درخواست کے لئے گئے۔ انہوں نے انہیں تسلی دی اور اولادِ صالح کے لئے دعا فرمائی اور ساتھ ہدایت فرمائی کہ آپ کو جو اولاد اللہ پاک عطا فرمائیں اس کی پیشانی کو سونے کی آگ میں گرم شدہ سونے کی بہت موٹی گولی سے داغ دے دیں اور اس بیچے کا نام یحییٰ رکھیں۔ انشاء اللہ حکم الٰہی سے بچہ محفوظ رہے گا۔ چنانچہ ان کی پیدائش پر حسبِ ہدایت عمل کیا گیا۔ اس داغ کا نشان تادمِ حیات محراب کے نشان کے نیچے موجود تھا۔ اور ان کا نام یحییٰ ہی رکھا گیا۔ اللہ کی قدرت اولاد کو گود میں کھیلتے دیکھ کر خوش ہونے کی حسرت لے کر ان کی والدہ ماجدہ انہیں چھوڑ کر داعیِ اجل کو لبیک کہہ گئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ والدہ ماجدہ کی وفات کے وقت قاری صاحب مرحوم کی عمر بمشکل چند ماہ تھی۔

پرورش

والد بزرگوار نے بچے کی پرورش کے مشکل مرحلہ کو آسان بنانے کے لئے ایک بیوہ خاتون (جن کے اپنے چند ایک بچے تھے) سے نکاح کر لیا۔ مگر ان کا سلوک اس معصوم جان کے لئے بھی روایتی سوتیلی ماؤں جیسا تھا۔ بحکمِ الٰہی انہی دنوں چیچک کی وبا پھیل گئی اور قاری صاحب مرحوم بھی اس مرض کا شکار ہو گئے۔ ایسے موقع پر بجائے اس کے کہ والدہ محترمہ کے دل میں رحم کا جذبہ ابھرتا، ان کی نفرت انتہائی شدید ہو گئی۔ بچہ تکلیف کی شدت سے تڑپتا مگر والدہ صاحبہ کے کان پر جوں تک نہ رینگتی۔

خوش قسمتی سے قاری صاحب کے تایا جی مرحوم بھی ملحقہ مکان میں رہتے تھے۔ تائی صاحبہ بڑی نیک دل خاتون تھیں (اللہ پاک انہیں جنت الفردوس نصیب فرمائیں) انہوں نے ان کو گود میں لے لیا۔ ان کے ایک لڑکا تھا۔ جس کا نام عبدالکریم تھا۔ پھر اسی نسبت سے انہوں نے عبدالکریم کے بھائی کا نام یحییٰ سے فضل کریم رکھا اور یہ نام دینی حلقوں اور احباب میں ایسا مشہور ہوا کہ ان کا اصل نام یحییٰ سب بھول گئے۔

تائی صاحبہ کے پاس جانے کے بعد ان کو چیچک کا پھر پانچ دفعہ حملہ ہوا اور اس طرح یہ قوتِ باصرہ، سامعہ اور لامسہ سے صرف ڈیڑھ برس کی قلیل عمر میں محروم ہو گئے۔ ہسپتال سے آپریشن کے بعد نتھنے اور کانوں کے سوراخ آپریشن کے ذریعے بنائے گئے مگر آنکھیں بے نور ہو گئیں۔ لیکن اللہ پاک نے آنکھوں کی کمی کو دیگر تمام قوتوں اور صلاحیتوں کو جِلا بخش کر پورا کر دیا۔

قادرِ مطلق کی ان کڑی آزمائشوں میں سے گزرنے کے بعد بھی ان کی سوتیلی والدہ محترمہ ان سے شفقت کا سلوک نہ کرتیں۔ اس کے برعکس یہ جب بھی اپنے بہن بھائیوں کے ساتھ کھیلنے کے لئے اپنے والد صاحب کے گھر جاتے، تو والدہ صاحبہ ان الفاظ سے تواضع فرماتیں کہ:

www.foyuz.blogspot.com

''حافظ کے لئے مسجد میں جگہ نہیں؟ وہ یہاں کیوں رہتا ہے؟''

والدہ کے ان الفاظ نے ان کے دل میں یہ احساس پیدا کر دیا کہ میں ان سب گھر والوں پر بوجھ ہوں۔ والد صاحب اچھا سلوک کرتے تھے اور ان کی خوراک لباس کا ہر طرح خیال فرماتے تھے یہ بات ان کی والدہ صاحبہ کو ایک آنکھ نہ بھاتی تھی جس کے باعث ان کے والدین میں اکثر و بیشتر لڑائی جھگڑا رہتا۔ یہ روز روز کے گھریلو جھگڑوں سے تنگ آ چکے تھے۔ دوسرے والدہ صاحبہ کا دیا ہوا تاثر کہ حافظ کے لئے مسجد میں جگہ نہیں۔ انہیں خانۂ خدا میں کھینچ لایا اور وہیں سے ان کی دینی لگن کی ابتداء ہوئی اور دینی خدمت کی انتہا تک پہنچی۔ اس لحاظ سے ان کی والدہ صاحبہ کا رویہ ان کے لئے نیک فال ثابت ہوا اور یہ دین کے مخلص اور مضبوط خادموں میں شامل ہوئے۔

قاری صاحبؒ کے اساتذہ

ان کے اساتذہ کرام میں قاری کریم بخش صاحب مرحوم کا نام قابلِ ذکر ہے یہ صرف حافظ قرآن ہی نہ تھے بلکہ ایک مستند قاری اور لائق عالم بھی تھے۔ ابا جی نے انہی سے تکمیل کی۔

ابا جی اپنے دینی شوق، جذبہ کی تکمیل کے لئے لاہور شہر میں تشریف لے آئے۔ جہاں وہ انفرادی طور پر کام کرتے رہے۔ قیام لاہور میں پہلے عارضی قیام گاہ ڈاکٹر جلال الدین صاحب کا دولت خانہ تھی۔ ان ڈاکٹر صاحب کی قیام گاہ لاہور میں ٹھنڈی سڑک (Davis Road) پر تھی اور یہ دانتوں کے ماہر معالج تھے۔ ان کی بچیاں اور بچے قاری صاحب مرحوم سے درسِ کلامِ پاک حاصل کرتے تھے۔ وہیں ان کے قیام وطعام کا انتظام تھا۔ ڈاکٹر صاحب بہت معروف، دیندار اور بارسوخ بزرگ تھے۔ اس قیام کے باعث قاری صاحب مرحوم بہت ذی اثر لوگوں سے متعارف ہوتے گئے اور رفتہ رفتہ ان کا حلقۂ احباب وسیع ہوتا گیا اور لوگ ان کی عمدہ اور صاف تلاوتِ کلامِ الٰہی سے بہت متاثر ہوتے۔ تلاوتِ کلام پاک بہت عمدہ اور صاف تھی۔ اس طرح قرأت فرماتے کہ جادو کر دیتے۔ جوانی کے زمانے کا ذکر کرتے ہوئے ایک بزرگ نے بتایا کہ:

''جامع مسجد نیلا گنبد میں ایک شخص ان سے کلامِ پاک سنا کرتے تھے۔ کلامِ پاک کے کسی خاص رکوع کی تلاوت کی فرمائش کی، اور اصرار کیا۔ آپ نے پڑھنا شروع کیا۔ وہ شخص ایسے متاثر ہوئے کہ بے ہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو فرمانے لگے کہ: 'آپ کے پڑھنے میں جادو ہے۔ دل میں رقت پیدا ہو جاتی ہے۔'''

حقیقتہً ان کے پڑھنے میں جادو تھا جو دلوں کو موہ لیتا تھا اور کلام پاک پڑھنے کا شوق اور جذبہ پیدا کر دیتا تھا۔

پھر انہوں نے چند ایک شاگردوں کو لے کر اللہ تعالیٰ کے پاک نام سے مسجد چینیاں والی (بازار سریانوالہ) لاہور کو آباد کیا اور اللہ تبارک وتعالیٰ نے ان کی مساعی کو قبول فرما کر دین کی خدمت کا ایک ایسا مضبوط پودا لگایا جس کی جڑیں اور شاخیں مغربی پاکستان اور بیرونی ممالک تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ایک طویل مدت تک یہاں کام کرنے کے بعد انہوں نے ایک اور مدرسہ قائم کیا جو کہ مدرسہ تجوید القرآن کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مدرسہ اولاً کوچہ کندیگراں مسجد نور (موتی بازار) میں قائم کیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس جگہ پر اس مدرسہ کو اتنی رونق بخشی کہ مسجد نور کی اپنی عمارت طلباء کے لئے ناکافی ہو گئی۔ پھر ایک مخیر شخص تھے جن کا اسم گرامی شیخ عبدالحی تھا اور وہ اس مدرسہ کی مجلس کے ممبر بھی تھے انہوں نے اپنے ذاتی مکان کا بالائی حصہ مسجد کے لئے وقف کر دیا مگر پھر بھی یہ ساری جگہ طالب علموں کے لئے کافی نہ ہو سکی تو اللہ تعالیٰ کی خصوصی مدد شاملِ حال ہوئی اور قریب ہی ایک بہت بڑی حویلی تھی، جہاں لوگ رنگریزی کا کام کرتے تھے۔ اس جگہ کو اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت نصیب فرمائی کہ اس کو پاک کر کے کلام پاک کی خدمت کے لئے وقف کر دیا گیا۔ یہ حویلی مدرسہ کی خاطر خرید لی گئی اور اسی حالت میں اس میں خدمتِ کلام پاک کا کام شروع کر دیا گیا اور مدرسہ تجوید القرآن مسجدِ نور سے منتقل ہو کر اس جگہ آ گیا۔

www.foyuz.blogspot.com

بعد ازاں اللہ تعالیٰ کی مزید کرم نوازی ہوئی۔ اللہ پاک نے مدرسے کی مالی حالت بہتر بنادی اور اس عمارت کو مکمل طور پر منہدم کر کے از سرِ نو مدرسہ کی ضروریات کو مدّ نظر رکھ کر تعمیر کیا گیا۔ اس میں ایک چھوٹی سی مگر بہت ہی پیاری مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ یہاں کم از کم چار سو طالب علم فیض یاب ہو رہے ہیں۔ بیرون شہر سے بھی کچھ طلباء آئے ہوئے ہیں۔ جو مدرسہ میں رہائش پذیر ہیں۔

(خدا کرے قاری فضل کریم صاحب مرحوم کا لگایا ہوا یہ پودا ہمیشہ سرسبز و شاداب رہے اور مسلمان اس سے فیض یاب ہوتے رہیں اور ان کے لئے صدقہ جاریہ ثابت ہو، کلام پاک پڑھنے اور پڑھانے کا ثواب ان کے نامۂ اعمال میں برابر شامل ہوتا رہے۔ آمین)

قاری صاحب مرحوم باوقار شخصیت کے مالک انسان ہی نہ تھے بلکہ ایک لائق، تجربہ کار، دیانتدار، محنتی اور فرض شناس استاذ بھی تھے۔ بحیثیت استاذ بہت کامیاب انسان تھے۔ سرکش سے سرکش طالب علم ان کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جاتے تھے۔ ان کا احساس اور قوتیں اتنی قوی تھیں کہ دیکھنے والوں کی عقل دنگ رہ جاتی تھی۔

میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ طالب علم کلامِ پاک زبانی سناتے سناتے اِدھر اُدھر متوجہ ہو کر بیٹھے ہی بیٹھے ہاتھوں سے کھیلنے لگتے۔ حالانکہ آواز ایک رتی بھی پیدا نہ ہوتی مگر انہیں علم ہو جاتا کہ وہ دوسرے ساتھیوں کے ساتھ اشاروں کنایوں میں مصروف ہیں۔

میں نے ایک دفعہ جب بچے جا چکے تو ان سے پوچھا۔ آپ کو کیسے علم ہو جاتا ہے؟ تو فرمانے لگے کہ:

> ''آواز کا رخ بدل جاتا ہے، چہرہ دوسری طرف کرنے سے آواز کی سمت بدل جاتی ہے۔''

اسی طرح اگر کوئی شاگرد (حفظ) دیکھ کر سنانا شروع کر دے کہ سبق یاد نہ ہونے کے باعث ڈانٹ ڈپٹ سے بچ جائے، لیکن انہیں علم ہو جاتا۔ شاید سبق یاد نہ ہونے کی صورت میں

تو سبق یاد کروا دیتے مگر دھوکہ بازی کے باعث بچے سرزنش سے نہیں بچا کرتے تھے۔

مندرجہ بالا مثالیں قاری صاحب کے ذوق و شوق، تجربہ اور مہارت کی دلیل ہیں۔

بے مثال قوتِ حافظہ اور قوتِ لامسہ

ان کے احساسِ لطیف کا ایک آدھ واقعہ عرض کرتی ہوں۔

ایک دفعہ ایک صاحب انہیں امرتسر کے ریلوے اسٹیشن پر ملے، ہاتھ ملایا اور تھوڑی دیر گفتگو کی اور چلے گئے۔ پورے بیس سال کے بعد انہی صاحب سے دوبارہ ملاقات ہوئی۔ ان کے ساتھ ایک اور صاحب تھے ان صاحب نے کہیں ان سے قاری صاحب مرحوم کی قوتِ حافظہ اور قوتِ لامسہ کی تعریف کی۔ وہ آزمانے پرتُل آئے۔ لہٰذا وہ صاحب خود نہیں بولے جو کہ بیس سال بعد مل رہے تھے۔ صرف قاری صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا دوسرے صاحب فرمانے لگے آپ نے انہیں پہچانا؟ اباجان نے ان کے ہاتھ کا ہتھیلی اور پشت کی جانب سے پورا جائزہ لیا۔ پھر فرمانے لگے کہ:

> ''ان صاحب کا یہ نام ہے اور میں آج سے بیس سال پہلے ان سے امرتسر ریلوے اسٹیشن پر ملا تھا۔''

وہ صاحب بے حد حیران ہوئے۔

اسی طرح اگر قاری صاحب کے پاس کپڑا یا چینی کے مختلف کوالٹی کے برتن لا کر رکھ دیے جاتے۔ اور انہیں سب سے عمدہ چیز علیحدہ کرنے کا کہا جاتا تو صرف ہاتھوں سے چھو کر ہی پہچان لیتے تھے اور ہمیشہ بلا مبالغہ عمدہ چیز ہی کا انتخاب فرماتے تھے۔

ایک دفعہ ایک صاحب فرمانے لگے کہ اگر میں آپ کے پاس سے کچھ حالتِ بیداری میں چرا کر لے جاؤں تو آپ کبھی گرفت نہ کر سکیں گے۔ مذاق میں انہوں نے کچھ اشیاء لا کر پاس رکھ دیں۔ مختلف اطراف میں چیزیں پڑی تھیں۔ ان صاحب نے جونہی اشیاء پر ہاتھ مارا، اباجان نے ان کا ہاتھ پکڑ لیا۔ وہ اس قدر بوکھلائے کہ انہیں کچھ سوجھتا ہی نہ تھا۔ پھر انہوں نے

www.foyuz.blogspot.com

اصرار کر کے پوچھا کہ آپ کو کیسے پتہ چلا؟ انہوں نے فرمایا کہ:

''اشیاء پر کھیاں بیٹھ گئی تھیں۔ آپ کے ہاتھ مارنے سے کھیاں اڑیں
تو میں نے سمت کا اندازہ لگالیا اور یوں آپ پکڑے گئے۔''

وہ ہمیشہ ہاتھوں کی بناوٹ سے احباب کو پہچان لیتے تھے۔

لائق اور نیک استاذ

اللہ تعالیٰ کی رحمت سے جو بھی کوئی شاگرد بنتا، جھولی بھر کر ہی جاتا۔ ان کی منزل پختہ تھی اور تجربہ اتنا تھا کہ اپنے طور پر انہیں پڑھنے کی ضرورت نہ تھی۔ ویسے حصولِ ثواب کے لئے کثرت سے تلاوتِ کلام پاک فرمایا کرتے تھے۔ ان کا کم وبیش چالیس سال کا تجربہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کامیاب سماعت فرماتے تھے۔ عموماً یہ ہوتا ہے کہ اگر حافظ بھولنے لگیں تو سامع گھبراہٹ میں خود بھی بھول جاتے ہیں یا بار بار بتا کر انہیں یوں محسوس ہوتا ہے کہ ان کا اپنا بھی بھول گیا ہے۔ مگر قاری صاحب مرحوم ان تمام باتوں سے بہت بالا تھے۔ یہی وجہ ہے کہ بہت مصروف کاروباری حفاظ جن کی منزلیں بھی زیادہ پختہ نہیں ہوتی تھیں وہ قاری صاحب سے استفادہ کرتے تھے۔ خصوصاً رمضان المبارک سے دو ایک ماہ پیشتر اور رمضان المبارک تو انتہائی مصروف گزرتا تھا۔

بہت محنتی استاذ تھے اور خدمتِ کلام پاک بحیثیت ملازم نہیں کرتے تھے۔ عام طور پر مشاہدہ میں یہ بات آتی ہے کہ لوگ گنتی کے گھنٹے پورے کر نیکی کی کوشش کرتے ہیں مگر اباجی دل سے کام کرتے اور یہ کبھی نہیں سوچتے تھے کہ میرا پڑھانے کا وقت ختم ہوگیا ہے۔ لہٰذا میں چھٹی کر لوں، بلکہ یہ چھٹی کے اوقات میں بھی جن بچوں کے اسباق یاد نہ ہوتے انہیں سبق یاد کرنے میں مدد دیتے یہاں تک کہ جب ان کا گھر مدرسے سے قریب تھا تو طلباء کو ساتھ گھر لے آتے۔ خود کھانا کھاتے اور طالب علم سبق یاد کرتے اور سنا کر چھٹی کرتے۔ بیرونِ شہر کے طلباء کی نگرانی بھی خود ہی کرتے تھے۔

سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

بحیثیت وارڈن یہ بیرونی طلباء کی نگرانی فرماتے اور ان کی تربیت اور اخلاقی اصلاح کا حد درجہ خیال رکھتے تھے۔

شرم وحیا

بہت باحیا اور غیرت مند انسان تھے۔ ان کے شاگردوں میں طالبات بھی ہوتی تھیں۔ یہ کبھی بھی بے جھجک بچیوں کے سامنے نہیں جاتے تھے، بلکہ جہاں لڑکیاں ہوتیں وہاں پہلے کم عمر چند ایک لڑکوں کو سبق یاد کرنے کے لئے بھیج دیتے پھر خود تشریف لے جاتے۔ کبھی لڑکیوں کے بالکل سامنے منہ کر کے نہ بیٹھتے تھے، بلکہ ہمیشہ قدرے رخ موڑ کر بیٹھتے۔ اگر بچیاں گھر پر پڑھنے آتیں تو امی جان کو یا مجھے پاس بٹھاتے پھر طالبات کو سبق پڑھاتے۔

اگر کوئی بی بی گھر پر ملنے آجاتیں تو فوراً اٹھ کر تشریف لے جاتے اگر باہر سے آرہے ہوتے اور کسی غیر محرم عورت کی آواز سن لیتے تو الٹے قدموں واپس لوٹ جاتے حتی المقدور کبھی کسی عورت کا سامنا نہیں کرتے تھے۔

غیر تو خیر غیر محرم ہوئیں۔ ایک دفعہ مجھے بہت تیز بخار آگیا جس سے سرسامی کیفیت ہوگئی۔ شفقت سے میرا سر دبانے لگے مگر اپنا تولیہ پہلے میرے ماتھے پر ڈال لیا کہ میرا ہاتھ اس کی پیشانی سے مَس نہ کرے۔ یہ پرایا دھن ہے۔ ان کی اس بات نے مجھے بے حد متاثر کیا۔ وہ دنیاداری کی خاطر بھی حیا کے اس بلند مقام کو بالائے طاق رکھنے کے لئے تیار نہ تھے، جو انہوں نے اپنا نصب العین بنالیا ہوا تھا۔ ان کے بھائی عبدالمجید صاحب نے بھتیجی کے سر پر دستِ شفقت پھیرنے کی فرمائش کی تو مجھے فرمانے لگے:

''میری طرف سے تم اس کے سر پر ہاتھ پھیر دو۔''

عفو ودرگزر

بہت سادہ طبیعت اور نیک دل تھے۔ سادہ لوح اس قدر تھے کہ صحیح طور پر اس حدیثِ

www.foyuz.blogspot.com

پاک کے مصداق تھے۔

اَصْحَابُ الْجَنَّةِ بُلْهٌ.

کوئی شخص الزام تراشی کرتا یا اچھے الفاظ میں خطاب نہ کرتا تو اس کے چلے جانے کے بعد قاری صاحب اسے اللہ واسطے معاف فرما دیتے۔ اگر کوئی جھوٹے منہ کہہ دیتا مجھے معاف کر دیں تو اگلے پچھلے سارے گلے شکوے دھو ڈالتے اور پہلے سے زیادہ خلوص اور تپاک سے ملتے اور اس کی غلطی بھولے سے بھی نہ جتاتے۔ اگر ہم کہیں کہ وہ آپ کی راہ میں کانٹے بوتا ہے، آپ کو تنگ کرتا ہے۔ پھر ایسے ہو جاتے ہیں جیسے اس کے بغیر گزارہ نہیں تو فرماتے:

''خَيْرٌ لَّنَا وَشَرٌّ لِّاَعْدَائِنَا میں بدنیت نہیں ہوں انہیں نیت کا بدلہ مل جائے گا جو برائی کرے گا۔''

مہمان نوازی، حسنِ سلوک

کوئی غیر سے غیر انسان بھی کیوں نہ ہو ایسے گھُل مِل جاتے، جیسے برسوں سے شناسائی ہو۔ اپنی حیثیت کے مطابق اس کی مہمان نوازی فرماتے اور اس کو یہ باور کرا دیتے کہ خود غرضی اور نفسانفسی کے اس زمانے میں بھی مخلص لوگ باقی ہیں اور جس سے یہ ایک بار ملتے وہ ان سے بار بار ملتا۔ ان کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا۔ دور کے رشتہ داروں اور ان کے قرابت داروں سے اس طرح ملتے تھے جیسے یہ ان کے حقیقی بہن بھائی اور بچے ہوں۔ ہر کسی کے دکھ درد کے لئے اپنے دل میں انتہائی کرب محسوس کرتے تھے۔

صلح جُو

اگر کسی کے متعلق سن پا لیتے کہ آپس میں ناراض ہیں تو اپنی پوری کوشش سے احکامِ خداوندی اور ارشادات نبوی ﷺ سنا سنا کر اس طرح نرم کرتے کہ وہ صلح کرنے پر مجبور ہو جاتے اور اپنے دل میں خوفِ خدا محسوس کرنے لگ جاتے پھر ان کی صلح ہمیشہ قائم رہتی۔ ان کی

www.foyuz.blogspot.com

صفتِ اصلاح کے باعث اکثر غیر لوگ اپنے گھریلو جھگڑے نمٹانے کے لئے بھی ان سے رجوع کرتے۔ یہ ان کی صلح صفائی کرانے کے بعد اپنی رقم سے شیرینی بانٹ کر سب کو شیر و شکر رہنے کی تلقین فرماتے۔ کئی اجڑے گھر ان کے سمجھانے سے بس گئے تھے۔

فیاضی اور رحم دلی

کوئی بھی سوالی آ جاتا اسے خالی نہ لوٹاتے۔ عموماً لوگ گاؤں میں سوالیوں کو مٹھی بھر آٹا یا ٹکا پیسہ دے دیتے ہیں مگر یہ دونی چونی سے کبھی کم نہ دیتے۔ ٹوٹے ہوئے پیسے پاس نہ ہوں تو روپیہ ہی دے دیتے۔ اکثر مٹھائی منگوا کر غرباء میں تقسیم کرتے کہ غریبوں کو ایسی نعمتیں کم ہی میسر آیا کرتی ہیں کوئی بھی آ کر اپنی مالی پریشانی کا ذکر کرتا۔ جو بھی بن پڑتا۔ کپڑے پیسے سے اس کی مدد فرماتے حالانکہ اکثریت لوگوں کی بظاہر ان سے زیادہ خوش پوش ہوتی۔

روپے پیسے کا لالچ نہ تھا۔ اپنے پاس ۲۵ روپے سے زیادہ رقم کبھی نہ رکھتے، فرماتے کہ:

''میرا ایمان ہے، دولت مصیبت لاتی ہے۔''

لہٰذا بقایا سب کچھ راہِ مولا دے دیتے اور خود فرماتے:

جنہاں تقویٰ رب دا اُنہاں رزق ہمیش

پلے خرچ نہ بندے پنچھی تے درویش

اور خدا کی قدرت میں نے آج تک انہیں اللہ کے فضل و کرم سے کبھی مالی پریشانی میں مبتلا نہیں دیکھا۔ کبھی پلے نہ بھی ہوتا تو گھبراتے نہیں تھے بلکہ یہ اکثر وردِ زبان رہتا تھا:

حسبنا اللّٰہ ونعم الوکیل نعم المولیٰ ونعم النصیر

اور ان کے مولیٰ اس طرح ان کی کفالت فرماتے اور غیب سے مدد فرماتے کہ اس کے عالمِ غیب ہونے کا اگر کسی شخص کو شک بھی ہو تو وہ یقیناً ایمان لے آئے کہ رب سچا یقیناً عالم غیب ہے۔ جبھی ان کی خفیہ ضرورت جس کا انہوں نے کسی سے اظہار بھی نہیں فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے پوری

مدد فرمادی۔

ایک واقعہ انہیں کی زبانی سنا تھا من وعن عرض ہے۔ فرمانے لگے:

''یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب کہ وہ مسجد چینیاں والی میں درس کلام پاک دیا کرتے تھے اور ان کی تنخواہ صرف ۱۵ روپے ماہوار تھی۔ میرے بڑے بھائی گلزار جان (متوفی ۲۳ فروری ۱۹۴۴ء بروز پیر) بیمار تھے۔ مالی پریشانی تھی۔ میں نے اللہ پاک کے حضور دعا کی کہ الٰہی! میں اگرچہ ایک ناچیز، عاجز اور کم ہمت انسان ہوں مگر آج تک یہ دست سوال کسی کے سامنے کبھی پھیلایا نہیں، کیونکہ تو ہی حاجت روا ہے۔ تو ہی میری ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔ میری حاجت روائی فرما۔''

ان کا کہنا ہے کہ:

''میں نمازِ فجر کے لئے مسجد میں گیا۔ ایک نیک بزرگ تھے (اللہ پاک انہیں غریقِ رحمت فرمائیں) جن کا نام ضیاء اللہ تھا۔ اب بھی ان کی پنجاب سوپ فیکٹری شیرانوالہ گیٹ میں موجود ہے۔ وہ بھی مسجد چینیانوالی میں ہی نماز ادا کرنے کی غرض سے تشریف لایا کرتے تھے۔ نماز سے فارغ ہوکر فرمانے لگے۔ میں آپ میں کچھ نقاہت محسوس کرتا ہوں۔ میں نے طاقت کی گولیاں اپنے لئے بنائی ہوئی ہیں۔ چند ایک آپ کے لئے بھی لایا ہوں، آپ صبح، دوپہر، شام، ایک ایک گولی کھالیا کیجئے۔''

اباجی فرماتے تھے:

''یہ گولیاں بناوٹ کے لحاظ سے دو قسم کی تھیں۔ ایک قسم دوپہر کے وقت کھانے کو بتا گئے۔ دوسری قسم صبح شام استعمال کے لئے میں نے ممنونیت کا اظہار فرمایا۔ انہوں نے عقیدت کا اظہار فرمایا۔ گھر لاکر میں نے گولیوں کا ذائقہ چکھنے کے لئے ایک گولی کھولی۔ اس میں سے دو اٹھنیاں برآمد ہوئیں۔ دوسری قسم کی گولی کھولی تو اس میں سے چار چونیاں نکلیں۔ یہ گولیاں کل تعداد میں پچاس تھیں۔ اللہ پاک کا شکر ادا کرتے ہوئے، میری آنکھیں پُرنم ہوگئیں کہ اس نے

اس کٹھن موقع پر میری کس طرح دستگیری فرمائی جس کا تصور ایک انسان کر ہی نہیں سکتا۔ یوں میرا مولا میری کفالت فرماتا ہے۔''

جائیداد

قاری صاحب مرحوم اس طبیعت کے مالک تھے کہ ان کے بھائیوں نے جو کہ ان کی سوتیلی والدہ صاحبہ سے تھے، ان کی جائیداد کا حصہ آج تک نہیں دیا۔ ان کی ذاتی جائیداد امرتسر میں تھی۔ تقسیمِ ہند کے بعد بھائیوں نے حیدرآباد میں کلیم کر کے جائیداد حاصل کر لی۔ ان سے مختار نامہ لکھوالیا کہ آپ معذور ہیں۔ میں جائیداد حاصل کر کے آپ کا حصہ آپ کو ادا کر دوں گا۔ پھر انہیں آج کل پر ٹالتے رہے۔ ہم نے زندگی کا بیشتر حصہ کرایہ کے مکانوں میں گزارا ہے۔ امی جان مرحومہ فرماتیں کہ:

''ہم تو کرایہ کے مکان پر دھکے کھاتے ہیں اور دوسرے بہن بھائی آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔''

پھر اللہ پاک نے اپنی رحمت سے ذاتی مکان جیا موسےٰ (شاہدرہ) میں عطا کر دیا اور گھر کی ضروریات بڑی اچھی پوری ہوجاتی تھیں۔ اباجان نے امی جان سے وعدہ فرمایا تھا کہ:

''عبدالعزیز صاحب مرحوم میرا حصہ دیں گے تو آپ کو زیارتِ بیت اللہ کے لئے لے جاؤں گا۔''

انہوں نے حصہ نہ دیا۔ امی جان فرمانے لگیں کہ:

''ہم نے اپنا پیٹ کاٹ کر مکان بنایا ہے مگر عبدالعزیز نے کچھ نہیں دیا۔''

وہ فرماتے:

''عبدالعزیز نے نہیں دیا 'عزیز' نے تو سب کچھ دے دیا ہے نا۔ آپ شکوہ نہ کریں۔ عبدالعزیز کی کسر ربّ عزیز جو پوری کر رہے ہیں۔''

عبدالعزیز صاحب نے اپنا بوجھ نہ اتارا اور نہ ہی اباجان مرحوم امی جان مرحومہ سے کیا

www.foyuz.blogspot.com

ہوا حج بیت اللہ کا وعدہ وفا کر سکے مگر انہوں نے زندگی بھر نہ خود شکوہ کیا، اور نہ ہی گھر کے کسی فرد کو کرنے دیا۔ یہاں تک کہ ہم سب بہن بھائیوں کو بھی منع کر دیا کہ آپ ان کی یتیم اولاد سے اسی طرح حسن سلوک سے پیش آئیں جس طرح میں زندگی بھر ان کے ساتھ رہا ہوں اور اپنے دل میں کبھی دولت کے لالچ کو جگہ نہ دیں۔ انہیں خلوصِ نیت کا اللہ پاک کے فضل وکرم سے تمام زندگی عمدہ پھل ملتا رہا۔

قاری صاحبؒ کی منکسر المزاجی

ان کی کسی بات سے کبھی تفاخر یا تکبر کی بو نہیں آتی تھی۔ باوجودیکہ اللہ پاک نے انہیں عالی مرتبت انسان بنایا تھا مگر ان کی چال ڈھال، لباس، گفتگو اور خوارک ہمیشہ عاجزانہ ہوتی تھی۔ کبھی کسی ایسے عمل کا ارتکاب نہ فرماتے جس سے غرور کی بو بھی آئے۔ کبھی کوئی اپنی عمر سے عمر رتبے میں چھوٹا بھی ہوتا تو سلام میں پہل فرماتے۔ بات بڑی شفقت سے کرتے اور توجہ سے سنتے۔ کبھی ریشم یا زرق برق لباس نہ پہنتے۔ ہمیشہ ٹخنوں سے اونچا پاجامہ پہنتے۔ اگر کوئی عزیز یا شاگرد کبھی ہدیۃً کوئی کپڑے وغیرہ بنا کر پیش کرتا۔ وہ خواہ کتنے ہی معمولی کیوں نہ ہوتے تو بڑے شوق اور خوشی سے پہن لیتے تھے۔ یہ ان کے دل میں کبھی نہیں آیا تھا کہ میرے شایانِ شان لباس ہو۔

ان کے عجز وانکسار کی ایک ہلکی سی جھلک پیش کرتی ہوں۔

گرمی کا موسم تھا۔ گھر پر کھانا کھانے کے لئے تشریف لائے۔ میں پاس پنکھا ہلا رہی تھی۔ کھانے کے دوران ہاتھ سے روٹی کا ایک نوالہ گر گیا۔ روٹی کا وہ ٹکڑا میں نے اٹھالیا۔ اس کو تلاش فرمانے لگے۔ میں نے عرض کی:

''ابا جان! یہ نوالہ میں کھا لیتی ہوں، آپ اور روٹی کھائیں۔''

بضد ہو گئے کہ:

''نہیں یہ نوالہ میں ہی کھاؤں گا۔ اگر میں نے نہ کھایا تو اللہ پاک کے ہاں

متکبر گنا جاؤں گا کہ رزق گر گیا تھا اس کو اٹھا نہیں سکتے تھے؟ تکبر کیا اس کو کھا نہیں سکتے تھے؟''

ان کے اصرار پر میں نے نوالہ ان کے حوالے کیا۔ تب انہوں نے بقایا کھانا کھایا۔

آپؒ کی دعا

اکثر یہ پڑھا کرتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اَحْیِنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاَمِتْنِیْ مِسْکِیْنًا وَّاحْشُرْنِیْ فِیْ زُمْرَةِ الْمَسَاکِیْن

اور حقیقی معنوں میں مساکین کی سی زندگی بسر فرمائی اور اپنے اہل وعیال کو بھی اسی کی تلقین فرماتے رہے۔

طہارت وپاکیزگی

طہارت و پاکیزگی ان کا شعار تھی۔ خوشبو پسند فرماتے، ہمیشہ پاک وصاف رہا کرتے تھے۔ لباس، جسم، زبان، خیالات کی پاکیزگی کا بہت خیال فرماتے۔ میں نے آج تک ان کی زبان سے گالی گلوچ نہیں سنی تھی۔ کبھی کبھار نالائق شاگردوں پر استاد کو غصہ تو آ ہی جاتا ہے۔ سرزنش کے لئے غصے میں بعض اوقات شاگردوں کو بے وقوف، خبیث اور نالائق وغیرہ کہہ لیتے تھے۔ کبھی کسی کی بدگوئی نہ کرتے۔ چغلی نہ کھاتے، غیبت نہ کرتے، اگر کبھی کوئی غیبت کرنے لگتا تو فوراً منع فرما دیتے کہ اپنے ساتھ مجھے گناہگار نہ کرو۔ کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا نہ کرتے۔ ہمیشہ زبان کی پاکیزگی کا خیال کرتے۔

خیالات بھی بڑے ہی نیک رکھتے۔ کبھی لالچ نہ کرتے، حسد نہ کرتے۔ کبھی کوئی فحش کلامی نہ کرتے۔ نہ ہی ایسے رسائل وکتب کا سماع کرتے جو ہیجان انگیز ہوں کبھی گھر میں کسی بچے کو کوئی ناول یا رسالہ پڑھتے ہوئے سن پاتے تو فوراً منع فرما دیتے۔ فرماتے:

www.foyuz.blogspot.com

''اگر رسائل کا اتنا ہی شوق ہے تو آؤ ہم مل کر رسائل پڑھتے ہیں۔ جن میں

دین و دنیا کا فائدہ ہو۔''

اس نیک غرض کے لئے انہوں نے تین رسائل سالانہ چندہ ادا کر کے لگوا دیے۔ ''خدام الدین''، ''ترجمانِ اسلام''، ''پیامِ اسلام''۔ ان رسائل میں دین و دنیا دونوں مل جاتے ہیں۔ با قاعدہ خود بھی سنا کرتے اور ہمیں بھی پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ دیگر کتب میں تفسیر ابن کثیر، سیرۃ صحابہ کرام پڑھنے کو عنایت فرماتے۔ ہمیشہ خیالات، اعمال کی پاکیزگی کی تلقین فرماتے تھے۔ کبھی کسی کو گزند نہ پہنچاتے۔ دکھی بہن بھائیوں کی دل جوئی فرماتے، صابر رہتے، صبر کی تلقین فرماتے اللہ پاک ہی مولیٰ، رب، رازق، ناصر، خبیر اور علیم ہے۔

جسم و لباس کو ہمیشہ پاک صاف رکھتے۔ غسل کرتے تو غسل کا حق ادا کر دیتے۔ طہارت کا پورا خیال کرتے۔ اعضاءِ وضو کو نہایت اہتمام سے دھوتے۔ مبادا کوئی بال سوکھا رہ جائے۔ ہم لوگ پہلے شہر میں رہائش پذیر تھے۔ مدرسہ بھی تنگ گلیوں میں ہے جہاں مکان کی بالائی منزل سے پانی پرنالوں کے ذریعے نیچے آتا ہے۔ اگر کبھی کسی پرنالے سے پاؤں پر چھینٹے پڑ جاتے تو شک رفع کرنے کی خاطر کئی دفع دھوتے۔ پھر پورا غسل کرتے کہ جسم کی طہارت قبر کی تنگی سے ان شاء اللہ محفوظ رکھے گی۔

جمعۃ المبارک اور عیدین کے غسل کا بھی خاص اہتمام کیا کرتے۔ خوشبو کو بہت پسند کرتے۔ ہمیشہ نہانے کے بعد عطر استعمال کرتے۔ عطریات میں انہیں شمامۃ العنبر، حنا، خس اور صندل بہت پسند تھے۔ موسم کے لحاظ سے اول الذکر دو عطر سردیوں میں اور مؤخر الذکر گرمیوں میں استعمال کرتے تھے۔ انتہائی گرمی میں پاؤڈر کا استعمال بھی کرتے۔

مسواک

مسواک بڑی باقاعدگی سے کرتے تھے۔ بعض اوقات ہر وضو کے وقت مسواک کرنے لگ جاتے۔ کبھی کبھار مسواک مسوڑھوں کو لگ جاتا اور خون بہنے لگتا۔ ہم کہتے:

سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

''ابا جان! آپ اس قدر مسواک کرتے ہیں کہ مسوڑھے متورم ہو جاتے ہیں۔''

فرماتے: ''تم نے سنا تو ہو گا حدیث پاک ہے

اَلسِّوَاکُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ مَرْضَاةٌ لِّلرَّبِ

مسواک منہ کو پاک کرتی ہے اور رب کو راضی کرتی ہے۔''

غرضیکہ وہ سر سے لیکر پاؤں تک طہارت کا پورا پورا خیال کرتے تھے۔ اللہ پاک ان کو اجرِ جزیل عطا فرمائیں۔ آمین۔

عبادت

آپ ایک انتہائی عابد، زاہد اور متقی انسان تھے۔ میں نے کبھی انہیں کسی خوشی، غمی کو عذرِ لنگ بنا کر عبادت کو چھوڑتے نہیں دیکھا اور نہ کبھی کسی سے سنا۔ ان کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ بہت زیادہ تکلیف میں ہوں، کھڑے نہ ہو سکتے ہوں۔ بیٹھ کر، اشارے سے ہی نماز ادا کر لیتے مگر قضا نہ ہونے دیتے۔ انہیں دردِ گردہ کی تکلیفِ شدید ایک طویل عرصہ رہی ہے۔ اللہ پاک ان امراض سے ہم سب کو محفوظ رکھیں۔ جن لوگوں کو اس درد سے سابقہ پڑا ہے وہ جانتے ہیں کس قدر بے چین کرنے والا ہوتا ہے۔ وہ درد کی انتہائی تکلیف میں بھی نماز ادا کرتے تھے۔ تہجد بھی شاید ہی انہوں نے کبھی چھوڑی ہو۔ نمازِ جمعہ وہ خود اونچی مسجد کناری بازار میں پڑھایا کرتے تھے۔ عیدین بھی کبھی نہ چھوڑتے۔ کلامِ پاک کثرت سے پڑھا کرتے۔ صبح و شام کی مسنون دعائیں بھی پڑھا کرتے تھے۔ اس کے علاوہ انہیں جب بھی وقت میسر آتا نوافل پڑھتے، سوائے ممنوعہ اوقات کے۔ اکثر و بیشتر میں نے انہیں مصلےٰ ہی پر دیکھا۔ ان کی عبادت گزاری کا یہ عالم تھا کہ آخری طویل بیماری میں وہ وضو نہیں کر سکتے تھے۔ بڑی مشکل سے فتویٰ حاصل کر کے انہیں تیمّم پر رضا مند کیا۔ پھر بیٹھ کر ہی نماز ادا کرتے رہے۔ تہجد آخری دنوں میں بھی نہیں چھوڑی۔ انہیں بہت شدید تکلیف تھی۔ اعصاب میں تناؤ کے باعث اٹھ بیٹھ نہیں سکتے تھے یہاں تک کہ مجھ جیسا ناتواں انسان پوری طاقت سے انہیں اٹھا نہیں سکتا تھا۔ ان کے گھٹنوں

www.foyuz.blogspot.com

کوختم نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یہ صرف ان کے آخری سفر سے صرف تین روز پہلے کی بات ہے۔ رات کے دو بجے مجھے آواز دی فرمانے لگے:

''مجھے نماز کے لئے اٹھنا ہے مجھے بٹھا دو۔''

میں ان کی حالت سے بخوبی واقف تھی۔ میں نے عرض کیا کہ:

''آپ بیٹھ کر نماز پڑھ سکیں گے؟''

فرمانے لگے:

''ان شاء اللہ ضرور اٹھ کر نماز پڑھ سکوں گا۔''

میں نے اپنی پوری کوشش کی مگر وہ اُٹھ نہ سکے، میں نے لٹا کر ان کے سینے پر تیمّم کی مٹی رکھی، تیمّم کروایا، فرمانے لگے:

''چار پائی کا رخ صحیح کر دو۔''

پھر انھوں نے نماز ادا کی۔ اس قدر استقلال تھا نماز کے معاملے میں ان کی طبیعت میں کہ ہاتھ پاؤں ہار چکے تھے مگر عزم وہمت موجود ہے اور دل زندہ ہے۔ اللہ پاک کا نام لینے کے لئے زبان قائم تھی۔ ویسے زبان صحیح کام نہیں کرتی تھی۔

خود صابر، اوروں کو صبر کی تلقین

کسی جسمانی، روحانی تکلیف پر میں نے ان کو ہائے وائے کرتے نہیں سنا کہ خدا کی ذات سے شکوہ کریں یا لوگوں کی طرح یہ ہی کہیں کہ:

''میں نے ساری عمر دکھوں ہی میں گزار دی، کبھی سکھ نہیں دیکھا۔''

اگر کوئی تکلیف آجاتی تو ہمیشہ یہی فرماتے:

''میرے گناہوں کی سزا ہے۔''

بڑے سے بڑا صدمہ دل کو پہنچتا تو خود بھی صبر کرتے اور دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتے۔ چھوٹے بچے فوت ہو جاتے تو یوں دوسروں کو سمجھاتے کہ:

''دیکھو لے کر تو وہی گیا ہے جس کا مال تھا۔ آپ کا تو وہ مال نہیں تھا۔ آپ عارضی محافظ تھے۔ اب اگر اس صدمے پر صبر کرو گے تو اجر ملے گا اور نجات کا باعث ہوگا اگر صبر نہیں کرو گے تو گناہ گار ہو گے۔''

پھر اس کی بشارت دیتے کہ:

''صبر کرو گے تو یہی بچہ جس کی جدائی دکھ کا باعث بنی ہے آپ کو پکڑ کر جنت میں ساتھ لے کر جائے گا۔ اس وقت تک جنت میں داخل نہیں ہوگا جب تک والدین کو ساتھ نہ لے جائے۔''

قاری صاحب مرحوم نہایت سلجھی ہوئی طبیعت رکھتے تھے مگر قادرِ مطلق نے ان کی طبیعت میں بڑی لچک رکھی تھی۔ وقت اور حالات کے مطابق اپنی طبیعت کو فوراً بدل لیتے تھے۔ کبھی بذلہ سنجی اور ہنسنے ہنسانے کے لئے بن جاتے۔ کبھی بچوں کے ساتھ بچوں کی طرح توتلی باتیں بھی کرتے۔ انہیں خوش رکھنے کی ہر ممکن جائز کوشش فرماتے۔ گود میں اٹھا کر پیار کرتے۔

بڑوں کے ساتھ بڑوں والی باتیں بھی کرتے۔ روتی ہوئی محفل کو منٹوں میں ہنسا دیتے۔ لطیفے سناتے۔ عمدہ عمدہ چٹکلے جو کہ اخلاق سے گرے ہوئے نہ ہوتے سناتے۔ شہر کی رہائش کے زمانے میں بڑی عمر کے شاگرد اور عزیز رات گئے تک کبھی کبھار محفل گرم کرتے، جہاں حدود شریعت کے اندر ہنسی مذاق کا دور چلتا رہتا۔ اس کے برعکس ہنستی ہوئی محفل کو احکامِ الٰہی سنا کر اور ڈرا کر رُلا بھی دیتے۔

خود شاعر تھے۔ فضلؔ تخلص کرتے تھے۔ اقبالؒ، جامیؒ اور غالبؒ ان کے پسندیدہ شاعر تھے مگر ان کی شاعری عشقِ حبیب ﷺ، عشق دیارِ حبیب ﷺ تک محدود تھی۔ ان کے کلام کا مجموعہ میرے پاس موجود تھا جو بدقسمتی سے کہیں رکھ کر بھول گئی ہوں۔ بڑا عمدہ اور سادہ کلام تھا، اثر انگیز بھی اتنا کہ جنہیں دیارِ حبیب ﷺ دیکھنے کی چاہت ہو اگر وہ یہ کلام سن پائیں

www.foyuz.blogspot.com

توان کی آرزوئیں تیز تر ہونے لگیں۔

ارکانِ اسلام کی پابندی کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں حج بیت اللہ کی سعادت بھی نصیب فرمائی تھی۔ صرف ایک دفعہ حج کے لئے تشریف لے گئے تھے ۱۹۵۲ء میں۔ اس کے بعد ان کی تشنگی اور بڑھ گئی تھی مگر اتفاق سے دوبارہ یہ سعادت حاصل نہ کر سکے۔ مدینہ طیبہ اور حجاز میں گزارے ہوئے لذت بخش لمحات اور روح پرور اذانوں کا کیف وسرور وہ تادم حیات محسوس کرتے اور تڑپ تڑپ کر رو پڑتے۔ بار بار دعا کیا کرتے کہ:

''اللہ پاک مجھے بار بار لے جائیں۔ یہاں تک کی اسی سفر میں میرا
خاتمہ بالخیر ہوجائے۔''

مگر جیسے اللہ پاک کو منظور۔ ان شاء اللہ ان کی وہ تڑپ اور آرزو رائیگاں نہیں جائے گی۔ اللہ پاک جو کہ بہتر اجر دینے والے ہیں۔ انہیں ضرور اجر دیں گے۔

حجاز، عرب کے قراء کرام کی تلاوت بڑے شوق سے سماعت فرماتے تھے۔ یہاں تک کہ کہیں دور سے کسی ریڈیو کی آواز سنائی دیتی تو فوراً وہ اسٹیشن تلاش کر کے تلاوت سماعت فرماتے۔ یا کوئی اور قاری صاحب پڑھتے ہوں، آپ گہری نیند سے بھی تڑپ کر بیدار ہوجاتے اور کلام پاک سن کر محظوظ ہوتے۔ یہ ان کا کلامِ پاک سے خاص لگاؤ کا نتیجہ تھا۔

گھریلو زندگی

قاری صاحب مرحوم نے دو نکاح کیے۔ پہلے نکاح سے کوئی اولاد نہ تھی اور بیوی صاحبہ بھی ایک ڈیڑھ سال زندہ رہ کر قادرِ حقیقی سے جاملیں۔ دوسرے نکاح سے ان کے پس ماندگان میں صرف تین بچے ہیں۔ ایک لڑکا قاری افضال الحق اور دولڑکیاں حنیفہ [1] اور ام کلثوم بقیدِ حیات ہیں۔

[1] اب حنیفہ کا بھی انتقال ہوچکا ہے۔

ان کا اپنے گھر والوں سے ساری عمر اتنا اچھا سلوک رہا کہ نبی کریم ﷺ کے اتباع کی حتی الامکان پوری کوشش کیا کرتے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دیں۔ آمین۔

انہوں نے اپنی اولاد کو دنیوی تعلیم کی بجائے دینی تعلیم دلانا اپنا فرض سمجھا۔ نمازِ پنجگانہ پابندی سے شروع میں پڑھوایا کرتے تھے۔ اور بچپن ہی میں عادت ڈالتے تھے جب بچے اور سب گھر والے پنجگانہ نماز پڑھنے لگ گئے تو وہ مطمئن ہوگئے۔ کلام پاک خود اپنے بچوں کو پڑھایا۔ اس کی روزانہ عادت ڈالنے کے لئے صبح بلا ناغہ خود سماعت فرمایا کرتے تھے۔ صبح کے وقت روزانہ منزل کے علاوہ سورۂ یٰسین بھی پابندی سے پڑھنے کی عادت ڈالی۔ جمعۃ المبارک کے دن سورہ کہف کی پابندی کی بھی عادت ڈالی۔

بھائی قاری افضال الحق صاحب کو سند یافتہ قاری بنایا اور دیگر دینی علوم سے بھی روشناس کرایا تا کہ قیامت کے روز وہ سرخرو ہوسکیں۔ وہ لاڈلی طبیعت کے مالک تھے۔ کسی روز طبیعت تساہل پر اتر آتی تو شرارۃً کہتے:

''اباجان! آج سنانے کی چھٹی۔''

آپ لاڈ سے سمجھاتے:

''بیٹا! مجھے تو اس دنیا مین جو کچھ ملا ہے کلامِ پاک کی بدولت ملا ہے اس کا
ناغہ نہ کیا کرو۔''

وہ کلام پاک پکڑ کر بیٹھے ہی ہوتے اور مذاق میں یہ بات کہہ دیتے تھے۔ اباجی کے فرمان کے ساتھ ہی کلام پاک سنانا شروع کر دیتے تو اباجان معصوم بچوں کی طرح خوش ہو کر بیٹے کی پیٹھ پر پیار سے تھپکیاں دیتے اور اس کو لاکھوں دعائیں دیتے۔ روزانہ کی عادت پختہ کرنے کے لئے ان کی بھی روزانہ منزل سنا کرتے۔

قاری افضال الحق صاحب حافظِ کلام پاک بھی ہیں۔ آخری تین سالوں میں جبکہ قاری صاحب مرحوم نقاہت کے باعث کسی مسجد میں جا کر نماز تراویح پڑھنے سے معذور ہوگئے

www.foyuz.blogspot.com

تھے تو گھر پر ہی افضال صاحب کی سماعت فرمایا کرتے تھے۔

محترم قاری صاحبؒ اپنی زندگی میں اعزہ کے ساتھ نہایت حسنِ سلوک سے رہے۔ اعزہ کی وفات کے بعد بھی حقِ قرابت داری نہایت حسن وخوبی کے ساتھ نباہتے رہے۔ ان کے لئے کلام پاک پڑھ پڑھ کر اور فی سبیل اللہ اشیاء غرباء میں بانٹ کر انہیں ایصالِ ثواب کرتے رہے۔

قربانی بڑے اہتمام سے کرتے تھے۔ اعزہ کی طرف سے بھی قربانی کرتے رہتے اور رسول اکرم ﷺ کے لئے بھی قربانی دیتے تھے۔

میرے لئے وہ نہ صرف شفیق باپ تھے بلکہ میرے محسن اور مکرم استاذ بھی تھے۔ انہیں کھو کر ہم نے بہت کچھ کھویا ہے۔ اللہ پاک انہیں غریقِ رحمت فرمائیں اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ اور ان کی اولاد میں ان کا نام باقی رکھیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

ام کلثوم

بہن امّ کلثوم صاحبہ بھائی حافظ محمد تنویر صاحب کی اہلیہ ہیں۔ صاحب اولاد ہیں۔ آپ کی بچیوں نے بھی پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے انگریزی کر رکھا ہے۔ سب نیک اور صالح ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے استاذ محترم حضرت قاری صاحبؒ کی ان جسمانی یادگاروں کو صحت وسلامتی کے ساتھ پُرسکون زندگی عطا فرمائیں انہیں، ان کی تمام اولاد کو اپنے ماں باپ اور اسلام کی ٹھنڈک بنائیں۔ امین۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے چند اساتذۂ کرام

حافظ قاری خدا بخش مراد آبادی رحمہ اللہ

۱۸۹۷ء - ۱۹۸۰

آپ شیخ اللہ بخش کے فرزند ہیں۔ یکم جنوری ۱۸۹۷ء کو قصبہ کانٹھ ضلع مراد آباد یو پی میں پیدا ہوئے۔

پہلے قریبی بستی سلیم پور پھر لدھیانہ اور آخر میں شیخ بڈھا موری گنج امرتسر میں حضرت مولانا نور احمد سے قرآن مجید حفظ کیا پھر انہی سے درسِ نظامی کی کتابیں بھی پڑھیں۔

۱۳۳۷ھ میں حضرت ہی نے آپ کو مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنو میں تجوید پڑھنے کے لئے بھیجا جہاں آپ نے پانچ سال کے عرصہ میں قاری محمد صدیق میمن سنگھی سے روایت حفص، قراءاتِ سبعہ بطریق شاطبیہ وقراءات عشرہ کی تکمیل کر کے سندات حاصل کیں۔

۱۳۴۱ھ میں فراغت پائی اور واپس امرتسر آ گئے جہاں مولانا نور احمد نے آپ کو مدرسہ تجوید القرآن مسجد شیخ بڈھا موری گنج میں تدریس پہ مامور کیا جہاں آپ نے ایک عرصہ تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ دو سال اپنے قصبہ کانٹھ میں مدرسہ اسلامیہ قرآنیہ قائم کر کے تدریس کی مگر لوگوں کے عدم تعاون کی وجہ سے واپس امرتسر آ کر ۱۹۴۶ء تک پڑھاتے رہے۔ تقسیم کے بعد مدرسہ ناصر العلوم قصبہ کانٹھ مراد آباد میں تدریس اور ساتھ ہی پرتھی گنج محلّہ بنجاراں میں امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔

آپ نے ہزاروں قرّاء تیار کئے جن میں اُستاذ القراء قاری فضل کریم بانی مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور، مولانا قاری محمد اسماعیل مردانی بانی مدرسہ مرکزی دار التجوید شاہ عالم

www.foyuz.blogspot.com

گیٹ لاہور، قاری محمد شریف بانی مدرسہ دارالقراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

۱۶ جمادی الثانیہ ۱۴۰۰ھ / یکم مئی ۱۹۸۰ء بروز جمعرات رات آٹھ بجے آپ کا وصال ہوا اور اپنے قصبہ کانٹھ میں تدفین ہوئی۔ [۱]

---

۱ راقم الحروف کو کئی بار آپ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا کہ آپ اکثر اپنے ممتاز شاگردوں قاری فضل کریم، مولانا قاری محمد اسماعیل، قاری محمد شریف اور ایک بھائی قاری محمد صدیق مدرس مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے پاس تشریف لایا کرتے تھے۔

حضرت قاری کریم بخش صاحب شاہجہان پوری رحمہ اللہ

۱۳۰۸ھ - ۱۳۸۱ھ

ولادت: آپ ۱۳۰۸ھ میں پیلی بھیت جلال آباد ضلع شاہجہانپور (انڈیا) میں پیدا ہوئے۔

حلیہ: درمیانہ قد، گھٹا ہوا جسم، سر پر پگڑی اور ہاتھ میں چھڑی ہوتی تھی نہایت سادہ بارعب شخصیت تھی۔ آپ کے والد ماجد کا نام شیخ الٰہی بخش رحمہ اللہ تھا۔

حفظ: اپنے وطن پیلی بھیت میں قرآن مجید حفظ کیا۔

درسیات: آپ نے جلال آباد، لکھنؤ وغیرہ میں درسیات کی تکمیل کی۔

تجوید: مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں حضرت قاری محمد صدیق صاحب میمن سنگھی رحمہ اللہ نصیر آبادی (بنگال) سے سبعہ قراءات تک کی تعلیم حاصل کی۔

امرتسر: ۱۹۲۱ء میں آپ تعلیم سے فراغت کے بعد امرتسر تشریف لائے اور تجوید کی خدمت میں مشغول رہے۔ پہلے کوتوالی مسجد واقع چوک فرید میں ۱۹۴۵ء تک اور بعد میں ۱۹۴۷ء تک گلی شیخاں واقع نزد دربار صاحب تعلیم دیتے رہے۔ لکھنؤ سے امرتسر آنے کا سبب یہ ہوا کہ ایک دفعہ آپ کے استاد بھائی حضرت قاری خدا بخش صاحب کانٹھویؒ لکھنؤ تشریف لے گئے تو قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ ہمیں بھی پنجاب لے چلو چنانچہ حضرت قاری خدا بخش صاحبؒ، آپ کو لکھنؤ سے امرتسر لے آئے اور اپنی جگہ بٹھایا اور خود ان کے ماتحت ہو کر کام کرنے لگے۔ اللہ اکبر! کیا اخلاص وایثار تھا دونوں حضرات باہم شیر وشکر ہو کر کام کرتے رہے۔

قیام پاکستان: قیام پاکستان کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور تاحیات مدرسہ رحمانیہ کرشنا گلی بانس بازار میں تدریسی فرائض سرانجام دیتے رہے۔

تجارت: تدریس کے ساتھ ساتھ آپ نے تجارت بھی کی ایک دوکان کھول رکھی تھی گھی کا

www.foyuz.blogspot.com

کاروبار کیا کرتے تھے۔

استغناء

ایک مرتبہ ایک نواب صاحب کا خط قاری صاحب رحمہ اللہ کے پاس آیا جس میں لکھا تھا کہ میں نے آپ کی پڑھائی کی بہت تعریف سنی ہے میری خواہش ہے کہ آپ میرے پاس آ جائیں اور میرے دو بچوں کو قرآن مجید حفظ کروادیں آپ کو سو روپے تنخواہ دی جائے گی اور اس کے علاوہ رہنے سہنے کے انتظامات جدا ہوں گے۔

قاری صاحب رحمہ اللہ نے جواباً لکھا ''آپ کا خط ملا آپ کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے یاد کیا واقعی تنخواہ کافی ہے اور یقیناً رہنے سہنے کا انتظام بھی شاہانہ ہوگا اس لئے کہ آپ نواب صاحب ہیں اس وقت میرے پاس دوسو کے لگ بھگ بچے پڑھ رہے ہیں جو یقیناً سب غریب ہیں اگر میں ان کو چھوڑ کر آپ کے پاس آ گیا تو ان کا کیا بنے گا؟ آپ کے پاس اگر میں نہ آیا تو اچھے سے اچھے پڑھانے والے کی خدمات آپ حاصل کر سکتے ہیں ویسے بھی دو بچوں کی خاطر دوسو بچے نہیں چھوڑ سکتا اس لئے معذرت خواہ ہوں۔''

حق گوئی

حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی رحمہ اللہ نے ایک دفعہ لاہور میں تقریر فرمائی۔ تقریر کے بعد مولانا سے قاری صاحب کا تعارف ہوا تو فرمایا آپ تقریر تو بہت اعلیٰ کرتے ہیں مگر تجوید کی کمی ہے۔ مولانا نے وعدہ فرمایا کہ آئندہ یہ شکایت نہ رہے گی۔

مزاح

ایک دفعہ ایک امتحان سے قاری صاحبؒ فارغ ہوئے تو ان کے سامنے گوشت رکھا گیا قاری صاحبؒ نے ایک بوٹی کو اٹھایا اور فرمایا اسمٰعیل! اس بوٹی کو تم اپنی طرف کھینچو میں بھی کھینچتا ہوں میں ایسا کرنے پر تم سے ناراض نہیں ہوں گا میں تمہاری تعلیم کے لئے ایسا کرتا ہوں کہ گوشت کی یہ بوٹیاں گلنے سے رہ گئی تھیں۔

ایک دفعہ حضرت قاری محمد اسمٰعیل صاحبؒ کے چند شاگرد مدرسہ رحمانیہ کرشنا گلی حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے پاس امتحان دینے گئے کتاب ساتھ نہ لے گئے امتحان میں جب انہیں بلایا گیا تو قاری صاحبؒ نے کتاب طلب کی۔ طلباء نے عرض کی کہ ہم کتاب اس لئے نہیں لائے کہ ہم سمجھتے تھے کہ ہمارے مؤقر ممتحن قاری صاحب عالم و فاضل ہیں انہیں کتاب کی کیا ضرورت ہوگی فرمانے لگے واہ بھئی واہ! شکار کھیلنے آئے اور ہتھیار ندارد۔

ترغیب دین

اپنے طلباء کو ہمیشہ دین پڑھانے کی ترغیب دیتے تھے حضرت کے مایہ ناز شاگرد حضرت قاری محمد اسمٰعیل صاحب الکندویؒ (شاہ عالمی والے) نے راولپنڈی میں مطب کر لیا تھا حضرت قاری صاحب کو معلوم ہوا تو ایک خط لکھا کہ ''تمہیں کیا اس لئے پڑھایا تھا کہ دوائیں بیچو'' حضرت قاری محمد اسمٰعیل صاحبؒ کی بھی داد دینی پڑتی ہے کہ استاذ کا خط ملتے ہی لاہور چلے آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔

ممتحن

حضرت قاری تقی الاسلام صاحب مدظلہٗ سوانح حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ میں ص ۳۹ پر تحریر فرماتے ہیں کہ ''حضرت قاری کریم بخش صاحب ہمارے ممتحن تھے اور آخر عمر تک حضرت ہی مدرسہ ہذا (تجوید القرآن) کے شعبہ ہائے حفظ و تجوید کا امتحان لیتے رہے، طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ہفتہ ہفتہ تک بلکہ اس سے زیادہ دنوں تک تسلسل کے ساتھ امتحان چلتا رہتا تھا۔ حضرت قاری صاحبؒ اپنی طبیعت میں منفرد تھے۔ آپ امتحان کے نمبر دینے میں کسی کی سفارش وغیرہ قبول نہیں کرتے تھے بلکہ حضرت حق جل مجدہٗ نے حضرت قاری صاحبؒ کو ایسا رعب بخشا تھا کہ کسی کو غلط قسم کی بات کرنے کی جرأت نہیں ہوتی تھی حضرت کے ہاں جَفَّ الْقَلَم والی بات تھی جو لکھا گیا سو لکھا گیا حضرت کو اللہ تعالیٰ نے امتحان لینے میں ایسا ملکہ عطا فرمایا تھا کہ کبھی حق والا حق سے محروم نہیں ہوا اور ناحق کو حق نہیں ملا۔

www.foyuz.blogspot.com

ایک مرتبہ کسی بڑے ادارہ نے حضرت کو تجوید کے امتحان کے لئے مدعو کیا امتحان کے لئے جو بھی آیا فیل ہوتا گیا حتیٰ کہ سب ہی فیل ہوگئے حضرت کا اپنا ایک معیار تھا اس پر جو پورا نہیں اترا اس کی قطعاً پرواہ نہیں کی اور فیل کر دیا جب تک ایسے امین رہے دین کا کام رکا نہیں ترقی کرتا چلا گیا۔ بعد میں ان لوگوں نے واپسی کے لئے سواری تک کا انتظام نہیں کیا۔''

تلامذہ

۱۔ حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحب رحمہ اللہ بانی جامعہ اشرفیہ لاہور۔
۲۔ حضرت مولانا عبید اللہ صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔
۳۔ حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب مدظلہٗ نائب مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور۔
۴۔ حضرت قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ بانی مدرسہ تجوید القران رنگ محل لاہور۔
۵۔ قاری عبید الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ راولپنڈی۔
۶۔ قاری محمد ایوب صاحب کراچی۔
۷۔ قاری حبیب الرحمٰن صاحب راولپنڈی۔
۸۔ قاری غازی اللہ صاحب راولپنڈی۔
۹۔ قاری محمد طفیل صاحب امرتسری ثم لاہوری۔
۱۰۔ قاری حافظ عبد الرحمٰن صاحب رنگ محل لاہور۔
۱۱۔ حضرت قاری محمد اسمٰعیل صاحب الکندویؒ بانی مرکزی دار التجوید والقراء شاہ عالمی لاہور
۱۲۔ حضرت مولانا قاری سید ابوذر عطاء المنعم شاہ بخاری رحمہ اللہ فرزند اکبر امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔
۱۳۔ حضرت قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ بانی مدرسہ دار القراء ماڈل ٹاؤن لاہور۔
۱۴۔ قاری عبد اللہ صاحب گوجرانوالہ۔
۱۵۔ قاری عبد الغنی صاحب۔
۱۶۔ قاری عبد الولی صاحب بہاولپوری۔
۱۷۔ قاری عبد الرؤف صاحب۔

۱۸۔ قاری بشیر احمد صاحب۔
۱۹۔ قاری محمد شفیع صاحب گوجرانوالہ۔

ازدواج

آپ نے یکے بعد دیگرے پانچ نکاح کئے چار بیویوں میں سے اولاد ہوئی مگر فوت ہوگئیں۔ پہلی بیوی سے ایک لڑکی ہے۔

اولاد

آخر میں اللہ تعالیٰ نے ایک بیٹا عطا فرمایا۔ قاری صاحبؒ کے صاحبزادے مولانا قاری عطاء الکریم صاحب مدظلہٗ کی تعلیم میں حضرت قاری محمد اسمٰعیل صاحبؒ کا بڑا ہاتھ ہے انہیں حفظ کرایا تجوید پڑھائی اور جامعہ اشرفیہ کا فاضل بنایا۔ تعلیم کے ساتھ ساتھ تربیت بھی فرمائی اور اپنے استاد کی شاگردی کا حق ادا کرنے کی احسن انداز میں کوشش فرمائی۔

وفات

۱۲ دسمبر ۱۹۶۱ء/۱۳۸۱ھ بروز منگل لاہور میں وفات پائی۔

مدفون

لاہور کے مشہور قبرستان میانی صاحب میں غازی علم الدین شہیدؒ کے مزار کے پاس آپ مدفون ہیں۔

ے ماخذ: سوانح قاری عبد المالک صاحبؒ، سوانح قاری فضل کریم صاحبؒ، سوانح قاری محمد شریف صاحبؒ، سوانح قاری محمد اسمٰعیل صاحبؒ۔ یہ تذکرہ قاری حبیب الرحمٰن صاحب نے زیادہ تر میری تصانیف سے مرتب کیا ہے۔

www.foyuz.blogspot.com

مولانا عبدالرحمٰن صاحب ہزاروی رحمہ اللہ

صدر مدرس مدرسہ نعمانیہ امرتسر

۱۹۰۰ء - ۱۹۴۷ء

آپ ''دونبدی'' نزد خان پور تحصیل ہری پور، ہزارہ میں برہان الدین صاحب کے گھر ۱۹۰۰ء میں پیدا ہوئے۔

بھیرہ قریبی گاؤں سے پرائمری کا امتحان پاس کیا۔ ابتدائی دینی تعلیم فقیر صاحب آف الائی (جو ان دنوں بھیرہ کی مسجد میں قیام پذیر تھے) سے حاصل کی پھر دو سال ان کے ہمراہ آلائی (بٹگرام ہزارہ) جا کر بھی تعلیم حاصل کرتے رہے پھر مکھڈ (کیمبلپور) میں ایک سال اور مدرسہ نعمانیہ لاہور میں تین سال تک پڑھتے رہے پھر امرتسر میں حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ سے بھی چند کتابیں پڑھیں۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ دو سال میں موقوف علیہ کی تکمیل کی اور تیسرے سال ۱۳۴۰ھ میں حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیریؒ، مولانا میاں اصغر حسین، مولانا محمد رسول خان ہزاروی، مولانا سراج احمد رشیدی اور مولانا شبیر احمد عثمانی سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند حاصل کی۔ ''فہرست فضلائے دیوبند'' ۶۷ویں نمبر پر آپ کا نام آیا ہے۔

فراغت کے بعد مدرسہ ''نصرۃ الحق'' امرتسر میں تین سال تدریس کی پھر مدرسہ نعمانیہ امرتسر میں مدرس اوّل و صدر مدرس کے منصب پر فائز رہ کر اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔ تدریس کے ساتھ افتاء کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔ تقسیم ملک سے کوئی دو ماہ پہلے امرتسر سے بیمار ہوکر اپنے گاؤں ''دونبدی'' چلے آئے اور ۲۶ رمضان المبارک ۱۳۶۶ھ کو فجر کی اذان کے وقت انتقال کر گئے۔ ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو آپ کے بڑے فرزند مولوی حافظ عبید الرحمٰن صاحب نے نمازِ جنازہ پڑھائی پھر آپ کو ''دونبدی'' کے ذاتی قبرستان میں سپرد خاک کر دیا گیا۔

بیعت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے ہاتھ پہ کی۔ ان کے وصال کے بعد حضرت مولانا احمد خاں کندیاں شریف والوں سے رابطہ قائم کیا تھا۔

تصانیف میں ''الطلاق الدفعی فی الطلاق الرجعی'' ''احکام الاحبار باحکام الاخیار اور رفع الملام عن شیخ الاسلام''، تین کتابیں مطبوعہ چھوڑیں۔ آخری کتاب حضرت تھانویؒ کے دفاع میں لکھی تھی۔

اولادِ نرینہ میں مولوی حافظ عبید الرحمٰن، مولوی حافظ حبیب الرحمٰن اور حافظ الطاف الرحمٰن صاحب ہیں۔

ممتاز تلامذہ:

۱۔ مولانا ابوالبیان محمد داؤد فاروقی خلف مولانا نور احمد صاحب پسروری ثم امرتسری۔
۲۔ حضرت مولانا عبداللہ صاحب خانقاہ سراجیہ کندیاں شریف، ضلع میانوالی۔
۳۔ استاذ القراء جناب قاری کریم بخش صاحب امرتسری۔
۴۔ استاذ القراء مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب لاہور۔
۵۔ استاذ القراء جناب قاری فضل کریم صاحب بانی مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور۔
۶۔ مولانا سید عطاء المنعم بن حضرت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری۔
۷۔ مولانا فخر الدین بن مولانا نصیر الدین شیخ الحدیث غورغشتوی۔
۸۔ مولانا محمد عثمان مہتمم مدرسہ عثمانیہ شمس آباد اٹک۔
۹۔ حکیم محمد موسیٰ امرتسری حال لاہور۔
۱۰۔ مولوی قاری محمد شریف صاحب سابق صدر شعبہ تجوید، مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار لاہور و بانی دارالقراء بی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور۔

www.foyuz.blogspot.com

حضرت قاری صاحب کے مربی وپیرومرشد

حضرت قاری صاحب کے مربی اور پیرومرشد حکیم الامت حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تھے۔ان سے روحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔ان کے وصال کے بعد مولانا محمد انوری فیصل آبادی رحمہ اللہ سے روحانی تربیت حاصل کرتے رہے۔مولانا محمد انوری کے فرزند مولانا محمد ایوب الرحمٰن صاحب کا کہنا ہے کہ حضرت قاری صاحب کو میرے والدِ ماجد سے بیعت کرنے کی اجازت حاصل تھی۔میرے والدِ ماجد اپنے اُستاذ حضرت علاّمہ محمد انور شاہ کشمیری سے مجازِ بیعت تھے اور انہیں حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری رحمہ اللہ سے بھی بیعت کرنے کی اجازت حاصل تھی۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

۱۲۸۰ - ۱۳۶۲ھ

تھانہ بھون ضلع مظفر نگر میں ۵ ربیع الثانی ۱۲۸۰ھ کو پیدا ہوئے۔ دادھیال والوں نے عبدالغنی نام تجویز کیا لیکن حضرت حافظ غلام مرتضیٰ مجذوب پانی پتی رحمہ اللہ نے جو اپنے زمانہ کے صاحب کشف وکرامت بزرگ تھے آپ کی ولادت سے قبل آپ کا نام اشرف علی تجویز کردیا تھا چنانچہ اسی نام سے مشہور خلائق ہوئے۔اللہ تعالیٰ نے اس نام کی برکت سے حقیقی شرف وکمال سے نوازا۔ پانچ سال کے تھے کہ والدہ محترمہ کا سایہ سر سے اٹھ گیا اس کے بعد سے مستقل والد صاحب کی تربیت میں رہے اور اس میں شک نہیں کہ انہوں نے تربیت میں انتہا کردی چنانچہ ذہین اور محنتی تھے اس لیے بچپن ہی سے پڑھنے میں تیز تھے جس کی وجہ سے والد کی توجہ اور محبت آپ کی طرف نسبتہً زائد ہوگئی تھی۔ مستقبل میں اللہ تعالیٰ نے جو کمالات عطا فرمائے ان کے آثار بچپن ہی سے ظاہر ہو رہے تھے۔ بارہ تیرہ برس کا سن تھا کہ رات کے آخری پہر اٹھ کر تہجد اور وظائف میں مشغول ہوجاتے سردیوں تک میں یہی معمول رہتا۔فرماتے تھے کہ یہ شوق میرے ابتدائی استاد حضرت مولانا فتح محمد صاحب کے فیض صحبت سے پیدا ہوا تھا۔مولانا شیخ محمد صاحب محدّث تھانویؒ جو میاں جی نور محمد صاحب جھنجھانوی نوراللہ مرقدہ کے اجل خلفاء میں تھے انہوں نے مولانا اشرف علی صاحب کو بچپن میں دیکھ کر فرمایا تھا کہ ''میرے بعد یہ لڑکا ہی میری جگہ لے گا'' چنانچہ جملہ کمالات ظاہری وباطنی میں ان کے بعد آپ ہی کا نام روشن ہوا۔[۱]

''فارسی کی متوسطات اور عربی کی بعض ابتدائی کتابیں مولانا فتح محمد صاحب سے تھانہ بھون میں پڑھیں اور فارسی کی کچھ اعلیٰ کتابیں اپنے ماموں واجد علی صاحب سے پڑھیں۔اس

۱؎ خواجہ عزیز الحسن مجذوب: اشرف السوانح: لاہور: جلد اول صفحہ ۱۷۔۵۴

www.foyuz.blogspot.com

کے بعد مزید تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند آ گئے ۔عربی کی متوسطات سے لے کر آخری کتابیں تک پڑھیں ۔دیوبند میں تعلیم کے زمانہ میں مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ ،حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ ،مولانا سید احمد صاحبؒ ،مولانا عبدالعلی صاحبؒ اور ملا محمود صاحب وغیرہ سے مختلف کتابیں پڑھیں چونکہ نہایت ذکی وذہین اور محنتی تھے اس لئے جلد ہی اپنے اساتذہ کے مرکز توجہ بن گئے ۔آخر ذیقعدہ ۱۲۹۵ھ میں دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے اور ۱۳۰۱ھ کے شروع میں فارغ التحصیل ہو گئے ۔''[1]

درسیات سے فراغت کے بعد چودہ سال تک کان پور درس وتدریس کی خدمات انجام دیتے رہے ۔تدریسی خدمات کے علاوہ وعظ وارشاد بھی فرمایا کرتے تھے جس کی وجہ سے لوگ آپ سے کافی قریب ہو گئے اور باوجودیکہ کان پور میں اہل بدعت کی خاصی تعداد اور زور تھا مگر حضرت تھانوی کی محبت اور آپ سے تعلق لوگوں کے دلوں میں جاگزیں ہو گیا تھا جب کہ عمر بھی کچھ زیادہ نہ تھی ۔[2]

کان پور سے قطع تعلق کرنے کے بعد پھر تھانہ بھون ہی کو اپنا مستقر بنایا اور تاحیات وہیں رہے البتہ مجالس وعظ میں کثرت سے اور کبھی مناظروں میں شرکت فرماتے رہتے ۔آپ کی شہرت اسی راہ سے ہوئی ۔قدرت نے آپ کے وعظ میں بڑا اثر رکھا تھا۔ بڑے بڑے مجمع میں مخالفین کی اکثریت کے باوجود وعظ فرماتے اور لوگ متاثر ہوتے تھے یہی مشغلہ وعظ جو کان پور سے قطع تعلق کے بعد مستقل مشغلہ رہا تھا تاحیات باقی رہا اور تھانہ بھون میں مستقل جویان فیض اور طالبان کا تانتا بندھا رہتا۔ایک سے ایک پتھر دل آتے اور موم ہو کر جاتے ۔اس راہ سے آپ نے اسلام اور اہل اسلام کی جو خدمت کی کم ہی لوگوں کے نصیب میں آتی ہے آپ کے مواعظ اور آپ

[1] خواجہ عزیز الحسن مجذوب: اشرف السوانح: لاہور: ص۲۰۔۴۶

[2] خواجہ عزیز الحسن مجذوب: اشرف السوانح: لاہور: ص۶۷۔۷۲

کے تصنیف کردہ رسائل سے ہزار ہا ہزار گم کردہ راہ لوگوں کو راہ راست نصیب ہوئی اور بے شمار بدعات کے دروازے بند ہوئے ۔آپ کے تصنیف کردہ چھوٹے بڑے رسائل اور کتابوں کی تعداد سات سو سے متجاوز ہے ۔

۱۶/۱۵ رجب ۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹/۲۰ جولائی ۱۹۴۳ء کی درمیانی شب کو وفات پائی ۔انا للہ وانا الیہ راجعون ۔[1]

پروفیسر عبدالقیوم لکھتے ہیں ''مولانا اشرف علی تھانوی اپنے عہد کے بہت بڑے عالم، مفسر، مفتی اور متشرع تھے ۔۱۸۶۴ء/۱۲۸۰ھ میں تھانہ بھون میں پیدا ہوئے اور ۱۹۴۳ء/۱۳۶۲ھ میں وفات پائی ۔

مولانا تھانوی بھی کثیر التصانیف علماء میں سے تھے ۔ چار سو سے زائد کتابوں کے مصنف ہیں ۔مولانا محمد یعقوب دیوبندی اور شیخ الہند مولانا محمود حسن آپ کے استاذ تھے ۔مولانا تمام عمر اصلاح وتلقین اور تصنیف وتالیف میں مشغول رہے ۔بیان القرآن، (تفسیر) رحمۃ القدوس ،بہجۃ النفوس فی احادیث التصوف وغیرہ آپ کی اہم تصانیف ہیں'' ۔[2]

مولانا قاری محمد طیّب قاسمی لکھتے ہیں '' آپ حکیم الامت ،مشہور محدّث، عارف باللہ، فقیہہ اور بزرگ تھے ۔آپ دین کے ہر شعبہ کے کاموں کے لئے من اللہ موفق تھے ۔کئی سال کان پور کے مدرسہ جامع العلوم میں درس قرآن وحدیث دیا جس سے آپ کے تلامذہ ملک کے ہر ہر خطے میں پھیل گئے ۔ ہندوستان کا کوئی گوشہ نہیں چھوڑا کہ سفر کر کے وعظ وتبلیغ نہ فرمایا ہو،تصنیف کے میدان میں قدم رکھا تو ہر علم وفن میں ہزار سے اوپر تصانیف ورثہ میں چھوڑیں ۔آخر میں خانقاہ

[1] ڈاکٹر اقبال حسن: شیخ الہند مولانا محمود حسن: (ممتاز تلامذہ میں) علی گڑھ :ص۲۹۴

[2] پروفیسر عبدالقیوم : تاریخ ادبیات مسلمانان پاکستان وہند : جامعہ پنجاب ۱۹۷۲ء : ج ۲ :ص ۴۰۹۔۴۱۰

www.foyuz.blogspot.com

امدادیہ تھانہ بھون میں مقیم ہوئے تو ہندو بیرون ہند کے ہزارہا انسانوں کو بیعت وارشاد کے سلسلہ سے واصل فرمایا۔ بڑی تعداد میں آپ کے خلفاء ہیں جنہوں نے مختلف خطوں میں اصلاح وتربیت کا کام مختلف رنگوں سے انجام دیا۔ آپ حضرت مولانا محمد یعقوب صاحبؒ اولین صدر المدرسین دارالعلوم دیوبند سے مستفید ہیں جو حدیث وتفسیر میں حضرت نانوتیؒ سے بھی مستفید ہیں نیز آپ حضرت نانوتویؒ سے بھی براہِ راست بھی بعض تفسیری درسوں میں مستفید ہوئے۔ حکیم الامت کا لقب آپ کے لئے اسم بامسمّی تھا۔ بہر حال آپ کی تقریر، تحریر، تصنیف اور تبلیغ سے لاکھوں مسلمانوں کو علمی وعملی فیض پہنچا اور ہزاروں کی باطنی اصلاح ہوئی۔[1]

---

[1] مولانا قاری محمد طیب قاسمی: دارالعلوم دیوبند: دہلی : جون ۱۹۶۵ء صفحہ ۶۱۔۶۲۔

مولانا محمد انوری فیصل آبادی رحمہ اللہ

۱۹۰۱ - ۱۹۷۰ء

آپ ۶ صفر ۱۳۱۹ھ، ۲۵ مئی ۱۹۰۱ء میں مولانا فتح دین کے گھر موضع اُگی تحصیل نکودر ضلع جالندھر میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد اپنے علاقہ کے متدین بزرگ، ممتاز عالمِ دین اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگردِ رشید تھے۔

ابھی آپ چھ ماہ ہی کے تھے کہ آپ کے والد صاحب کو چک نمبر ۲۴۸ گ ب، لائل پور میں زمین ملی اور وہ اسی چک میں مقیم ہوگئے۔ ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی، پھر ''رائے پور گوجراں'' کے مدرسہ میں حضرت مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب اور حضرت مولانا حافظ فضل احمد صاحب سے درسِ نظامی کی کتابیں پڑھیں۔ مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور حضرت مولانا محمود حسن شیخ الہند کے خلیفہ تھے۔

اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۳۳۸ھ، ۱۹۲۰ء میں علّامہ انور شاہ کشمیریؒ سے دورۂ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد درس وتدریس اور وعظ وتبلیغ کے ساتھ مناظرے بھی کرتے رہے۔

قیامِ پاکستان کے بعد فیصل آباد آکر دینی مدرسہ کا اجراء کیا۔ 'مسجد انوری' کی تعمیر کروائی اور گھر میں مدرسۃ البنات قائم کر کے تدریسی خدمات انجام دیں۔

دینی مدرسہ میں ۱۹۶۶ء تک دورۂ حدیث بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کے تلامذہ بکثرت ہیں۔

صوفیانہ مسلک: مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب نے آپ کو شیخ الہند مولانا محمود حسنؒ سے بیعت کرایا پھر ان کے وصال کے بعد علامہ انور شاہ کشمیریؒ سے اصلاح کرواتے رہے اور اُن سے خلافت حاصل کی۔ ۱۹۳۸ء میں حضرت مولانا عبد القادر رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور ان کی طرف سے بھی مجاز بیعت ہوئے۔ آپ کے خلفاء میں مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ، مولانا

عبدالکریم فاضل مظاہر علوم سہارن پور، صدر شاہ پور ضلع سرگودہا اور حکیم عبدالمجید صاحب منڈی بہاؤالدین ہیں۔

تصنیفی خدمات: تدریس کے ساتھ تصنیف کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ ذیل میں آپ کی تصانیف کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

۱۔ الصلوٰۃ: یعنی نماز مترجم صفحات ۸۰ نماز اور اس کے مسائل پر ایک عمدہ کتاب ہے۔ بار اوّل ۱۹۴۳ء بار دوم پاکستان میں۔

۲۔ الحج المقبول! صفحات ۱۸۴، ۱۳۶۹ھ میں لاہور سے شائع ہوئی۔

۳۔ نفحات الطیب للنبی الحبیب ﷺ (عربی) سیرت پر ایک پیاری کتاب ہے، ۱۹۳۹ء میں طبع ہوئی اور عربی مدارس میں داخلِ نصاب رہی ہے۔

۴۔ سیرت خاتم الانبیا ﷺ: (اردو) $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$ سائز کے ۸۸ صفحات۔

۵۔ العجالہ (داڑھی کے متعلق شرعی فیصلہ): ۴۰ صفحات، مطبوعہ ۱۹۶۹ء سائز $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$

۶۔ مکتوباتِ بزرگاں: $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$ ۶۶ صفحات : فیصل آباد ۱۹۶۹ء۔

۷۔ انورِ انوریؒ: $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$ کے ۲۰۸ صفحات: فیصل آباد ۱۹۶۸ء۔ یہ مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے حالات و کمالات کا تذکرہ ہے۔

۸۔ ملفوظاتِ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، اس کتاب کا نیا ایڈیشن دار العلوم کراچی سے ۱۰۰ سے زائد صفحات میں شائع ہوا ہے۔

۹۔ السنن والآثار لسید الابرار: (اُردو) ۴۰۰ صفحات، احادیث در بارہ ادلہ احناف۔

۱۰۔ نطق الانور: یہ علامہ انور شاہ کی تقریرِ ترمذی ہے، ۴۵۷ صفحات، (قلمی)

۱۱۔ ترجمۂ خاتم النبیین ﷺ: یہ علامہ انور شاہ کی کتاب کا اُردو ترجمہ ہے (قلمی)

۱۲۔ مکتوبات و ملفوظات علامہ انور شاہ (قلمی)

۱۳۔ مسئلہ حیات النبی ﷺ: (قلمی)

۱۴۔ تقلید کیا ہے؟ (قلمی)

۱۵۔ ردِّ قادیانیت! (قلمی)

۱۶۔ البشارات فی حل الاشارات: بوعلی سینا کی کتاب 'اشارات' کا عام فہم اُردو زبان میں ملخص۔

۱۷۔ اربعین فن احادیث النبی الامین: $\frac{۱۸ \times ۲۲}{۸}$ کے ۴۴ صفحات، چہل حدیث کا مجموعہ بار اول ۱۳۴۶ھ پھر کئی بار۔

۱۹۔ احادیث الحبیب المتبرک: بار اول، دسمبر ۱۹۴۹ء بڑے سائز کے ۴۰ صفحات: بار دوم ۱۹۶۶ء۔

۲۰۔ سوانح مولانا انور شاہ کشمیریؒ افسوس کہ یہ کتاب تقسیمِ ملک کی وجہ سے رائے کوٹ لدھیانہ میں رہ گئی۔

۲۱۔ حیاتِ انور: میں دیگر اہلِ علم حضرات کے مضامین میں ایک مفصل مضمون آپ کا بھی شامل ہے۔

۲۲۔ ردِّ قادیانیت میں ایک رسالہ۔

وصال: ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۸۹ھ، ۲۲ جنوری ۱۹۷۰ء کو صبح سات بجے آپ کا وصال ہوا۔

اولاد: میں مولانا حافظ مولانا عبدالرحمٰن، عزیز الرحمٰن، مولانا حافظ سعید الرحمٰن، مولانا حافظ مسعود الرحمٰن، مولانا حافظ مقبول الرحمٰن اور مولانا حافظ ایوب الرحمٰن اور تین دختران ہیں۔ آپ کی بچیاں بھی عالمہ ہیں اور بیٹوں کی بیویاں بھی قرآن مجید کی حافظہ اور عالمہ ہیں۔''[1]

۱۔ مولانا عبدالرحمٰن (۱۹۲۳ – ۱۹۴۸ء): پہلے رائے پور گجراں جہاں مولانا فقیر اللہ صاحب پڑھاتے رہے وہاں تعلیم حاصل کی تکمیل والد صاحب سے کی پھر بہاول پور سکول میں کچھ

[1] ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن : مشاہیر علماء : لاہور : ۱۹۹۷ : جلد اول : ص ۴۲۲

www.foyuz.blogspot.com

عرصہ پڑھایا، والد صاحب نے پاکستان بننے کے بعد فیصل آباد بلالیا، رائے گوٹ لدھیانہ انارکلی بازار فیصل آباد میں تجارت کی۔ لاولد فوت ہوئے۔

۲۔ مولانا عزیز الرحمٰن (۱۹۳۰ - ۱۹۹۸ء):۔ رائے پور میں پڑھا، دورۂ حدیث کے پرچے دارالعلوم دیوبند بھیجے گئے اور سند وہاں سے مولانا اعزاز علی صاحب کے توسط سے دی گئی۔ فراغت کے بعد حج اور شادی ہوئی مدرسہ تعلیم الاسلام فیصل آباد میں والد کے ساتھ تدریس...... کرتے رہے، کافی شاگرد ہیں۔ دو بچے مولوی حبیب الرحمٰن اور مولوی خلیل الرحمٰن فاضل خیر المدارس مولانا عزیز الرحمٰن کئی مدارس اور مساجد انوارالقرآن کے نام سے قائم کئے۔ مولانا عبدالعزیز چک نمبر ۱۱ چیچاوطنی خلیفہ حضرت رائپوری رحمہ اللہ سے خلافت حاصل تھی۔

۳۔ مولانا سعید الرحمٰن (۱۹۳۶ - ۲۰۰۰ء):۔ والد صاحب سے تعلیم حاصل کر کے اپنے مدرسہ سے فارغ ہوئے۔

مسجد انوری میں دورۂ حدیث پر حضرت رائے پوری اور دیگر علماء کی موجودگی میں سند دی گئی پھر وہیں تدریس کرتے رہے۔

اولاد میں تین بیٹے مولانا رشید الرحمٰن، مولوی جلیل الرحمٰن، مولوی اسعد الرحمٰن۔

۴۔ مولانا مسعود الرحمٰن (۱۹۳۹ - ۱۹۹۶ء):۔ اپنے والد صاحب سے اپنے مدرسے میں ہی تعلیم حاصل کی اور اسی میں تدریس کرتے رہے۔ مولانا خان محمد صاحب کے خلیفہ تھے۔

۵۔ مولانا مقبول الرحمٰن:۔ والد صاحب اور دارالھدیٰ ٹھیری، سندھ سے تعلیم حاصل کی۔ اچھے خطیب، ولادت ۱۹۴۴ء حیات ہیں۔

۶۔ مولانا ایوب الرحمٰن:۔ ولادت ۱۹۴۶ء، والد صاحب سے تعلیم حاصل کی کچھ عرصہ مولانا عبدالواحد شیخ البانڈی ایبٹ آباد میں مشکوٰۃ شریف پڑھی۔ ۱۹۶۵ء میں اپنے مدرسے سے فراغت حاصل کی۔ کچھ عرصہ اپنے مدرسے میں تدریس کی پھر حیدرآباد لطیف آباد نمبر ۱۰ میں مولانا عبدالعلیم ندوی کی مسجد و مدرسہ میں پانچ سال تدریس کی اور پھر کراچی میں مختلف جگہوں پر کام کیا پھر فیصل

www.foyuz.blogspot.com

آباد چلے گئے۔ ۱۹۷۹ء میں مدینہ مسجد کلفٹن میں پانچ سال پھر مسجد الفلاح ناظم آباد میں کچھ عرصہ امامت وخطابت کی خدمات انجام دیں۔ فیصل آباد میں کئی مساجد کی تعمیر میں حصّہ لیا۔ ۱۹۹۸ء سے کراچی میں خدمات انجام دے رہے ہیں۔

مارچ ۲۰۰۷ء میں حضرت مولانا محمد ایوب الرحمٰن ارشد صاحب نے راقم الحروف کو (فیوض الرحمٰن) کو چاروں سلسلوں میں بیعت کرنے کی اجازت عطا فرمائی۔

مولانا محمد ایوب الرحمٰن ارشد صاحب کو جن بزرگوں کی طرف سے اجازت بیعت حاصل ہے ان کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

☆ حضرت مولانا محمد انوری صاحب
(مجاز بیعت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ وعلامہ انور شاہ کشمیری) اپنے والد صاحب سے صرف اوراد و وظائف کی اجازت ہے۔

☆ حضرت مولانا عبدالجلیل صاحب
(مجاز بیعت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

☆ حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب چک 11
(مجاز بیعت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

☆ حضرت مولانا انیس الرحمان صاحب
(مجاز بیعت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

☆ حضرت صوفی احمد دین صاحب
(مجاز بیعت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

☆ حضرت سید نفیس شاہ صاحب
(مجاز بیعت قطب الاقطاب حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ)

☆ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی شہید

(مجاز بیعت حضرت مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ وڈاکٹر عبدالحیٔ عارفیؒ صاحب)

☆ حضرت مولانا قاری محفوظ الحق صاحب

(مجاز بیعت مولانا ابرارالحق صاحب خلیفہ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ)

www.foyuz.blogspot.com

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ

از حضرت الحاج قاری حافظ افضال الحق رشید صاحب

مولانا قاری خدا بخش [1] صاحب فرماتے ہیں:

''مجھے اتنا معلوم ہے کہ میں ۱۹۱۰ء میں امرتسر آیا۔ یہاں اس وقت قرآن مجید کا کوئی مدرسہ نہ تھا۔ موری گنج شیخ بوڑھے کی مسجد میں مولانا نور احمد صاحب قدس سرہٗ کی خدمت میں گیا۔ میں مولانا سے ایک ایک آیت پوچھ کر یاد کرتا رہا۔ اس وقت قاری فضل کریم صاحبؒ سات آٹھ سال کے ہوں گے۔ میرے پاس آکر پڑھتے رہے آٹھ دس پارے مجھ سے پڑھے۔ قاری صاحب کی والدہ ثانی تھیں وہ خورونوش میں انہیں تنگ رکھتیں۔ بسا اوقات خورونوش کا ناغہ ہو جاتا۔ قاری صاحب مدرسہ ہی میں رہتے تھے۔ آپ کے والد صاحب آپ کے کھانے پینے کا بندوبست کرتے تھے۔

امرتسر میں تجوید وقرأت کا کوئی انتظام نہ تھا۔ میں تجوید حاصل کرنے کے لئے لکھنو چلا گیا۔ میرے بعد مولانا نور احمد صاحب نے کھانے کا انتظام کر دیا۔ میں لکھنؤ سے قاری کریم بخشؒ کو امرتسر لے آیا تھا۔ قاری کریم بخش نے امرتسر میں پڑھانا شروع کر دیا اور میں خود

---

[1] مولانا قاری خدا بخش صاحب، قصبہ کانٹھ ضلع مراد آباد کے رہنے والے اور حضرت قاری صاحب کے اساتذہ میں سے ہیں۔ ان کا سوانحی تذکرہ اب کتاب میں شامل کر دیا گیا ہے۔

> دوبارہ سبعہ پڑھنے کے لئے لکھنؤ چلا گیا۔ قاری فضل کریم صاحب حافظ عبداللطیف سنبھلی (جو مسجد خیر الدین میں پڑھاتے تھے) کے پاس چلے گئے اور غالباً قرآن مجید بھی ان ہی کے پاس پورا کیا اور تجوید کی کتابیں قاری کریم بخش سے پڑھیں۔ اس کے بعد قاری فضل کریم صاحب لاہور آ گئے اور مال روڈ پر ڈاکٹر عزیز الدین کے ہاں پڑھاتے رہے۔ اس کے بعد ضلع گورداسپور میں بھی کسی کے ہمراہ گئے اور کچھ مدت وہاں رہے۔ اس کے بعد مسجد چینیا نوالی لاہور میں تقریباً ۲۰ سال پڑھایا۔ وہاں سے علیحدہ ہو کر موتی بازار مسجد نور میں مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی۔"

میرے اباجان محترم قاری فضل کریم صاحب کی طبیعت مال و دولت کی ہوس سے عاری اور پاک تھی۔ ایک واقعہ عرض کروں جو کہ نوعیت کے اعتبار سے معمولی سا ہے مگر ان کی فیاضی کی یقیناً صحیح عکاسی کرتا ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ ایک لڑکی جو کہ سراج الدین صراف کی نواسی تھی ان کی صرافہ کی دکان کشمیری بازار میں ہے۔ ہماری ان بہن صاحبہ کا نام باجی کوکب ہے، انہوں نے اباجان سے کلامِ پاک پڑھا ہے۔ باجی کوکب نے نہایت کم عمری میں کلام پاک ختم کیا تھا۔ خدا معلوم کم گو تھیں یا ویسے ہی شرمیلی طبیعت کی مالک تھیں۔ بہت کم بولا کرتی تھیں۔ ختمِ کلام پاک کے موقع پر انھوں نے ایک ہزار کی خطیر رقم اباجان کے حضور پیش کی مگر منہ سے کچھ نہ کہا۔ عام طور پر شہر میں رواج تھا کہ کلام پاک کے ختم پر طالب علم کے والدین مٹھائی بھیجتے اباجان اور دیگر گھر والوں کے کپڑے وغیرہ بنا کر دیا کرتے تھے۔ انہوں نے نہ تو شیرینی بانٹی اور نہ ہی کوئی اور رسم ادا کی۔ بس بچی نے رقم اباجان کے حوالے کر دی۔ ساتھ ہی ان کے نانا صاحب نے چار ہزار روپے اباجان کے ہاتھ تھما دیئے انہوں نے بھی کچھ نہ فرمایا۔ پچاس کی دہائی میں یہ بہت بڑی رقم تھی۔

یہ تقریباً ۱۹۵۵ء-۱۹۵۶ء کا ذکر ہے۔ انہی دنوں مدرسہ تجوید القرآن کی پرانی عمارت کو منہدم کر کے از سر نو تعمیر کیا جا رہا تھا۔ مخیّر حضرات تعمیر کے کام میں گرم جوشی سے حصہ لے رہے تھے۔ اباجان نے یہ رقم اپنے پاس نہیں رکھی حالانکہ جب وہ یہ رقم دے کر گئے تھے، اس وقت باجی کوکب، ان کے نانا جان اور میرے اباجان کے علاوہ چوتھا کوئی شخص موجود نہ تھا۔ وہ چاہتے تو کسی دوسرے کے ساتھ اس رقم کا ذکر تک نہ کرتے۔ ہم خود کرایہ کے مکان میں رہتے تھے مگر ان کی بے غرض طبیعت نے اس بات کو گوارا نہ کیا۔ بے چون و چرا وہ رقم مدرسہ کے فنڈ میں جمع کروا کے مبلغ پانچ ہزار کی رسید ان کے حوالے کر دی۔ گھر والوں نے پوچھا کہ وہ مدرسہ کے لئے دے کر گئے تھے؟ فرمانے لگے کہ:

> "انہوں نے رقم دیتے وقت کچھ کہا نہیں تھا۔ ویسے بھی مدرسہ کو اس وقت پیسے کی اشد ضرورت ہے۔ دینی ضرورت کا پورا ہونا بہت ضروری ہے۔ دنیاوی ضرورتیں تو اللہ پاک پوری کر ہی رہے ہیں۔"

اللہ پاک جس کو چاہیں عزتوں سے نوازتے ہیں۔ اباجان مرحوم باوجود غریب، معذور ہونے کے دینی حلقوں میں بہت مقبول تھے۔ یہ اللہ پاک کا خاص فضل و کرم تھا۔ دنیا دار بھی انہیں قدر کی نگاہوں سے دیکھتے تھے۔ بعض حاسد طبیعتیں کسی کا عروج دیکھ نہیں سکتیں اور اذیت کے درپے رہتی ہیں۔ اباجان کے ساتھ بھی اکثر یہی کچھ ہوتا رہتا تھا۔ ان کے ہم مشرب لوگ ہی ان سے خار کھاتے مگر یہ اپنی متواضع طبیعت کے باعث کسی سے اُلجھا نہیں کرتے تھے، بلکہ ہمیشہ دوسروں کا بھلا ہی سوچتے اور کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ اباجان نے اپنے کسی مدرسے میں اپنے ایک شاگرد کو وہاں کے مدرس کے پاس کام کی غرض سے بھیجا۔ اپنا کام کرنے کے بعد وہ شاگرد واپس آ گیا مگر وہاں کے مدرس بہت برانگیختہ ہوئے اور انہوں نے الزام لگایا کہ آپ کا شاگرد میرے شاگردوں کو ورغلا کر آپ کے مدرسے لانا چاہتا تھا۔ آپ نے جس طالب علم کو بھیجا تھا اسے بلا کر حقیقتِ حال دریافت

www.foyuz.blogspot.com

فرمائی اس نے حلفیہ بیان دیا کہ میں نے کسی طالب علم سے بات کرنا تو درکنار، آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ آپ اسی شاگرد کو ساتھ لے کر اس مدرسے میں گئے، طالب علموں سے دریافت کیا۔ کسی سے کوئی بات کی ہوتی تو کوئی کہتا۔ مگر مدرس صاحب بضد تھے کہ نہیں اس نے ورغلایا ہے۔ ابا جان نے خود اس شاگرد سے بھی معافی منگوائی کہ بچے نے اگر کوئی بات کی ہے تو غلطی کی ہے۔ آپ مجھے معاف کر دیں۔ یہ تھی ان کی طبیعت کہ بغیر قصور کے معافی مانگ کر بات کو ختم کر دیتے تھے اور لڑائی جھگڑے سے سخت نفرت کرتے تھے۔

خود استاد تھے مگر اپنی اولاد کے اساتذہ اور دیگر اساتذۂ کرام کے وقار کا بہت خیال کرتے تھے۔ ایک واقعہ عرض کروں کہ میری چھوٹی باجی نے ابتدائی تعلیم مسجد چینیا نوالی کے ملحقہ سکول میں حاصل کی۔ جس کا نام ''مدرسہ بنات المسلمین'' ہے۔ وہاں اس زمانہ میں کلام پاک کی تعلیم کے لئے لائق قرأ کرام متعین تھے۔ جن سے طالبات کلام پاک پڑھا کرتی تھیں۔ طالبات کی زیادہ تعداد کے پیش نظر ہر کلاس کو دو دو فریق میں تقسیم کر دیا گیا تھا۔ ایک فریق کے استادِ محترم قاری دل محمد صاحب اور دوسرے بزرگوار قاری بہاری صاحب تھے۔ قاری بہاری صاحب عمر رسیدہ بزرگ تھے اور قاری دل محمد صاحب نوعمر تھے۔ قاری بہاری صاحب سے لڑکیاں ذرا کم ہی دبتی تھیں۔ ایک دفعہ قاری دل محمد صاحب چھٹی پر تھے اور ان کی کلاس بھی قاری بہاری صاحب کے ذمہ تھی۔ لڑکیوں نے ان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ایک لڑکی ذرا زیادہ ہی گستاخ طبیعت تھی۔ ان دنوں مولی کی سبزی کے دن تھے۔ لڑکی ایک بڑی ساری مولی لے آئی اور لا کے قاری بہاری صاحب کو دکھا کر پوچھنے لگی:

''قاری صاحب مُولا کھانا اے۔''

وہ آگ بگولا ہو گئے۔ بچی کو پکڑنے دوڑے تو وہ بھاگ گئی۔ دوسرے دن قاری دل محمد صاحب تشریف لائے تو انہوں نے شکایت کی۔ قاری دل محمد صاحب نے میری باجی کو چولہے کی راکھ لا کر اس گستاخ لڑکی کے منہ میں ڈالنے کو کہا باجی ان کے حکم کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئی مگر کچھ

تذبذب میں پڑ گئی۔ قاری صاحب موصوف نے دریافت فرمایا کہ تم اس کے منہ پر راکھ کیوں نہیں ڈال رہی۔ باجی نے کہا۔ یہ باہر جا کر مجھے مارے گی۔ وہ فرمانے لگے اس کی مار کا ڈر ہے میری مار کا ڈر نہیں۔ اس لڑکی کے منہ میں انہوں نے خود راکھ ڈالی اور باجی کے منہ پر ایک شدید تھپڑ رسید کیا۔ باجی توازن برقرار نہ رکھ سکیں، کلام پاک رکھنے کی چوکیوں کے ساتھ ان کا سر ٹکرایا اور پھٹ گیا۔ خون کے فوارے ابل پڑے۔ مرہم پٹی کے لئے بھیجا گیا۔ صورتِ حال کا صحیح علم جب ابا جان کو ہوا تو وہ الٹا باجی کو ناراض ہوئے کہ:

''تم نے کہا کیوں نہیں مانا تھا؟ جاؤ اب جا کر معافی مانگو۔''

باجی کہنے لگیں: ''انہوں نے میرا سر پھوڑا ہے میں اب ان سے نہیں پڑھوں گی۔''

فرمانے لگے: ''تمہاری غلطی کی سزا ملی ہے۔ معافی مانگو۔ اگر معافی مل جائے تو تم ہماری بیٹی ہو گھر آ جانا۔ اگر معافی نہ مانگو یا معافی نہ ملے تو گھر نہ آنا۔''

ساتھ ہی اپنے ایک شاگرد کو بھیج کر معافی منگوائی اور یوں دوسرے استاد کا وقار قائم رکھا۔

فوٹو کھچوانے سے احتراز

قاری نذیر صاحب راوی ہیں کہ:

''مجلس ابنائے قدیم کے بعض رفقاء نے قاری صاحب مرحوم سے بطور یادگار فوٹو کھچوانے کی درخواست کی مگر قاری صاحب نے سختی سے منع فرما دیا۔''

''ایک دفعہ حافظ رمضان الحسن (جو کہ حضرت قاری صاحبؒ کے شاگرد تھے) کی شادی کے موقع پر فوٹو گرافر کا انتظام کیا گیا۔ حافظ رمضان صاحب کا نکاح حضرت قاری صاحبؒ ہی نے پڑھانا تھا۔ فوٹو گرافر زصحیح کیمرہ لائے تھے مگر خدا کی قدرت پوری کوشش

www.foyuz.blogspot.com

کے باوجود وہ حضرت قاری صاحبؒ کا فوٹو اتارنے میں ناکام رہے۔"

"ایک دفعہ رات کو بستر پر گئے تو فرمانے لگے مجھے ایک شیر بار بار کھانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہت پریشانی ہوئی کہ آخر بات کیا ہے؟ تلاش کے بعد معلوم ہوا کہ ایک ٹیبل لیمپ پر شیر کی تصویر بنی ہوئی ہے۔ یہ تصویر ہٹا دی گئی تب جا کر آپ کو نیند آئی۔"

حضرت قاری صاحبؒ نے اپنی ساری زندگی قرآن مجید کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی اور جہاں تک ہو سکا سنت نبوی کے متبع رہے۔ حق تعالیٰ مغفرت فرمائیں اور آپ کے درجات بلند فرمائیں۔ آمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

وتب علینا انک انت التواب الرحیم [۱]

[۱] یہ مضمون محترم قاری افضال الحق صاحب کا ہے۔ آپ حضرت قاری صاحبؒ کے فرزندارجمند ہیں۔ حفظ اپنے والدِ گرامی سے کیا اور تجوید کی کتب اور مشق حضرت قاری محمد شریف صاحب سے کر کے مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور سے ہی روایتِ حفصؒ کی سند حاصل کی۔ کچھ عرصہ بیڈن روڈ پہ تجارت کی اب جیا موسیٰ میں قاری محمد سعید کے ساتھ تدریس میں مشغول ہیں۔

یا استاذی

حافظ قاری عبدالمجید صاحب ایبٹ آبادی مدرّس مسجد نبوی سعودی عرب

حفظت القراٰن الکریم بمدینة لاهور فی باکستان الغربیة لمؤسسها الشیخ المقری فضل کریم بن الحاج مهتاب الدین الامرتسری رحمة اللّٰه علیه وتقع هذه المدرسة فی موقع طیب وتتالف من طابقین علوی وسفلی ولها ساحة وسیعة وحجرات کثیرة ومساکن للطلبة والمدرسین.

کلما یدخل فیها المومن یفرح قلبه وینشرح صدره لما یسمع من اصوات ترتیل القران الکریم المجودة کانها من داؤد علیه السلام ولا یسمع فیها الااصوات القراٰن ولا یُری فیها الاحلقات العلم والذکر والقراٰن.

یحزن المومن علی فراق هذه الحلقات الطیبة وان معظم هؤلاء الطلاب الصغار حفاظ لکتاب اللّٰه عز وجل یبهج و یسر کل من راٰه ممن فی قلبه مثقال ذرة من الایمان ویدخل الرهبة والکابة فی قلوب المنافقین لما جبل علیه هولاء الصغار من اخلاقهٖ حسنة ساحتهٖ ومحافظ علی الصلاة وغیرة علی الدین ونذر انفسهم لنشرته وحمایته وتدرس فیها الطلبة من ابناء المدینة لاهور وغیرهم الذین یترکون اوطانهم واهالیهم ویتحملون مشاق السفر فی طلب العلم من بلدان شتی ومن قبائل شتی وتدرس هذه الطلبة الدین عند اهل الحق الذین یبلغون الحق والدین الاسلامی الذی جاء به الرسول محمد صلی اللّٰه علیه وسلم لا یریدون جزاء اولا شکورا ویؤدون واجباتهٖ بشکل منظم ولا یخافون فی اللّٰه لومة لائم ویصبرون علی ایذاء من اولی الامر ومن اعداء

www.foyuz.blogspot.com

الاسلام واما المدارس الحكومية الرسمية فانها خالية من الهدى ومليئة بالضلالات التى غرسها فيها الانجليز عدو الاسلام الدور وفى زمن حكم الانجليز وتسلطه على الهند قامت طائفة من اهل الحق بستان دينهم واعتنت بهٖ ورعته بانشاء المدارس الاهلية الاسلامية فغضب الانجليز الكافر واغلق المدارس الدينية فى اوائل استعماره وافتح الجامعات المختلطة للمسلمين وللهندو كين وللمسيحيّن ولكن بفضل اللّٰه عزوجل وبعونهٖ جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقًا. نصر اهل الحق والاسلام بتوفيقهٖ وفتحت اعداد كبيرة من المدارس الدينيه الاهلية على حساب اهل الخير وهذه المدرسة فرع من هٰذه المدارس الاسلامية.

رخص لى ابى رحمه اللّٰه تعالىٰ فى السفر لتعليم الدين الٰى مدينة لاهور وتصلحت فيها سنوات بعد انتهائى من الثّانوية وكان مدير هذه المدرسة رجلا فاقد البصر وهو الشيخ المقرى فضل كريم رحمة اللّٰه عليه وحفظت القراٰن الكريم على يديه وكنت اكتب له الرسائل واستمع له لا نه كان لا ينظر وكنت اقوده الى البيت والمدرسة والسوقة و افتخر بخدمته.

عند ما ذهبت اليه لطلب العلم كان قد بلغ عليه الستين تقريبا من عمرهٖ ولٰكنه لا يزال مثل الشاب النشيط و كانت صحته جيدة لم تسقط له سنّ وكان جميل الصوت يسحر الانسان من صوتهٖ. كلما يرتل القراٰن لا يتضح ولا يلحن فيه وكان يمازح الطلبة ويدخل السرور على قلوبهم وكان خطيباً فى مسجد الجامع من جامعات لاهور وكان يخطب احيانا فى الحفلات الدينية وزاده اللّٰه فى العلم والجسم واذ زاره الانسان لا يعرف انه كفيف البصر ام لا وكان قوى الصوت تخاف الطلبة والمدرسين منه. وكان يراقب المدرسين

www.foyuz.blogspot.com

والطلبة ويحثهم على الاجتهاد وكان يدور فى الليل على مساكن الطلبة ليسدحوائجهم و يفرّين اخلاقهم وكان عادلا اذا تنازعا طالبان او مدرسان فى شئ كان يحكم بينهم بالعدل واذا اخطأ فى حكمهٖ رجع وطلب السماح من المظلوم.

واللّٰه اذكر الايام التى قضيت معهٗ وابكى على فراقهٖ. و ترک من اولادهٖ ابن الحافظ افضال الحق وبنتان حنيفه و ام كلثوم ومات فى عام ۱۳۹۰ھ ارجو من اللّٰه عزوجل ان يجعل الجنة مثواه والخلود فيها وان يغفرله ويرحمهٗ ويجمعنا على حوض نبيهٖ محمد عليه افضل الصلاة والسلام فى جنان الخلود والحمد للّٰه رب العالمين.

عبد المجيد سردار خان الهزاروى

استاذ التجويد فى الحرم النبوى الشريف.

یا اُستاذی

حافظ قاری عبدالمجید بن سردار خان مہمند

ضلع ہزارہ والوں کی قسمت جاگ اُٹھی

۱۹۵۵ء میں استاذِ ی قاری المقریٔ فضل کریم صاحب صدر مدرس و بانی مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور گرمی کے موسم میں جناب سیٹھی محمد یوسف صاحب گوجرانوالہ کے ساتھ ایبٹ آباد تشریف لائے۔ ان دنوں ایبٹ آباد جیسی اہم و مرکزی جگہ میں نہ تو کوئی قاری تھے اور نہ ہی کوئی مدرسۂ قرآن۔ یہی نہیں بلکہ تقسیمِ ہند سے قبل حافظ نہ ہونے کی وجہ سے مرکزی جامع مسجد ایبٹ آباد میں تراویح کے لئے دیوبند سے قاری صاحب کو بلایا جاتا تھا اور باقی تمام مساجد میں تراویح اَلَم تَرَ کَیفَ سے پڑھائی جاتی تھیں۔

باری تعالیٰ نے اس ضلع کے رہنے والوں پر فضل فرمایا اور ان کی قسمت جاگ اٹھی۔ قاری فضل کریم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قیام ایبٹ آباد کے دوران ایک عجیب اور سچا خواب دیکھا۔ قاری صاحب خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے خواب میں مشرف ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے قاری صاحبؒ سے ارشاد فرمایا۔ ''فضل کریم تھل میں بُوٹا لگاؤ''۔

کیا خوش نصیب تھا اس خوابِ مبارک کو دیکھنے والا! قاری صاحبؒ اس کی تاویل میں پریشان تھے۔ اُنہوں نے یہ خواب عاشقِ قرآن سیٹھی محمد یوسف صاحب سے بیان کیا۔ سیٹھی صاحب موصوف نے اسکی یہ تاویل وتعبیر فرمائی کہ سرزمین ہزارہ حُفّاظ وقراء کے فقدان کی وجہ سے ''تھل'' کی طرح ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یہاں قرآن مجید کے مثمر بُوٹا لگانے کا حکم فرمایا ہے۔

واقعی قرآن کا پھل بہت ہی میٹھا اور لازوال ہے اور جس شخص نے اس کا پھل کھایا اور اپنے دل میں اس بوٹے کو لگایا۔ وہ خَیرُکُم مَّن تَعَلَّمَ القُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ کی مبارک ٹولی میں شامل ہوا اور اسکی یاد فرشتوں نے خدا تعالیٰ کے ہاں کی اور اس کے لئے چیونٹیوں نے اپنے بلوں میں مچھلیوں نے دریا کی گہرائیوں میں استغفار و معافی مانگی۔ اور اس کے قدموں تلے خدا تعالیٰ کی تسبیح خواہوں اور گناہوں سے معصوم ملائکہ نے اپنے مبارک پروں کو فرش بنایا اور اس نے تجارۃ لن تبور کی۔

اور باری تعالیٰ نے کلمۂ توحید کو بھی درخت کے ساتھ تشبیہ دی ہے اور قرآن مجید کلمۂ کی تفسیر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ تَرَ كَيْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا كَلِمَةً طَيِّبَةً كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ o تُؤْتِيْٓ اُكُلَهَا كُلَّ حِيْنٍۢ بِاِذْنِ رَبِّهَا وَيَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ o

ابراہیم: ۲۳، ۲۴

کیا آپ کو معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کیسی مثال بیان فرمائی ہے کلمۂ طیبہ کی (یعنی کلمۂ توحید کی) کہ وہ مشابہ ہے ایک پاکیزہ درخت کے جسکی جڑ خوب گڑی ہوئی ہو اور اسکی شاخیں آسمان (یعنی اونچائی) میں جارہی ہوں۔ وہ خدا کے حکم سے ہر فصل میں پھل دیتا ہو۔ اور اللہ تعالیٰ (ایسی) مثالیں لوگوں کے لئے اس واسطے بیان فرماتے ہیں تا کہ وہ خوب سمجھ لیں۔ (ترجمہ حضرت تھانویؒ)

یہی مبارک خواب ضلع ہزارہ میں مدارس قرآن کے کھلنے کا سبب بنا اور آج اس ضلع میں صرف ایبٹ آباد ہی نہیں بلکہ کاغان اور گلگت کی چوٹیوں تک قرآن مجید کے مدارس کا جال بچھا ہوا ہے اور کل وہ چرواہے جو بکریوں کو چراتے ہوئے ماہِیا (گانے) گاتے تھے آج وہی اپنی سریلی

www.foyuz.blogspot.com

آوازوں میں جب قرآن مجید کی تلاوت کرتے ہیں تو ہر وہ شخص جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہے یہی خواہش کرتا ہے کہ کاش میں بھی اس طرح قرآن کو پڑھنے والا بن جاؤں اور ہر شہر میں مدرسۂ قرآن ہے اور ہر قاری کے پاس مشّاق قرآن کا جمگھٹا۔ ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء۔

قاری صاحبؒ مرحوم کے ہاتھوں ہزارہ کے پہلے مدرسہ کا افتتاح

خواب کی تاویل کے فوراً بعد ہی سیٹھی محمد یوسف صاحب مردِ مجاہد نڈر سپاہی سرپرست علماء حضرت مولانا انور شاہ کشمیریؒ کے شاگرد خطیب و مفتی ضلع ہزارہ حضرت مولانا محمد اسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے ملے۔ خطیب صاحب مرحوم کفر و باطل کے مقابلہ میں سیسہ پلائی ہوئی دیوار تھے۔ (ان کی وفات سے دینی طبقوں کو ازحد صدمہ ہوا اور بہت بڑا خسارا ہُوا۔ رحمۃ اللہ علیہ)۔ جب سیٹھی صاحب نے اُن کے سامنے مدرسہ کی سکیم پیش کی۔ اس پر خطیبِ مرحوم نے فقط خوشی ہی کا اظہار نہیں کیا بلکہ اسی وقت چندہ جمع کر کے قاری فضل کریم صاحبؒ سے مدرسہ کا افتتاح کروایا۔ یہ مدرسہ آج تک جاری ہے اور خطیب صاحب مرحوم نے تا زندگی اسکی سرپرستی فرمائی اور اس کے بعد مانسہرہ، بفّہ، شنکیاری، حویلیاں اور ہری پور میں مدارس کا افتتاح بھی قاری صاحبؒ ہی سے کروایا گیا۔

ان مدارس نے لوگوں کی زندگی کا رُخ بدل دیا

امسال ۱۳۹۱ھ کو مولانا غلام غوث ہزاروی سے میری ملاقات ۱۲ ذی الحجہ کو منٰی مکۃ المکرّمہ میں ہوئی اور جب میں نے اپنا تعارف کروایا تو مولانا بہت خوش ہوئے۔ اور فرمانے لگے کہ ان مدارس نے جمعیۃ کے لئے راہ ہموار کر دی اور اسلامی طبقوں کو اس سے بہت زیادہ فائدہ ہوا اور پھر مولانا نے فرمایا کہ ہم نے دیکھا کہ سکولوں کالجوں کے طلباء کی زندگی کا رُخ انہی مدارس نے بدلا اور بے نمازیوں اور بے دینوں کو دیندار بنا دیا۔ یہ حقیقت ہے ان مدارس کا کُھلنا تھا کہ ہر جگہ سے نئے مدارس کے مطالبات شروع ہو گئے۔ مساجد میں طلباء کی

کثرت سے جگہ نہیں ملتی تھی۔ راقم الحروف کی قرآنی تعلیم کا آغاز بھی اسی سکیم کے بعد ہوا۔ باری تعالیٰ اس سکیم کے چلانے والے کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

راقم الحروف کی قرآنی تعلیم کا آغاز

راقم الحروف ان دنوں نویں جماعت کا طالب علم تھا۔ میٹرک کے پاس کرنے تک بمشکل سورۃ النساء تک پہنچا تھا اور دو سال کے دوران کئی مدرس تبدیل ہو چکے تھے اور میرے ساتھی کالجوں، نوکریوں یا تجارت میں جا چکے تھے۔ مگر میری خواہش تھی کہ باری تعالیٰ مجھے قرآن مجید کی دولت سے مالا مال کردے اور یہ تکمیل قاری صاحبؒ مرحوم سے ہو۔ چونکہ قاری صاحب مرحوم اپنے زمانہ کے قُرّا میں ستاروں میں چاند کی مانند تھے۔ میٹرک کے اختتام کے بعد والد مرحوم سے دینی تعلیم کے لئے اجازت لے کر ۱۲ مئی ۱۹۵۷ء کو قاری صاحب مرحوم کے سلسلۂ تلمذ میں باری تعالیٰ نے داخل ہونے کا شرف عطا فرمایا۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اس وقت استاذ مرحوم کی عمر پچاس سال سے تجاوز کر چکی تھی اور مدرسہ کی نئی عمارت تقریباً مکمل ہونیکو تھی۔ اور اس مدرسہ میں سب سے اوّلین دوست اس کتاب کے مصنّف قاری فیوض الرحمٰن تھے۔ اور وہ آج تک اس مسکین کی قدر و منزلت دوستوں کی طرح کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ مسکین اس قابل نہیں اور انہوں نے اس کتاب میں مسکین کے مضمون کو شامل کر کے مجھ پر احسان عظیم فرمایا ہے۔ جزاہ اللہ عنی خیراً۔

قاری صاحبؒ کا لباس اور وضع قطع

استاذِ مرحوم ہمیشہ سادہ سا لباس مگر صاف ستھرا استعمال فرماتے۔ لمبی قمیص بغیر کالر، کپڑے کی سادہ سی ٹوپی، شلوار نصف ساق تک اور پاؤں میں چپل یا بوٹ استعمال کرتے۔ لباس سے عاجزی ٹپکتی اور صفائی کا اہتمام کرتے۔ نابینا ہونیکی وجہ سے کبھی فرض نمازوں کی امامت نہ کرتے اور فرمایا کرتے کہ میں تو نابینا ہوں۔ شاید کہیں گندا چھینٹا پڑا ہوا اور دوسروں کی

www.foyuz.blogspot.com

نمازخراب ہوجائے۔ کسی طالب علم کوامامت کے لئے آگے کر دیتے۔ ہفتہ میں دو دفعہ لباس تبدیل کرتے۔ وضومیں اعضاءکودھونے میں بہت احتیاط فرمایا کرتے تھے۔

آپ نابینا تھے۔مُنہ پر چیچک کے داغ، ڈاڑھی سینہ تک، موٹا جسم، اونچا قد، زوردارسریلی آواز، نازک طبیعت، غصہ کیساتھ عفوودرگذر استاذ مرحوم پر غالب تھا۔

قاری صاحبؒ کی مشغولیت کاعالم

استاذ مرحوم کی مشغولیت کا یہ عالم تھا کہ نمازِ فجر کے فوراً بعد پڑھانا شروع کر دیتے اور مدرسہ میں مقیم طلباء کے اسباق اور سبقی پارے شہری طلباء کی آمد سے قبل ہی پورے فرما لیتے اور پھر شہری طالب علموں کا سلسلہ شروع ہوجاتا۔ جودن کے بارہ بجے تک رہتا اوراس کے بعد آپ کچھ آرام فرماتے۔ آرام کون کرنے دیتا اور طلباء کے اس ہجوم میں کس کو نیند آتی۔ مگر برائے نام آرام ظہر تک فرما کر نمازِ ظہر کے بعد پڑھائی شروع ہو کر نمازِ عصر تک رہتی۔ نمازِ عصر کے بعد چھوٹی لڑکیوں کے پڑھانے کیلئے (جس کا انتظام ایک مکان میں تھا) تشریف لیجاتے اور نمازِ مغرب کے بعد عربی صرف ونحو پڑھاتے اور کبھی کبھی تو یہ سلسلہ عشاء کے بعد بھی جاری رہتا۔ آپ کو باری تعالیٰ نے عجیب استعداد دی تھی کہ آپ کھانا بھی کھا رہے ہیں اور ساتھ ساتھ منزل بھی سن رہے ہیں۔ تھک کر لیٹ گئے ہیں اور طالب علم پاس منزل سنا رہا ہے۔ اساتذہ کی نگرانی، طالب علموں پر کنٹرول، زائرین مدرسہ سے ملاقات، مہمانوں کی خدمت، خطوط کے جوابات اور دو آدمیوں کے جھگڑے کو عدل وانصاف سے طے کروانا آپ کی کرامت تھا۔ تہجد کے وقت اٹھنا۔ رات کوئی دفعہ مقیم طلباء کے کمروں کے پاس جا کر ان کی نگرانی کرنا اور نمازِ فجر کے بعد نہ سونا آپ کا معمول تھا اور فرمایا کرتے کہ ''نمازِ فجر کے بعد سونا رزق میں کمی کرتا ہے۔'' اور یہ بھی فرمایا کرتے ''اگر علم چاہتے ہوتو استاذ کا ادب کرو اور اگر رزق چاہتے ہوتو والدین کی خدمت کرو۔'' یہ تو بڑھاپے کا عالم تھا۔ نامعلوم جوانی میں کیا عالم ہوگا۔

قیمتِ وقت

استاذ مرحوم کے ہاں وقت کی بے حد قیمت تھی اور طلباء کو وقت کے ضائع کرنے سے سختی سے روکتے تھے جیسا کہ آپ نے اوپر ان کی مشغولیت کے متعلق پڑھ ہی لیا ہے حتٰی کہ جمعہ جو کہ چھٹی کا دن ہے اس دن بھی بعض طلباء کے اسباق سنتے اور جب کوئی فارغ وقت مل جاتا تو کسی دینی کتاب یا اخبار کو سنتے۔ ناولوں اور افسانوں اور جھوٹی کہانیوں سے سخت نفرت تھی اور کہا کرتے وقت کی قدر کرو گے تو بن جاؤ گے اس لئے اس حدیث مبارک پر خود بھی عمل کیا اور جلسوں اور خطبوں میں بھی اُن سے بارہا سنا گیا۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا قَالَ أَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِمَنْکِبِیْ فَقَالَ کُنْ فِی الدُّنْیَا کَأَنَّکَ غَرِیْبٌ اَوْعَابِرُ سَبِیْلٍ و کَانَ ابْنُ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمَا یَقُوْلُ اِذَا أَمْسَیْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الصَّبَاحَ وَاذَا أَصْبَحْتَ فَلاَ تَنْتَظِرِ الْمَسَاءَ وَخُذْ مِنْ صِحَّتِکَ لِمَرضِکَ وَمِنْ حَیَاتِکَ لِمَوْتِکَ. (البخاری)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے میرے کاندھے سے پکڑا پھر فرمایا کہ دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر جیسے کہ تو مسافر یا راہ گزر ہے۔ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرمایا کرتے تھے جب تو شام کرے تو صبح کا انتظار نہ کر اور جب تو صبح کرے تو شام کا انتظار نہ کر اور اپنی صحت سے (فائدہ اُٹھا کر) مرض کے لئے سامان کر اور اپنی زندگی میں موت کا سامان کر۔

اندازِ تعلّم

وضو اور مسواک اور خوشبو استعمال کر کے قبلہ رُخ ہو کر پڑھانے کو بیٹھا کرتے تھے۔ قرآن مجید پڑھاتے وقت ہنسی مذاق اور باتوں سے پرہیز کرتے۔ اگر کوئی کام پیش آجاتا تو باہر جا

www.foyuz.blogspot.com

کراس کو پورا کیا کرتے تھے۔

سبق بڑے غور سے سُنتے اور سبق میں معمولی سی غلطی پر بھی طالب علم کو واپس کر دیتے اوران کے ہاں سبقی پارے اور منزل کا خاص اہتمام تھا۔ اگر یہ معلوم ہو جاتا کہ منزل پختہ نہیں تو سبق جاری نہ رکھتے جب تک منزل پختہ نہ ہو جائے۔ منزل اور سبقی پارہ کی تقسیم اس طرح تھی کہ سبقی پارہ پورا یعنی سبق تک اور اس کے ساتھ والا پارہ کا نصف اوّل ایک دن اور نصفِ ثانی دوسرے دن۔ اور جب تک ۵ پارے ہوں تو منزل نصف پارہ اور جب اس سے زیادہ ہو جاویں تو منزل ایک پارہ روزانہ سنا کرتے تھے اور جب کوئی حافظ ہو جاتا تو بھی متواتر کئی سال تک اسکی منزل سنتے رہتے اور ایک پارہ میں صرف تین غلطیاں معاف ہوتیں۔ سبق اور منزل سناتے وقت مخارج اور صفات لازمہ کی غلطیوں پر بہت زور سے روک ٹوک کرتے۔ قاری صاحبؒ سے حفظ کے بعد تجوید کے طالب علم کو سوائے قواعد یاد کرنے کے اور کوئی تکلیف نہ ہوتی اور بیک وقت چار طالب علموں کی منزل اس طرح سنتے کہ ہر طالب علم کیساتھ ایک مراقب (نگران) ہوتا جو قرآن کھول کر اسکی نگرانی کرتا اور مراقب میں بھی تبدیلی کرتے رہتے تھے اور پڑھتے ہوئے طالب علم کو چپ کروا کر مراقب سے پوچھتے کہ تمہارا ساتھی کہاں سے پڑھ رہا ہے تا کہ مراقب غافل نہ ہو اور مشابہ آیات کی پوچھ گچھ ہوتی اور امتحان میں بھی مشابہات کا رنگ آپ پر غالب رہتا اور فرمایا کرتے کہ ''حق تو یہ ہے کہ ہر طالب علم کا سبق اور منزل فرداً فرداً سنی جائے۔ مگر ہمارے ہاں طالب علموں کی کثرت ہوتی ہے اور وقت تنگ اس لئے موجودہ طریقہ پر عمل کرنا پڑتا ہے۔'' راقم الحروف نے خدا کے فضل وکرم اور پھر مرحوم کی نظرِ عنایت سے یہ حاصل کیا ہے اور کئی سال سے اسی کتاب مبارک کی تعلیم وتعلّم میں مشغول ہے اور باری تعالیٰ نے عربی اور عجمی طلباء کو پڑھانے کا موقعہ بھی عنایت فرمایا ہے۔ اس طریقہ کے علاوہ جب بھی کوئی اور طریقہ اختیار کیا تو طالب علم منزل بھول گئے اور یہاں سعودی عرب میں حکومت کے تمام مدارس میں دینی تعلیم ضروری ہے اور حکومت کے حفظ کے مدارس بھی ہیں۔ یہاں کے اساتذہ ہم سے

www.foyuz.blogspot.com

آ کر اس طریقہ کو سیکھتے ہیں اور باری تعالیٰ نے اس طریقہ کیوجہ سے کامیابی بھی عطا فرمائی۔ اور میرے یہاں تین سال کے قلیل عرصہ میں تین مدارس کھلے اور چھ اساتذہ ان مدارس میں کام کر رہے ہیں اور طلباء کی تعداد تین سو تک ہے۔ یہ سب کچھ استاذ مرحوم کی دعاؤں کا نتیجہ ہے۔ الحمدللہ علیٰ ذالک۔

اہتمامِ رمضان

قاری صاحب مرحوم حُفّاظ کی تراویح کے لئے تقرری کا خود اہتمام کرتے اور ماہِ رجب ہی سے تقرری شروع ہو جاتی اور ہر حافظ کو بغیر اجرت تراویح پڑھانے کی تاکید کرتے اور خود ساری زندگی ایک پائی اجرت نہ لی۔ جب کوئی انسان لاہور جیسی گنجان آبادی میں رمضان کی رات کو باہر نکلتا تو ہر طرف سے اسی مدرسہ کے قُرّا کی آوازیں لاؤڈ سپیکر پر سنائی دیتیں اور صاحبِ حیثیت امیر لاہوری طالب علم تو صاحبِ حیثیت ختمِ قرآن پر امام مسجد کے کپڑے اور مٹھائی کا انتظام خود اپنے جیب خاص سے کرتے ہیں۔ چونکہ بیرونی طالب علموں کے ہاں اتنی گنجائش نہیں ہوتی۔ مگر ان کی یہ قربانی ضرور ہوتی ہے کہ تراویح پر کوئی اجرت نہیں لیتے۔

ایک عینی مشاہدہ

رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ شیخوپورہ سے ایک حاجی صاحب تشریف لائے، نماز تراویح ختم ہو چکی تھی۔ قاری صاحبؒ سے حاجی صاحب نے ملاقات کی۔ استاذ مرحوم نے خیریت دریافت کرنے کے بعد فوراً ایک طالب علم کو چائے کے لئے بھیج دیا۔ حاجی صاحب سے سبب ملاقات پوچھا۔ حاجی صاحب نے کہا میں تو آپ کا قرآن سننے آیا تھا۔ مگر بدقسمتی سے آپ تراویح ختم کر چکے ہیں۔ قاری صاحبؒ نے جواباً فرمایا ''فکر کی کوئی بات نہیں۔ آپ چائے نوش فرمائیں۔ ابھی آپ کی خواہش پوری ہو جائیگی۔'' اور خود قاری صاحب وضو کے لئے تشریف لے گئے اور مدرسہ کی مسجد ہی سے مجھے کہا کہ حاجی صاحب کو بلا لاؤ۔ میں حاجی صاحب کے ساتھ آیا اور

قاری صاحبؒ نے دو رکعت کی نیت باندھ لی اور ساری سورۃ یوسف ایسے زیر و بم سے پڑھی ہے کہ معلوم ہو رہا تھا کہ قرآن کریم نازل ہو رہا ہے۔ فراغتِ نماز کے بعد حاجی صاحب بہت خوش تھے اور قاری صاحب کو بہت دعائیں دے رہے تھے۔

طلباء کی اسلامی تربیت

استاذ مرحوم تعلیم کے ساتھ اسلامی تربیت کا خاص خیال فرمایا کرتے اور نماز کی پابندی پر سختی سے پیش آتے اور ہر نماز کے بعد حاضری لگائی جاتی۔ یہ طریقہ تمام سعودی عرب میں مروّج ہے۔ نماز عشاء اور نماز فجر کے بعد مؤذن حاضری لیتا ہے اور اگر کوئی شخص بغیر عذر شرعی تین دن متواتر غائب ہو جائے تو اس کو سزا دی جاتی ہے اور میں نے بیشہ میں رئیس القضاۃ (جن کے حکم سے قصاص اور حد جاری ہوتی ہے) شیخ جابر الطیب مستند کلیۃ الشریعۃ مکۃ المکرّمۃ جامع ازھر قاہرہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ نبی کریم ﷺ بھی صحابہ کرامؓ کے متعلق پوچھا کرتے تھے کہ فلاں موجود ہے فلاں موجود ہے تو غرضیکہ یہ حاضری مطابق سنت تھی اور یہاں دکانیں نماز کے وقت مکمل بند ہو جاتی ہیں۔ یہی طریقہ مدرسہ تجوید القرآن میں بھی مروّج تھا۔ اور اس کا فائدہ یہ ہوا کہ اوّلاً تو نماز ڈر کے ذریعہ پڑھی مگر کچھ دنوں کے بعد عادی بن گئے۔

اور اخلاقی کمزوری میں ملوّث طالب علم کو خارج کر دیا جاتا اور پڑھانے کے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی پڑھانیکی تلقین کرتے اور یہ کہا کرتے کہ اگر تم خیر الناس بننا چاہتے ہو تو جو امانت ہم سے تمہیں ملی ہے اس کو دوسروں تک پہنچاؤ۔

ڈاڑھی مونڈنے، انگریزی بال رکھنے، سگریٹ یا تمباکو پینے والوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ حدودِ شریعت میں رہ کر مذاق بھی کرتے اور وہاں وہ ایک ادیب ایک سیاسی کارکن، ایک خطیب، ایک شاعر اور ایک مصلح بھی تھے۔

قاری صاحب مرحوم کا عقیدہ

استاذ مرحوم علماء دیو بند کے دلدادہ تھے اور مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ مرقدہ

کے مرید تھے۔ آپ پر توحید و سنت غالب تھی۔ بدعات سے سخت نفرت تھی اور تمام اوہام اور ضعیف احادیث سے کوئی علاقہ نہ تھا۔ اولیاء اللہ سے عقیدت تھی۔ انکارِ حدیث، قادیانیت، اور دیگر فِرَقِ ضالّہ کی سختی سے تردید کرتے تھے۔ رسم و رواج کے بالکل قائل نہ تھے۔ اس پر ایک واقعہ ہم سے بیان کیا۔ فرمانے لگے جب میں نے شادی کی تو پہلے مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ کو شادی کی دعوت دی۔ مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا یہ کیسی دعوت ہے؟ میں نے کہا شادی کی۔ مفتی صاحبؒ نے فرمایا کہ جس شادی میں پہلے ہی سے سنّت کی مخالفت ہو تو ہم اس میں شامل نہیں ہوتے۔ یعنی حضور اکرم ﷺ نے ولیمہ تو کیا ہے مگر دعوت شادی نہیں کی۔ طالب علموں کی اخلاقی تربیت کرتے اور کہتے پہلے علم حاصل کرو اور پھر اس پر عمل کرو اور صرف کتاب و سنّت سے اپنی دلیل کو ثابت کرو۔ عقائد میں مولانا اسماعیل شہیدؒ کی کتاب تقویۃ الایمان اور صراط مستقیم کو پڑھنے کی ہدایت کیا کرتے۔

ذکاء وفہم

استاذ مرحوم کی قوت حافظہ کی یہ حالت تھی کہ سالہا سال کی بات یاد رہتی اور ساتھ ہی تاریخ، دن اور وقت بھی یاد ہوتا اور کتاب کا صفحہ اور سطر بھی۔ آپ کا کتب خانہ ہر قسم کی دینی کتابوں سے بھرا ہوا تھا اور آپ کی اس قدر مشق تھی کہ کئی دفعہ مجھ سے کہا۔ فلاں کتاب نکال لاؤ۔ میں ڈھونڈ کر عاجز آ جاتا مگر کتاب نہ ملتی اور مجھے ہٹا کر خود تشریف لاتے اور کتاب کی موٹائی اور جلد سے فوراً پہچان کر کتاب ڈھونڈ کر نکال لیتے۔

مدرسہ سے فراغت کے بعد میری کئی کئی مہینوں کے بعد ملاقات ہوتی اور میں آواز بدل کر سلام کر کے ہاتھ مصافحہ کے لئے آگے بڑھا دیتا۔ آپ ہاتھ کو دیکھتے اور ایک زور دار مکا پیٹھ پر رسید کر کے فرماتے کہ تمہارا کیا خیال ہے؟ میں نے تم کو نہیں پہچانا تم عبد المجید ہی تو ہو۔ اور خوشی کے مارے ہنستے۔

www.foyuz.blogspot.com

فَـاِنَّهَـا لاَ تَـعْـمَـى الْاَبْـصَـارُ وَلٰكِـنْ تَعْمَـى الْقُلُوْبُ الَّتِـىْ فِى الصُّدُوْرِ. سورۃ الحج: ۴۶

آنکھیں اندھی نہیں ہوا کرتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہوجایا کرتے ہیں۔

اور حدیث میں ہے۔

اِتَّقُوْا فَرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ الْاِيْمَانِ.

مومن کی فراست سے ڈرو۔ پس وہ نور ایمان سے دیکھتا ہے۔

باری تعالیٰ نے استاذ مرحوم کو دل کی آنکھیں عطا فرمائی تھیں جس سے ہر شئے نظر آتی تھی۔

علماء کے ہاں استاذ مرحوم کی قدر

راقم الحروف استاذ مرحوم کے ساتھ حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری، حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری، حضرت مولانا مفتی محمد حسن صاحبؒ، حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحبؒ، حضرت مولانا قاری خدابخش صاحبؒ کی خدمت میں مختلف ملاقاتوں میں حاضر ہوا۔ ان بزرگانِ دین نے حضرت قاری صاحبؒ کی بڑی قدر کی اور استاذ مرحوم جب ان سے ملتے یا اور کسی بڑے عالم سے ملاقات ہوتی تو اس طرح ملتے جیسا کہ ایک مطیع بیٹا اپنے باپ، یا مطیع ومؤدب شاگرد اپنے استاد اور یا ایک عقیدتمند مرید اپنے پیر سے مل رہا ہے۔

حضرت رائے پوریؒ سے ملاقات

استاذ مرحوم کے ساتھ ایک دفعہ صوفی عبد الحمید صاحب کی کوٹھی پر حاضر ہوا۔ حضرت رائے پوریؒ چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے اور پاس ایک خادم حضرتؒ کے منہ میں مالٹا کاٹ کاٹ کر ڈال رہا تھا۔ جونہی استاذ مرحوم پہنچے۔ حضرت رائے پوریؒ کو سلام کر کے دوزانو ہو کر بیٹھ گئے۔ حضرت رائے پوریؒ کو خادم نے بتایا کہ یہ قاری فضل کریم صاحبؒ ہیں۔ حضرتؒ نے حکم فرمایا کہ

ان کے لئے کرسی لاؤ اور قاری صاحبؒ کو کرسی پر بٹھایا اور باتوں باتوں ہی میں خادم سے پوچھا کیا قاری صاحبؒ نابینا ہیں؟ قاری صاحبؒ نے دبی ہوئی آواز میں عرض کیا جی ہاں! حضرت رائے پوریؒ کے یہ الفاظ مجھے کبھی نہ بھولیں گے۔ فرمانے لگے ”قاری صاحب! ہم بھی تو نابینا ہیں۔“ اور پھر قاری صاحب سے تلاوت کی فرمائش کی۔ استاذ مرحوم نے سورۃ یوسف کے آخری رکوع کی تلاوت فرمائی اور حضرت رائے پوریؒ سے دعا کروا کر اجازت لی اور واپسی پر راستے میں فرمانے لگے کہ مولانا کے ان الفاظ سے زمین میرے قدموں تلے سے نکل گئی۔ اللہ اکبر! کیا شان تھی ان بزرگان دین کی! اور کیا انکساری اور عاجزی تھی ان کی طبیعتوں میں! رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

مولانا عبید اللہ صاحب انورؔ کے الفاظ

ایک دفعہ میں قاری صاحب کے ساتھ جا رہا تھا راستے میں امام الاولیاء حضرت الشیخ مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ کے جانشین صاحبزادہ حضرت مولانا عبید اللہ انورؔ سے ملاقات ہوئی۔ حضرت مولانا نے استاذ مرحوم کی خیریت دریافت کی اور فرمانے لگے۔ قاری صاحب! ”اگر آپ کی طرح دس اور آدمی لاہور میں پیدا ہوجاتے تو اس شہر کا کوئی آدمی بھی ایسا نہ ہوتا کہ جسے قرآن نہ آتا۔“

واقعی اگر یہ کہا جائے جہاں امام الاولیاء مولانا احمد علی صاحب نور اللہ مرقدہ نے نصف صدی تک شہر لاہور میں قرآن کے معانی اور تفسیر پڑھا کر مسلمانوں کے خدمت کی تو وہاں قاری فضل کریم صاحبؒ نے قرآن مجید کے الفاظ کی حفاظت میں بہت اہم کردار ادا کیا تو غلط نہ ہوگا۔ جزاهما اللہ عن المسلمین خیراً۔

مدرسہ تجوید القرآن لاہور کی سیر

استاذ مرحوم کی سب سے بڑی یادگار مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور ہے۔ یہ مدرسہ کوچہ کندیگراں موتی بازار کی تنگ گلیوں میں واقع ہے اور چاروں طرف مکانوں سے گھرا

www.foyuz.blogspot.com

ہُوا ہے۔ اسکی دو منزلیں ہیں۔ اور تقریباً ۲۰ کمرے اور دو گیٹ ہیں۔ ایک گیٹ سے سنہری مسجد یا موتی بازار کو راستہ جاتا ہے اور دوسرے گیٹ سے شیرانوالہ کی طرف راستہ نکلتا ہے۔ مدرسہ میں چھوٹی سی شاندار مسجد ہے اور ساتھ ہی وضو کی جگہ۔ گیٹ نمبر 1 کے ساتھ ہی دائیں طرف مدرسہ کا دفتر ہے جس کے مولانا محمد سلیمان فاضل دیوبند انچارج تھے۔ دفتر میں مدرسہ کا خرچ و آمدن، زائرین و ممتحنین کے تاثرات اور فارغ شدہ طلباء کا ریکارڈ موجود ہے۔ اب دوسری منزل پر مزید توسیع ہوگئی ہے۔

انجمن مدرسہ

اس مدرسہ کا نظام باقاعدہ ایک انجمن (جسکا نام انجمن اشاعت القرآن ہے) چلاتی ہے۔ اس انجمن کے اولین صدر الحاج سیٹھی محمد عبداللہ صاحبؒ تھے۔ انجمن کی ہر ماہ میٹنگ ہوتی ہے جس میں تمام ممبر بیٹھ کر مدرسہ کی فلاح و بہبود اور اساتذہ اور طلباء کی تکالیف کو دور کرتے ہیں اور یہی انجمن اساتذہ کو تنخواہیں اور طلباء کو وظیفے دیتی ہے اور یہ تمام کام اہل خیر کے تعاون سے چل رہا ہے۔ ممبروں میں کوئی شخص تنخواہ دار نہیں بلکہ سب ہی لوجہ اللہ کام کرتے ہیں۔ باری تعالیٰ ان سب کو اپنی بارگاہ سے انعامات و اکرام سے نوازے اور ان مخلصانہ کوششوں کو قبول فرمائے۔ آمین۔

مدرسین مدرسہ

اس مدرسہ میں تمام مدرس حافظ اور قاری ہیں اور تمام کے تمام شریعت کے پابند اور صحیح العقیدہ اور اسی مدرسہ میں تجوید و قرأت کے شعبۂ کے صدر مدرس قاری مولانا عبدالمالک صاحبؒ کے تلمیذ خاص حضرت مولانا قاری سید حسن شاہ بخاری اور حضرت مولانا حافظ قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رہے ہیں اور اس مدرسہ کے مہتمم انجنیئر حافظ قاری محمد رفیع صاحب ہیں جو بزرگان دین کی نشانی ہیں اور بہت ہی صالح اور عاجز طبیعت کے انسان ہیں۔ قاری فضل کریم صاحب مرحوم کے بعد یہی تمام انتظام سنبھالے ہوئے ہیں۔ اس مدرسہ میں بیرونی اور شہری طلباء پڑھتے ہیں۔ بیرونی طلباء کی تعداد ۱۰۰ کے قریب ہے اور شہری طلباء کی تعداد ۱۰۰۰ ہے۔ اور

بیرونی طلباء کی خوراک و پوشاک کی کفیل انجمن اشاعت القرآن ہے۔

اس مدرسہ میں مختلف درجات ہیں اور ہر درجہ میں مختلف اساتذہ۔

۱۔ درجۂ تجوید و قرأت روایۃ حفصؒ الی روایات عشرہ۔

۲۔ درجات حفظ۔ جو سب سے زیادہ ہیں۔

۳۔ درجۂ عربی۔ جس میں صرف و نحو پڑھائی جاتی ہے۔

۴۔ درجۂ ترجمۂ قرآن۔ جس میں ترجمۂ قرآن و احادیث یاد کرائی جاتی ہیں

۵۔ درجۂ ناظرہ۔ جس میں ناظرہ خواں بچے پڑھتے ہیں۔

۷۔ درجہ قاعدہ۔ جس میں چھوٹے طلباء قاعدہ کو ہجاء سے پڑھتے ہیں۔

خاتمۂ مضمون

بس قاری فضل کریم صاحبؒ کی آخری نصیحت سے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔ جب میں حرمین شریفین کے لئے روانہ ہو رہا تھا تو استاذ مرحوم سے ملاقات کی۔ یہ ملاقات ۲۷ رمضان ۱۳۸۷ھ کو ہوئی اور مجھے فرمانے لگے "اگر یہاں یعنی پاکستان میں رہ کر وہاں یعنی حرمین شریفین کی یاد رہے تو ثواب ملے گا اور اگر وہاں یعنی حرمین شریفین رہ کر پاکستان کو ترجیح دو تو جانیکی کوئی ضرورت نہیں" میں نے وعدہ کیا انشاءاللہ ایسا نہ ہوگا اور اجازت لیکر عازم سفر ہوا اور اس کے بعد سے آج تک باری تعالیٰ نے یہیں رکھ لیا ہے۔ الحمدللہ علی احسانہ۔

آخر میں اس کتاب کے قارئین اور اپنے بزرگ اساتذہ کرام اور دوست و احباب سے دعا کی درخواست کرتا ہوں اور میں دعا کرتا ہوں کہ باری تعالیٰ ہمیں حضرت استاذ مرحوم کے نقش قدم پر چلائے اور حضرت کے درجات کو بلند فرمائے اور حضرت استاذ مرحوم کے اہل خاندان کو صبرِ جمیل عطا فرمائے اور اس میں جن حضرات نے ذرہ بھی کوشش کی ہے اُن کی اس کوشش کو قبول فرما کر ذریعۂ نجات دارین بنائے۔ آمین۔

www.foyuz.blogspot.com

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ میری نظر میں

حافظ قاری محمد عمر ہزاروی رحمہ اللہ

سابق صدر شعبۂ تجوید دار القرآ ماڈل ٹاؤن لاہور

نحمدہ ونصلی علیٰ رسولہ الکریم اما بعد!

قبل اس سے کہ میں حضرت قاری صاحبؒ کے بارے میں اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کروں۔ میں اپنے پرانے رفیق ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن صاحب کا شکریہ ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ اس کتاب کی اشاعت اور طباعت میں انھی کا حصہ ہے اور حقیقت میں اس عظیم کارنامے کا سہرا آپ ہی کے سر پر ہے نیز میں اپنے مجلس ابنائے قدیم کے ان بھائیوں اور رفقاء کا شکریہ بھی ادا کرنا ضروری سمجھتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں دامے درمے سخنے جس طرح کی قربانیاں دیں۔ استاذ محترم حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کا اسم گرامی تو پہلے ہی سے سن رکھا تھا لیکن باقاعدہ تعارف اور ملاقات کا سب سے پہلا شرف استاذ المکرّم حضرت قاری محمد شریف صاحب کی رسم عروسی کی بابرکت و پرمسرت مجلس بفہ میں قاری محمد الیاس صاحب کے مسکن پر نصیب ہوا اور اسی موقعہ پر حضرت قاری صاحب مرحوم سے تلاوت کلام پاک سننا بھی نصیب ہوا اور اس تلاوت نے میرے دل میں ایک ایسی تڑپ پیدا کر دی کہ حضرتؒ کا شرفِ تلمذ حاصل کرنے کے لئے بے تاب ہو گیا اگرچہ اپنی جگہ پر قاری محمد الیاس صاحب بھی میرے مشفق استاذ تھے اور غالباً میں نے ان سے چار پارے بھی حفظ کر لئے تھے مگر اندر ہی اندر سے حضرت قاری صاحبؒ کے زہد اور تقویٰ نے میرا دل کھینچ لیا کہ اب میرے لئے ہزارہ میں ٹھہرنا ہی مشکل ہو گیا تھا۔

ارى قربه قربا و مغناه غنية : ورءيته اياوّ ومحيه لى حيا

ترجمہ: دیکھی میں نے اس کے قریب ہونے میں اپنی قرابت اور اس کے سایے میں غنیمت اور اسکے دیکھنے میں سیرابی اور سمجھی اس کی زندگی کو اپنی زندگی۔

اس مجلس کا ایک آدھا واقعہ عرض کرتا ہوں کہ حضرت قاری صاحبؒ نے مجھے فرمایا کہ بھائی محمد عمر کوئی رکوع تو سناؤ۔ میں نے سورۃ المنافقون کا دوسرا رکوع پڑھا۔ دورانِ تلاوت میری آواز میں ترعیدسی پیدا ہوئی جس پر حضرت قاری صاحبؒ نے مجھے مطلع فرمایا اور ایسی حرکت سے مجھے باز رہنے کی تلقین فرمائی۔ اب تو قاری صاحبؒ کی محبت میرے دل میں اور بھی جاگزیں ہو گئی اور میں نے عزم کر لیا کہ جس طرح بھی ہو ان کا شرفِ تلمذ ضرور حاصل کرونگا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ حجاباً مدرسہ کا پتہ بھی معلوم نہ کر سکا۔ صرف اتنا معلوم تھا کہ حضرتؒ کا مدرسہ لاہور میں ہے، تو اللہ کا نام لیکر چل پڑا اور دل میں یہ ارادہ کر لیا کہ یا تو اپنا مقصد پالوں گا یا ویسے ہی پھرتا رہوں گا۔ جس کی ترجمانی اس شعر میں موجود ہے:

دست از طلب ندارم تا کارِ من برآید یا تن رسد بجاناں یا جاں ز تن برآید

ترجمہ: ہاتھ طلب سے کوتاہ نہ کروں گا جب تک کہ میرا مقصد حاصل نہ ہو جائے وہ مقصد یہ ہے کہ یا تو تن محبوب کے پاس پہنچ جائے یا جان تن سے نکل جائے۔

اللہ جل شانہ نے میری اس طرح مدد کی کہ ریل گاڑی ہی میں گوجرنوالہ سٹیشن سے ایک شخص سوار ہوئے جو غالباً لاہور شیرانوالہ گیٹ کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے مجھ سے سفر کی وجہ دریافت کی؟ میں نے اپنا مدعا بیان کیا کہ پڑھنے کی غرض سے لاہور جا رہا ہوں۔ حضرت قاری صاحبؒ کا اسم گرامی ذکر کیا اور یہ بات بھی اسکو واضح کر دی کہ میرے پاس ان کے مدرسے کا پتہ بھی نہیں۔ انھوں نے میری حوصلہ افزائی فرمائی اور میری معذوری کو دیکھتے ہوئے مدرسے میں پہنچانے کا وعدہ فرمایا۔ الغرض انھوں نے ایفائے عہد فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ خلاصہ کلام یہ کہ رب کریم محض اپنے لطف و کرم سے مجھے حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کے پاس لے گئے تو میں نے اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ اور اپنے سفر کی کیفیت بھی بیان کی۔

www.foyuz.blogspot.com

یہ کیفیت سنتے ہی بہت شفقت سے پیش آئے اور مجھے اپنے ہی درجہ میں داخل فرمایا۔

اب میں اپنی تعلیمی کیفیت عرض کرتا ہوں۔ ظاہر بات ہے کہ مجھے پڑھانا حضرت قاری صاحبؒ کے لئے بہ نسبت دوسرے شاگردوں کے دشوار تھا کیونکہ قوت باصرہ کے سبب وہ تو دیکھ کر یاد کر لیتے۔ اور میں نابینا ہونے کی وجہ سے معذور تھا تو اسکے لئے حضرت قاری صاحبؒ نے ایک سھل اور نہایت ہی عمدہ طریقہ تجویز فرمایا وہ یہ کہ جب میں سپارہ سنا دیتا تو مجھے اپنے پاس بٹھا دیتے اور ایک ایک جملہ کر کے یاد کراتے اور جس جملہ سے یاد کرانا شروع کیا وہاں ہی سے بار بار سنتے حتیٰ کہ سبق پورا ہو جاتا۔ بسا اوقات اگر طلباء کا ہجوم ہو جاتا تو کسی ساتھی کو بلوا کر سبق یاد کروانے کا حکم فرماتے۔ اکثر وبیشتر اوقات میں مجھے غلام فرید صاحب مانسہروی کے حوالے کرتے۔ کسی وقت وہ تنگی محسوس کرتے تو میں حضرت قاری صاحب کی خدمت میں شکایت کر دیتا تو حضرتؒ اسکو بلا کر فرماتے کہ بھائی تم اسے کیوں نہیں یاد کراتے۔ تم خود بھی معذور ہو آخر تمہیں اتنا احساس نہیں جب ہم معذور لوگ اپنے ہم جنسوں کی رعایت نہیں کریں گے تو بھلا کون خیال کرے گا۔ بعض دفعہ ھزاروی ہونے کے سبب میرے رفیق درس قاری عبدالمجید صاحب ایبٹ آبادی جن سے اللہ تعالیٰ اس وقت سعودی عرب میں اپنے پاک کلام کی خدمت لے رہا ہے۔ انکو بھی فرمادیتے۔ کبھی کبھار ایسا ہوتا کہ بعد از نماز مغرب مجھے اپنے دولت خانہ پر بلوا کر یاد کراتے جبکہ مکان مدرسے کے قریب تھا۔ ایسی کیفیات میں دن میں میرے تین رکوع یاد ہو جاتے اور دو رکوع سے کم تو کبھی ہوا ہی نہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ کی اس حکمتِ عملی کے بناء پر میرا قرآن پاک تقریباً ڈیڑھ سال میں ختم ہو گیا تھا۔ فجزاھم اللہ خیراً۔ درمیان میں مدرسہ کے اپنے دور کے چند احوال ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ اس وقت مدرسہ کی حالت عین شباب پر تھی اس وقت مدرسہ سید الازکیا رأس الاتقیاء حضرت قاری محمد رفیع صاحب مدظلہ کے اہتمام میں چل رہا تھا اور حضرت قاری صاحبؒ درجہ حفظ کے صدر تھے اور شیخنا حضرت قاری محمد شریف صاحب دامت فیوضھم درجہ تجوید کی صدارت کے عہدے پر فائز تھے۔ اس وقت مدرسین کی تعداد غالباً تئیس اساتذہ پر مشتمل

تھی جن میں سے چند مشہور اور نامور اساتذہ کے اسمائے گرامی ذکر کرنا اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔ حضرت مولانا قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم اور اسی طرح حضرت قاری عبد الماجد ذاکر صاحب دام ظلھم ان سب بزرگوں سے اندرونی اور بیرونی طلباء فیض یاب ہو رہے تھے۔ حضرت مولانا غازی شاہ صاحب فاضل دیوبند درجہ عربی کی خدمت پر مامور تھے اور یہ سب کچھ استاذی المحترم حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کی بدولت تھا۔ کیونکہ ایسی مشہور اور نامور ہستیوں کو ایک ہی ادارہ میں اکٹھا کرنا قابلِ رشک تھا یہ صرف حضرت قاری صاحبؒ کی حکمت عملی تھی کہ ہر ایک بزرگ کا اسکے شایان شان احترام کیا جاتا تھا۔ جب طالب علم مدرسے میں قدم رکھتا تو اعلیٰ درجہ کی مسرت محسوس کرتا کیونکہ ایک کونے سے حضرت قاری محمد شریف صاحب دامت فیوضھم کے مشق کرانے کی آواز آرہی ہے دوسری جانب سے حضرت قاری سید حسن شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم کی۔ اور اسی طرح قاری عبدالماجد ذاکر صاحب دام ظلھم کی آواز گونج رہی ہے۔ اور ادھر کمرہ نمبر تین میں حضرت قاری صاحبؒ پڑھا رہے ہیں۔ یہاں سے حضرت قاری صاحبؒ کی فراست کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ انہوں نے شعبہ تجوید کی صدارت کیلئے ایک ایسی بزرگ ہستی کا انتخاب فرمایا کہ جن کی وجہ سے جلد ہی مدرسہ تجوید القرآن تجوید اور قرأت کا سرچشمہ بنا جس سے انگنت طلباء سیراب ہوئے۔ مدرسہ کے فارغین نہ صرف پاکستان میں بلکہ دیگر ممالک میں بھی پھیل گئے۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ حضرت قاری صاحبؒ کا مقصد کتاب اللہ کے پڑھانے سے شہرت اور عزت، جاہ وجلال واحترام نہ تھا بلکہ آپکا مقصد فقط جناب باری تعالیٰ کا امتثالِ امر اور خوشنودی تھا۔ نیز آپ چاہتے تھے کہ کتاب اللہ کی نشر واشاعت اعلیٰ پیمانے پر ہو تا کہ امت مسلمہ میں حفاظ اور قراء زیادہ تعداد میں پیدا ہوں اور جہلا کی تعداد کم ہو۔ اللہ کے بندوں کو قرآن کی طرف لایا جائے اور کلام الٰہی کی خدمت کی جائے۔ دوسری خصوصیت حضرت قاری صاحبؒ کی یہ تھی کہ وہ طریقہ اپنے شاگردوں کے ساتھ اختیار کرتے تھے جس طرح نبی کریم ﷺ کا صحابہ کرام کے ساتھ تھا چنانچہ آپ اپنے شاگردوں کے ساتھ اس قدر شفقت و

www.foyuz.blogspot.com

محبت سے پیش آتے کہ جس کی نظیر ملنا مشکل ہے۔ تیسری خصوصیت انکو اللہ جل شانہ نے یہ عطا فرمائی تھی کہ وہ اپنے تلامذہ سے کسی معاوضہ اور اجر کے طالب نہ تھے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے قل لا اسئلکم علیہ اجراً۔ ترجمہ: اے پیغمبر کہہ دیجئے میں تم سے کسی معاوضہ اور اجر کا طالب نہیں ہوں۔ چنانچہ آپ نے مدت العمر اپنے کسی شاگرد سے کسی قسم کا طمع اور لالچ نہیں کیا۔ ان اجری الا علی اللہ پر عمل پیرا رہے۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے انکو بہت سی خصوصیات عطا فرمائی تھیں ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ اپنے تلامذہ کو اخلاقِ حسنہ کی طرف رغبت دلاتے اور برائیوں سے بچنے کی تاکید فرماتے تھے چنانچہ آپ اکثر و پیشتر سب طلباء کو جمع فرماتے اور ان دو باتوں کی تلقین فرماتے جب دو طلباء کا آپس میں جھگڑا ہو جاتا۔ اول تو نرمی سے سمجھاتے اگر کبھی ضرورت پڑتی تو ترش لہجے میں بھی اچھی باتوں کا حکم فرماتے اور بری باتوں سے منع فرماتے۔

خصوصیاتِ تدریس

دوران تلاوت اگر حضور ﷺ کا اسم گرامی آتا تو مجھے خوب یاد ہے کہ آہستہ سے صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے اور شاگرد کے ہر ہر لفظ کی اصلاح فرماتے اور جو آپ سے قرآن پاک حفظ کر لیتا تو میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ اسکو درجہ تجوید میں جانے کے بعد حدر سنانے میں کسی قسم کی دقت پیش نہ آتی اور حفظ ہی کے زمانہ میں یا تو آپ خود مشق کرانے کا التزام فرماتے یا دوسرے بزرگوں کے پاس بھیجتے۔ چنانچہ اس عاجز کو بھی حضرتؒ حفظ ہی کے زمانہ میں مشق کرنے کے لئے حضرت قاری محمد شریف صاحب کی خدمت میں بھیجا کرتے تھے۔ اگر حضرت قاری صاحبؒ کے پاس ہجوم کی وجہ سے ہم واپس آجاتے تو حضرتؒ فرماتے کہ کم از کم سننے کیلئے تو بیٹھ جایا کرو۔ سننے سے بھی آپ کو بہت زیادہ فائدہ ہوگا بلکہ اس پر بھی نہیں چھوڑا خصوصاً حضرت قاری صاحب کی خدمت میں میری سفارش کرتے رہتے۔ پڑھائی کے دوران جس قدر صحت لفظی کی ضرورت پڑتی تو آپ تصحیح فرماتے اور مدرسہ کے وقت سے کہیں زیادہ وقت صرف ہو جاتا۔ مدرسہ کے وقت میں جن شاگردوں کا کچھ کام رہ جاتا اسے خارج وقت میں پورا فرماتے۔ موسم سرما میں نماز تہجد

کے بعد ہی پڑھانا شروع کر دیتے۔ بعض طلباء مفلوک الحال ہوتے تو ان کی نہایت ہی توجہ سے خبر گیری کرتے۔

حضرتؒ کی علماء حق سے دلی محبت

اختصار کے پیش نظر ایک واقعہ عرض کرتا ہوں جب حضرتؒ کو سید عطاء اللہ شاہ بخاری کے وصال کی اطلاع موصول ہوئی تو جلدی سے آپ حضرت قاری محمد شریف صاحب دامت فیوضہم کے حجرے میں تشریف لے آئے۔ ہم اس وقت حضرت قاری صاحب کی خدمت میں بیٹھے تھے تو حضرت قاری صاحب کو فرمایا کہ حضرت شاہ صاحبؒ کے وصال کا ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہونا چاہیے جس میں آپ کو تقریر کرنی پڑے گی تو حضرت قاری صاحبؒ نے فرمایا کہ اس وقت تو میرے ذہن میں کوئی موضوع نہیں ہے کہ میں حضرت شاہ صاحبؒ کی شان میں کچھ عرض کروں۔ تو اس پر حضرت مرحومؒ فرمانے لگے کہ دو اور تین سو صفحات پر مشتمل کتابیں تو نکل ہی سکتی ہیں لہٰذا اس وقت بھی آپ کوئی موضوع تیار فرما دیں تو حضرت قاری صاحب نے قبول فرمایا۔ چنانچہ یکے بعد دیگرے دونوں بزرگوں نے حضرت شاہ صاحب مرحومؒ کی شان میں اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار فرمایا اور مدرسے کا پہلا وقت اس اجلاس میں صرف ہوا اور اختتام پر حضرت قاری صاحبؒ نے دعائے مغفرت فرمائی۔

شاگردوں کی خیر خواہی اور ان کے مستقبل پر ایک نظر

شاگردوں کے بہت ہی خیر خواہ تھے اور انکے مستقبل کو فوراً ہی جانچ لیتے تھے۔ جس شاگرد کو درجہ تجوید کا مرحلہ طے کرنے کے بعد باقی علمی مراحل طے کرنے کے لائق سمجھتے تو اسکو ہرگز تدریس کی اجازت نہ دیتے اور اسکو عالم بننے کا شوق دلاتے۔ جس کو اس قابل نہ سمجھتے تو یوں فرماتے کہ کتابیں وہ شخص پڑھے جس کا ذہن اچھا ہو ورنہ تو قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے میں وقت لگائے۔ حضرت قاری صاحبؒ کا عام طریقہ یہ تھا کہ وہ شاگرد کو محض فارغ ہی نہ کرتے تھے

www.foyuz.blogspot.com

بلکہ اسکو قابل استاد بنا کر نکالتے تھے۔ وہ اس طرح کہ جب طالب علم درجہ تجوید میں قدم رکھتا تو وقتاً فوقتاً اسکو اپنے درجہ میں بلا کر کچھ کام لیتے۔ تو روایتِ حفصؒ کی فراغت تک اس کو پورا طرز تدریس آجاتا اور جس کے ساتھ حد درجے کی شفقت فرماتے تو اسے اپنی ہی درجہ میں معین رکھ لیتے۔ ایک دو سال تو اس طرح گزرتے اسکے بعد مستقل درجہ مرحمت فرماتے چنانچہ اس احقر کے ساتھ بھی ایسا ہی سلوک فرمایا۔ پہلے تو اپنے ہی درجہ میں معین رکھا تقریباً ڈھائی سال کے بعد مستقل درجہ عنایت فرمایا۔

ایک یا دو رمضان المعظم کے سوا باقی جتنی مدت وہاں رہنا نصیب ہوا تو مدرسہ ہی کی مسجد میں سنانے کا موقع دیتے رہے تو اس میں میری سعادت تھی۔ اگر پڑھت میں کوئی غلطی ہو جاتی تو صبح مجھے اپنے حجرے میں بلا کر اس سے آگاہ فرماتے اور بعض دفعہ میں کسی لڑکے پر سختی کر لیتا تو حضرتؒ اپنی جگہ پر میری اصلاح فرماتے۔ اس بات کی بار بار ہمیں تلقین فرماتے کہ بھائی ہم لوگوں نے قرآن ہی کی خدمت کرنی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہم کو اور کاموں سے فارغ کر دیا ہے اور آپ قرآن کی خدمت کو وراثت سمجھ کر کام کریں اور اپنی طبیعت میں تبدیلی پیدا کریں۔ حضرتؒ کے الفاظ میرے لئے موتیوں کی مانند ثابت ہوئے۔ جن سے میں انشاءاللہ تا دم اخیر فائدہ اٹھاتا رہوں گا۔ اسکے بعد حضرتؒ نے مجھ سے درجہ تجوید میں کچھ خدمت لینے کا فیصلہ فرمالیا۔ چھ شوال کو جب مدرسہ شروع ہونے لگا تو اس وقت شعبہ تجوید کے صدر جناب مولانا قاری اظہار احمد صاحب تھانوی تھے تو حضرتؒ نے حضرت قاری صاحب سے مشورہ کیا کہ اسکو آپ اپنے درجہ میں بطور معین رکھ لیں تو بہتر ہوگا تو حضرت قاری صاحب نے نہایت ہی مسرت کے ساتھ حضرتؒ کا یہ مشورہ قبول فرمایا۔ تقریباً تین سال حضرت قاری اظہار احمد تھانوی صاحب کے زیر سایہ ٹوٹا پھوٹا کام کرتا رہا اس کے بعد میرا قرأت سبعہ کرنے کا ارادہ ہوا استاذی المحترم جناب قاری محمد شریف صاحب زید مجدھم چونکہ میرے پہلے سے شفیق استاذ تھے اور مانوس بھی انھی سے تھا اسلئے میں نے آپکی خدمت میں دوبارہ جانا چاہا تو جب قاری صاحبؒ سے مشورہ لیا تو

انہوں نے خندہ پیشانی اور نہایت فراخدلی سے اجازت فرمادی اسکے بعد جب آپ بیمار ہوئے تو مجھے دو تین مرتبہ ماڈل ٹاؤن سے عیادت کے لئے حاضری کا موقع نصیب ہوا تو اس حالت میں بھی دریافت فرماتے کہ تمہارا کتنا کام باقی ہے اور فرماتے کہ خوب محنت سے پڑھو اور حضرت قاری صاحب زید مجدھم کے وجود کو غنیمت سمجھو۔ دورِ حاضر میں حضرت قاری صاحب زید مجدھم کا وجود ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب کو قائم دائم رکھے۔ یہ تھی میری حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ آخری ملاقات۔ الغرض مبدء فیاض نے جتنا کام آپ سے لینا تھا لے لیا اور اس کی تکمیل کے بعد آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنے جوارِ رحمت میں بلا لیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کی قبر اطہر پر کروڑ ہا رحمتوں کی بارش نازل فرمائیں اور ان کو جنت الفردوس میں صالحین و ابرار کے زمرے میں جگہ عنایت فرمائیں کہ ایسے قراء لاکھوں میں کوئی کوئی ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم کو ان بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

علم وعمل، بذل و بحث حکمت، کلام واتقا
دستِ قضا نے آہ سب کو بے سروپا کر دیا

محمد عمر ہزاروی
صدر شعبہ تجوید جامع بی بلاک
ماڈل ٹاؤن لاہور۔

www.foyuz.blogspot.com

حافظ قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ

احمد خالد عمر صاحب بی اے آنرز، ایم-اے علیگڑھ
پروفیسر سندھ مسلم کالج کراچی

یہ بات کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن (اقبال)

حافظ صاحب سے ملاقات کا شرف مجھے بیس سال قبل حاصل ہوا جب میں اپر سندھ کالونی، کراچی میں محمد یوسف سیٹھی صاحب کے مکان کے متصل اوپر والے فلیٹ میں کرایہ دار تھا۔ سیٹھی صاحب پکے مسلمان تھے اور مدارس کے قیام میں دن رات کوشاں رہتے تھے۔ حافظ صاحب ان کے قدیم دوست تھے اور رمضان میں تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لئے سیٹھی صاحب کے وہ مہمان رہتے تھے۔ حافظ صاحب نابینا تھے اس لئے ان کا ایک شاگرد، ان کی خدمت کے لئے ان کے ساتھ لاہور سے آیا تھا۔ اس طرح چند رمضانوں میں میں نے سیٹھی صاحب کے گھر پر نمازِ عشاء اور تراویح میں شرکت کی۔ ۱۹۵۸ء میں مکان چھوڑنا پڑا کیونکہ مالک مکان تبدیل ہوگیا تھا اور نئے مالک نے اپنی ضرورت ظاہر کر کے خالی کرالیا۔ اگر چند سال عدالت میں صَرف نہ کیے جاتے تو مکان پہلے ہی خالی کر دینا پڑتا۔ پھر اس کے بعد حافظ صاحب اپنے حبسِ بول کے مرض کی وجہ سے ضعیف ہوگئے تھے اور کراچی نہیں آتے تھے۔

ایک مرتبہ لاہور میں ان کے گھر پر بھی ملاقات کا موقع ملا۔ حافظ صاحب بہت زیادہ خلیق اور ملنسار تھے اور صرف میرے سلام کرنے کی آواز سے مجھے پہچان لیا کرتے تھے۔ لیکن حافظ صاحب کی سب سے بڑی خوبی جس نے مجھے بہت متاثر کیا وہ ان کا طرزِ ترتیل تھا۔ ہر لفظ اچھی طرح ادا ہوتا تھا۔ ثواب بیان کرنے والی آیتوں کے موقع پر انبساط ظاہر ہوتا تھا اور عذاب

www.foyuz.blogspot.com

بیان کرنے والی آیتوں کے وقت گھبراہٹ ظاہر ہوتی تھی۔ احکام بیان کرنے والی آیتیں زور اور تاکید کے ساتھ ادا ہوتی تھیں۔ یہ سارا لطف میرے لئے خصوصی لذت رکھتا تھا کیونکہ میں ہر آیت کا ترجمہ سمجھتا جاتا تھا اور یوں پورے قرآن کے مطالب ایک ہی ماہ میں تازہ ہو جاتے تھے ویسے میرا معمول ایک رکوع روزانہ کا ہے جو اللہ کے فضل وکرم سے سال بھر جاری رہتا ہے اور یہ عادت، تیس سال سے زائد عرصہ سے قائم ہے یعنی اسکول کے آخری درجوں کے زمانہ سے۔ والد صاحبؒ بھی ہر سال حافظ صاحبؒ سے ملاقات کرتے تھے اور اپنے مکان ہی میں بیٹھ کر ان کی اقتدا تراویح میں کرتے تھے کیونکہ ٹانگوںمیں پرانی تکلیف تھی۔ والد صاحبؒ کی وفات کو تقریباً دو سال ہوگئے۔ قرآن فہمی کا یہ شوق مجھے ان ہی سے ملا تھا اور ان کا زندگی بھر یہی معمول رہا کہ قرآن کو سمجھ کر پڑھیں اور اسی کے مطابق عمل بھی کریں، اور مضامین بھی لکھیں۔ وہ فرماتے تھے کہ بغیر سمجھے پڑھنے سے حقِ تلاوت ادا ہو ہی نہیں سکتا۔

اَلَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَتْلُوْنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ط

حافظ صاحبؒ کے سینکڑوں شاگرد ماشاء اللہ حافظ اور قاری بن چکے ہیں، مدرسوں میں پڑھا رہے ہیں۔ قرآن سنا رہے ہیں اور بعض تو مدرسے چلا رہے ہیں۔ ان کے ہر شاگرد میں ترتیل کی وہی صفت پائی جاتی ہے صرف استاد اور شاگرد کا فرق ہے۔ میں ان کے دو تین شاگردوں سے بھی قرآن سن چکا ہوں، بہ سہولت مجھے ترجمہ سمجھنے کا لطف آتا رہا۔ اللہ تعالیٰ ان کے اس خصوصی کام کو زیادہ سے زیادہ بڑھائے اور سارے ملک میں پھیلا دے۔ **اللّٰھم زد فزد**

اگر اسی طرح ہر حافظ رمضان میں قرآن مجید سنائے اور لوگوں کو قرآن مجید کو ترجمہ کے ساتھ پڑھنے کی اہمیت کا علم بھی ہو جائے تو ہر مسجد میں ایسے لوگوں کی تعداد بہت ہی زیادہ بڑھ جائے گی جو پڑھے لکھے تو کہلاتے ہیں، لیکن قرآن مجید کے علاوہ ہر کتاب کو سمجھ کر پڑھتے ہیں۔ عربی زبان نہ جاننے کا عذر ہرگز معقول نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر زبان میں مستند ترجمے موجود ہیں اور متن کے ساتھ ترجمہ بھی پڑھنے کو اگر معمول بنالیا جائے تو خود بخود تھوڑی بہت عربی آجاتی ہے

اورعربی دانی بڑھتی بھی جاتی ہے اور یہ بھی قرآن کریم کا ایک معجزہ ہے۔ تراویح میں شرکت تو میں نے برسوں کی ہے لیکن جو لطف اور استفادہ حافظ صاحب کی قیادت میں حاصل ہوا وہ اپنی مثال آپ ہے۔

اللّٰهم اغفر له وارحمه انه عبدک وانه کان یتلو
کتابک حق تلاوته

نوٹ:

ایک اور بات بھی حافظ صاحبؒ کے متعلق یاد آئی جس سے ان کی گہری قرآن فہمی اور اسلامیت کا پتہ چلتا ہے اور جو آج کل بہت کم لوگوں میں پائی جاتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ ''حبسِ بول'' کے مرض کی وجہ سے وہ متفکر اور پریشان رہتے تھے اور پریشانی کی خصوصی وجہ انہوں نے یہ فرمائی تھی کہ:

''اس کے علاج کے سلسلہ میں بے ستری ہوتی ہے۔''

ان کے اس تبصرے نے مجھے بہت متاثر کیا۔ اللہ تعالیٰ ہر مسلمان میں یہی احساسِ حیا پیدا کردے اور ہر مسلمان کو ہر مرض سے اور ایسے ہر علاج سے محفوظ رکھے آمین ثم آمین یاالٰہ العالمین۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
وتب علینا انک انت التواب الرحیم

احمد خالد عمر، گِذری
کراچی ڈیفنس

حضرت قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ

حکیم حافظ عبدالرشید انور ہری پور ہزارہ [۱]

دنیا میں بعض لوگ ایسے بھی ہوتے ہیں جن کا نام رہتی دنیا تک زندہ رہتا ہے۔ انہی میں ایک نام ہمارے بزرگ اور استاذ قاری فضل کریمؒ کا بھی ہے۔ جو اپنی ذات میں ایک انجمن تھے۔ انھوں نے بے سروسامانی کے عالم میں مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھی جہاں سے ہزاروں طلباء فراغت کے بعد عرب وعجم میں عوام کو فیضیاب کر رہے ہیں۔ جہاں میں نے بھی ان کے سامنے زانوئے تلمذ بھی طے کیا۔ قاری محمد رفیع صاحب مجھے داخل کرانے کے لئے لے گئے۔ اسوقت ان کے پاس دفتر میں قاری محمد شریفؒ، قاری ابراہیم اور قاری محمد حنیف بھی تھے۔ انہوں نے میرا تعارف حکیم عبدالسلام ہزاروی کے حوالے سے کرایا۔ اسوقت قاری فضل کریم صاحب نے انتہائی مسرت کے عالم میں حکیم عبدالسلام کی خدمات کی تعریف کی اور کہا ختم نبوت کے سلسلے میں امیر شریعتؒ کا ساتھ قابل ذکر تھا۔ قاری صاحب مجھے مدرسے میں جب بھی بلاتے تو ھندکو میں بلاتے اور کبھی کبھی مجھے اپنا بچا ہوا دودھ بھی پیش کرتے۔ ان کی شفقت و مودت میں آج تک نہیں بھلا سکا۔

جب میں ان کے شاگرد مختلف قراء حضرات کو تلاوت کرتے دیکھتا ہوں تو میرے دل

---

[۱] آپ حضرت حکیم عبدالسلام ہزارویؒ کے فرزند ہیں، قرآن پاک کے حافظ اور حضرت قاری صاحبؒ کے شاگرد ہیں، جامعہ اشرفیہ لاہور کے فاضل اور حکیم ہیں۔ اب اپنے والد صاحب کی جگہ مطب جاری ہے۔ دینی اور اصلاحی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں اور مخلص کارکن ہیں۔ راقم الحروف کے مخلص احباب میں سے ہیں۔

www.foyuz.blogspot.com

سے یہ دعا نکلتی ہے کہ خدائے عزوجل حضرت قاری فضل کریمؒ کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

؎ خدا رحمت کندایں عاشقان پاک طینت را

؎ جہاں میں اہل ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

میرے دماغ میں اور بہت ساری ان کی خوبیاں اوراخلاق حمیدہ موجود ہیں جب کبھی کوئی اجلاس یا محفل ہوتی تو آپ کا انداز گفتگو بڑا دلچسپ ہوتا۔ خصوصاً اکابر علماء دیوبند کا بڑے میٹھے انداز میں تذکرہ کرتے تو دل چاہتا کہ حضرت قاری فضل کریمؒ سے مزید کچھ سوال کئے جائیں۔ نابینا ہونے کے باوجود ان کا سینہ یادوں کا خزینہ تھا۔ شیخ القراء حضرت مولانا قاری عبد المالکؒ کی کی آمد بڑے خوش ہوتے۔ اسوقت میرا تعارف کراتے تھے یہ ان کی خصوصی شفقت اور نظر عنایت تھی۔ سبھی طلباء پر ان کی شفقت عام تھی۔ ہر کوئی یہ سمجھتا تھا کہ وُہ مجھ پر انتہائی مہربان ہیں۔ سینکڑوں حفّاظ اور قرّاء تیار کئے۔ ان پر ایسی محنت کی کہ وُہ اپنے اُستاذ کی True Copy دکھائی دیتے تھے۔ طلبہ پر بہت محنت کرتے۔ انہیں اپنے جیسا بنانے کی ہمیشہ فکر ہوتی۔ ان کی تربیت کا بھی خاص خیال ہوتا۔ ایسے مخلص اور بے لوث اساتذہ اب کہاں ملیں گے! رحمہ اللہ تعالیٰ۔

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ

عبدالسلام بن محمد بھٹوی

آج سے تقریباً پچاس برس پہلے میں نے جامعہ سلفیہ فیصل آباد اور جامعہ محمدیہ اوکاڑہ سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد ۱۹۶۵ء میں قرآن مجید حفظ کرنے کے لیے مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندی گراں لاہور میں داخلہ لیا۔ اس وقت مدرسہ میں تحفیظ کی ۹ کلاسیں تھیں۔ ناظرہ اور تجوید و قرأت کی کلاسیں ان کے علاوہ تھیں۔ مدرسہ کے مہتمم حافظ قاری محمد رفیع صاحب رحمہ اللہ تھے اور صدر مدرس، نگران اور تقریباً سبھی اساتذہ کے استاذ قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ تھے۔ خوش قسمتی سے مجھے قاری فضل کریم رحمہ اللہ والی کلاس میں داخلہ ملا۔ اس طرح میں ان کے ان شاگردوں میں سے ہوں جنھوں نے ان سے ان کی زندگی کے آخری ایام میں قرآن مجید حفظ کیا۔ ان دنوں قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ کے معاون قاری مسافر جان تھے جن کا کمرہ قاری صاحب کے کمرے کے ساتھ تھا۔ قاری صاحب کی طبیعت خراب ہوتی یا وہ مہمانوں کی وجہ سے مصروف ہوتے تو ہماری کلاس کو قاری مسافر جان کے پاس بھیج دیتے اور ہمارے سبق، سبقی، پارہ اور منزل سن لیتے تھے۔

قاری صاحب جیسا تحفیظ کا استاذ میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ وہ کلاس میں تشریف لاتے اور ایک گُھٹنا کھڑا کر کے ایک گُھٹنے پر بیٹھ جاتے اور تمام لڑکوں کے اسباق، سبقی پارہ اور منزل سننے کے دوران اسی طرح بیٹھے رہتے، دیوار یا تکیے سے ٹیک لگانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ صبح سب سے پہلے تمام لڑکوں سے خود سبق سنتے تھے۔ اس کے بعد سبقی پارہ سنتے۔ ظہر کے بعد منزل سنتے تھے۔ ایک وقت میں تین لڑکے سبقی پارہ یا منزل سناتے۔ جس کے ساتھ ایک ایک ساتھی قرآن مجید کھول کر پارہ سن رہا ہوتا تھا۔ قاری صاحب گھٹنا کھڑا کر کے سن رہے ہوتے تھے وہ ایک وقت میں تینوں میں سے ایک کا سن رہے ہوتے تھے مگر تینوں یہ سمجھتے تھے کہ قاری صاحب میرا پارہ سن رہے ہیں۔ سبق، سبقی یا منزل سنتے وقت ضبط وحفظ کے ساتھ تلفظ اور لہجے کا خاص خیال رکھتے

www.foyuz.blogspot.com

آہستہ رفتار سے پڑھنے کا خاص اہتمام کرتے۔ کسی طالب علم کو تیزی سے نہیں پڑھنے دیتے تھے۔ اگر سامع پڑھنے والے کی غلطی پکڑنے میں کوتاہی کرتا تو اس کی اصلاح کر دیتے۔

قاری صاحب رحمہ اللہ نہایت خوش طبع تھے۔ لطیفے بیان کرتے اور لطیفے سن کر خوش ہوتے تھے۔ کبھی کبھی لڑکوں کے اسباق سن کر قاری محمد عمر یا قاری مسافر جان یا کسی اور قاری صاحب کو بلا لیتے پھر خوب لطیفوں کا دور چلتا۔ ایک دن کلاک کا گھنٹہ بجنے لگا تو قاری صاحب نے بڑے رعب اور بلند آواز سے کہا: ''چپ!'' اور کلاک چپ ہو گیا۔ لڑکے حیران ہوئے مگر قاری صاحب نے دس کی گنتی کے بعد چپ کہا تھا کیوں کہ گھڑی پر دس بج رہے تھے۔

قاری صاحب کو مطالعہ کا بہت شوق تھا روز نامہ نوائے وقت کی موٹی موٹی خبریں باقاعدگی سے سنتے بعض کی تفصیل بھی سن لیتے۔ اس کے علاوہ کوئی نہ کوئی کتاب بھی سنتے۔ میں چونکہ کتابیں پڑھ کر گیا تھا اس لیے یہ سعادت مجھے حاصل ہوتی تھی۔ تفسیر ابن کثیر اور بعض دوسری کتابیں اُنھوں نے مختلف وقتوں میں مجھ سے سنیں۔ حفظ کے علاوہ تجوید کی ایک عربی کتاب بھی میں نے ان سے پڑھی۔

قاری صاحب کامل استاذ ہونے کے ساتھ ساتھ زبردست منتظم بھی تھے۔ کسی طالب علم یا استاذ کی مجال نہ تھی کہ نظم کی خلاف ورزی کرے۔ ایک دفعہ مجھ سے یہ غلطی ہوئی کہ صبح جو طالب علم طلبہ کو نیند سے بیدار کرتا تھا میں نے اس سے تکرار کیا یا کوئی ایسی بات کہی جو مجھے اس وقت یاد نہیں اس نے قاری صاحب سے میری شکایت کر دی۔ قاری صاحب نے مجھے بلایا اس نے شکایت دہرائی تو مجھے فرمایا: اپنا سامان اُٹھاؤ اور مدرسہ سے نکل جاؤ۔ میں نے عرض کیا: قاری صاحب معاف کر دیں، آئندہ ایسا نہیں کروں گا۔ فرمانے لگے: ''ٹھیک ہے'' وہ ان کا جلال تھا اور یہ ان کی شفقت تھی کہ مجھے فوراً معاف کر دیا۔

قاری صاحب مسلکاً دیوبندی تھے مگر نہایت وسیع القلب۔ ان کے پاس دیوبندی، بریلوی اور اہل حدیث غرض ہر مکتب فکر کے لوگوں کے بچے پڑھتے تھے اور کسی سے کوئی بیگانگی کا سلوک نہیں ہوتا تھا۔ مدرسہ کے اکثر لڑکے مقامی تھے کچھ اقامت رکھنے والے بھی تھے میں بھی ان میں شامل تھا۔ مدرسہ میں کھانا نہیں پکتا تھا ہر لڑکے کو تیس روپے وظیفہ ملتا تھا جس میں اسے اپنے کھانے کا خود

انتظام کرنا ہوتا تھا۔ ہم تین طلبہ نے تیل کا چولہا، توا، پرات اور دیگچی رکھی ہوئی تھی۔ آٹا گھر سے لے آتے اور خود سالن اور روٹی پکا لیتے تھے۔ بعض اوقات ہوٹل سے لا کر بھی کھا لیتے تھے۔ کبھی کبھی صبح تنور سے ایک آنے کا کلچہ لے کر ناشتہ کر لیتے جس پر کلچے والا دال مفت ڈال دیتا تھا۔ کبھی کبھی اس کے ساتھ ایک آنے کا حلوا لے کر عیش بھی کر لیتے تھے۔ اس وقت روپے میں سولہ آنے ہوا کرتے تھے۔ کھانا خود پکانے سے ساری عمر کے لیے کھانا پکانے کے لیے اس محتاجی کا خیال دل سے نکل گیا۔

اللہ تعالیٰ نے ہمارے استاذ قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ سے تحفیظ القرآن کی بے حساب خدمت لی۔ ہم ان کے تمام شاگرد قرآن پڑھنے پڑھانے کا جو بھی کام کر رہے ہیں یقیناً اس میں قاری صاحب، مدرسہ کے مہتمم حافظ محمد رفیع صاحب رحمہ اللہ اور تمام اساتذہ اور معاونین کا حصہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کی محنتوں کو شرف قبول بخشے اور سب کو جنت میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین

عبدالسلام بن محمد بھٹوی

۲۸ ربیع الثانی ۱۴۳۶ھ

17 فروری 2015ء

www.foyuz.blogspot.com

استاذِ گرامی

مولانا حافظ احمد شاکر

''تحفیظ یعنی حفظ قرآن کریم کی مصروفیت ایسی بابرکت مصروفیت ہے کہ اللہ کے جس بندے نے بھی لوجہ اللہ اس فعل خیر کو اپنالیا اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کی دنیا کی ہر ضرورت جو اس کے مقدر میں لکھی جاچکی ہے پوری فرماتا ہے اصل سعادت تو یہ ہے کہ وہ سلسلۃ الذہب طلائی تسبیح میں شامل ہو جاتا ہے نیز دنیا میں اس کے لیے عزت واحترام اور قیامت تک کے لیے صدقہ جاریہ بھی اس کے نصیب میں ہو جاتا ہے۔

قیام پاکستان کے بعد امام القراء حضرت مولانا قاری عبدالمالک صاحب رحمہ اللہ نے جب لکھنؤ سے ہجرت فرما کر لاہور میں قدوم میمنت لزوم فرمایا اُس وقت ہماری ناقص معلومات کے مطابق لاہور میں قراءت وتجوید کی کوئی ایسی باقاعدہ اور مستند درس گاہ نہ تھی (سوائے مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے) پرانی انارکلی لاہور میں دارالعلوم الاسلامیہ (جس کے بانی حضرت قاری سراج احمد صاحب تھے وہاں حضرت قاری عبدالمالک صاحب تشریف لائے) اور شہر لاہور کو (تجوید وقراءت کی) اس نعمت عظمیٰ سے بہرور کیا۔ حضرت امام القراء کے سامنے لکھنؤ (ہند) کے معروف مدرسہ عالیہ فرقانیہ کا معیار ومقام تھا جس کو اُن کے برادر بزرگ حضرت مولانا قاری عبدالخالقؒ نے سہارن پور کو رونق بخشی ہوئی تھی اُسی کو مینارہ نور جانتے ہوئے حضرت قاری عبدالمالک نے انتھک لگن اور بابرکت جہود سے قراءت وتجوید کا لاہور میں فیضان جاری کیا جو کہ بلاشبہ لاہور کی تاریخ کا ایسا حصہ ہیں جس کے بغیر شہر لاہور کی تعلیم قراءت وتجوید کی تاریخ نامکمل رہے گی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے امام القراء کی جہود مبارکہ کو یہ قبولیت بخشی کہ اُن کے صاحبزادگان گرامی قاری محمد ذاکر اور قاری محمد شاکر المملکۃ العربیۃ السعودیۃ میں تشریف لے گئے جہاں اُن کی خدمات قراءت وتجوید کے باعث ان کی خدمت میں شہریت بھی پیش کر دی گئی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اس ناطے سے حرمین شریفین میں بھی اُن کا فیض پہنچادیا۔

لیکن امام القراء کی لاہور میں آمد سے قبل باتجوید حفظ قرآن، پختہ منزل اور حدر (روایتِ

حفص) سے اہل لاہور کی معرفت حضرت قاری فضل کریم کی سعی ہائے مشکور سے متعارف ہو چکی تھیں۔ نیز اسی مدرسہ میں حضرت قاری فضل کریم صاحب کے ممتاز شاگرد حضرت قاری محمد شریف صاحبؒ شعبۂ تجوید وقرأت کے صدر کی حیثیت سے اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دے رہے تھے اور طلبہ ان سے باقاعدہ روایت حفص اور سبعہ کی اسناد حاصل کر رہے تھے۔ اسی طرح شعبۂ تجوید ہی میں دوسرے ممتاز عالمِ دین وقاری حضرت سید حسن شاہ بخاری مہاجر مدنیؒ بھی باقاعدہ تجوید و قرأت کی تدریس کر رہے تھے اور قراء کی ایک بڑی تعداد ان سے فیض یاب ہو رہی تھی۔

حضرت مولانا قاری فضل کریم صاحب کی خدمات قرآنیہ اس قدر ہیں کہ ان شاء اللہ وہ بھی انھی بابرکت اور خوش نصیب شخصیات میں شامل ہیں، کہ حضرت نے رنگ محل کے علاقہ مسجد چینیانوالی، مسجد نور موتی بازار اور مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندی گراں میں اُنھوں نے کم وبیش چالیس سال تک نور قرآنی کی شمع جلائی اور اس سے علاقے کو منور فرماتے رہے۔ قرآن کریم کی منزل پختہ کرانا، عمدہ پڑھت یعنی عمدہ پڑھنے کا شعور پیدا کرنا اور اس کو رواج دینا ان کا مقصد حیات تھا۔ چنانچہ حضرت قاری صاحب نے اندرون لاہور میں تعلیم قرآن کے ساتھ رمضان المبارک کی طاق راتوں میں قیام اللیل میں مدرسہ کے طلباء سے قرآن پاک پڑھوا کر خوش نصیب والدین کے دلوں میں حبّ قرآن کریم کی ایسی جوت جلائی کہ دیے سے دیا جلتا اور شمع سے شمع روشن ہوتی رہی۔ آپ کے بعد آپ ہی کے استاذ بھائی اور میرے دادا اُستاذ قاری محمد اسماعیل صاحب جو مدرسہ ترتیل القرآن (شاہ عالم چوک) کے مہتمم تھے، بھی طاق راتوں کو باجماعت نفلوں میں قراءت قرآن کے عمل حسن میں شریک ہو گئے اور شہر لاہور لحن قرآنی سے محظوظ ہوتا رہا بلکہ اس کی نورانی کرنیں دیار حرمین شریفین تک بھی پہنچ چکی ہیں۔

شعبان ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۷ مارچ) میں راقم الحروف حفظ قرآن مکمل کرنے کی سعادت سے بہرہ ور ہوا۔ ۲۰ رمضان المبارک کو والدہ محترمہ کا انتقال ہوا۔ حضرت والد صاحب کے حسب ارشاد ۱۳۶۳ھ رمضان المبارک میں میری ولادت ہوئی تھی گویا ۱۴ کی عمر میں اللہ تعالیٰ نے حفظ قرآن کی نعمت عظمیٰ سے مجھے سرفراز فرمادیا۔ اسی سال بعد رمضان المبارک شوال المکرّم میں حضرت والد صاحب احقر کو حضرت قاری صاحب کی خدمت میں منزل کی پختگی اور پڑھت میں عمدگی کے لیے

www.foyuz.blogspot.com

لے گئے، حضرت والد صاحب اور حضرت قاری صاحب کا امرتسر ہی سے تعارف تھا، قیام پاکستان کے بعد جب حضرت مولانا محمد داود غزنوی کے ارشاد پر حضرت والد صاحب دارالعلوم تقویۃ الاسلام میں صدرالمدرسین کی حیثیت سے لاہور آئے تو ان کا پہلا پڑاؤ مسجد چینیا نوالی میں تھا، جو صرف چند ماہ رہا، اُس وقت مسجد چینیا نوالی میں حضرت قاری صاحب تدریس فرماتے تھے۔ حضرت والد صاحب کو قرآن حکیم سے تو شغف تھا ہی والدہ بھی ذوق قرآنی سے مالا مال اور حسن و قرأت کی دلدادہ تھیں، حضرت والد صاحب نے اپنی اور والدہ کی اس خواہش خوابیدہ کی تکمیل کرتے ہوئے مجھے حضرت قاری صاحب کی خدمت میں پیش کر دیا میں سمجھتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل، والدین کی دعائیں، ان کی حسن نیت اور میری خوش نصیبی تھی کہ مجھے ایسی شخصیت کے حضور زانوے تلمذ طے کرنا نصیب ہوا، جو بلاشبہ اپنے دور کی مخلص، منفرد، بے مثال، اجلی اور ممتاز شخصیت تھی۔

حضرت قاری صاحب اور حضرت والد کی مخلصانہ محبت ومؤدت اور حبّ قرآن کریم کے حوالے سے آنے جانے اور رابطے کے باعث حضرت قاری صاحب نے احقر پر شفقت فرماتے ہوئے اپنے درجے میں بٹھا لیا جب کہ مدرسہ تجوید القرآن میں اس وقت ۱۹۵۷ء میں کم وبیش گیارہ کمرے تدریس کے لیے تھے اور ایک کمرہ انتظامیہ کا تھا جب کہ جملہ شعبوں میں طلباء کی تعداد چار صد سے زیادہ تھی مدرسہ تجوید القرآن میں دو سال حاضر ہوتا رہا، پہلے سال دونوں وقت اور دوسرے سال ایک وقت یعنی صبح کے وقت۔ اس عرصے میں احقر نے: حضرت کے جن ذاتی محاسن کا مشاہدہ کیا، ان کے تدریسی امتیازات دیکھے، معذوری کے باوجود ان کی منتظمانہ صلاحیتیں دیکھنے میں آئیں، خور ونوش میں حلال وحرام کا جو احتیاط محسوس ہوا، تعلیمِ قرآن حکیم میں ان کی لوجہ اللہ لگن، مستعدی اور جو عنداللہ ان کے ہاں احساس جوابدہی دیکھا، ان کی حاضر دماغی، ان کی خوش اخلاقی، خوش گفتاری، خوش مزاجی، خوش لباسی، ان کے مزاج کی لطافت ونظافت اور فہم کی نزاکت دیکھنے میں آئی، تحفیظ القرآن میں ان کے اُصولِ طریقِ تدریس اور طلباء سے ان کی شفقت، طلباء کی پڑھت اور دینی تربیت کا جو ماحول ان کے ہاں دیکھا، کوشش کی جائے گی کہ حسب یادداشت کہ اب اس پر نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے حضرت کے نیازمندوں کی خدمت میں پیش کی جائیں تا کہ حضرت کے فیض یافتگان کے علاوہ عامۃ المسلمین خصوصاً حفظ قرآن کے

www.foyuz.blogspot.com

مدرسین اس سے استفادہ فرما کر حضرت کے لیے صدقہ جاریہ میں اضافے کا سبب بن جائیں دیار حجاز میں ان کے بیسیوں شاگرد خدمت قرآن میں مصروف ہیں، بلکہ بفضلہٖ تعالیٰ حرمین شریفین تک پہلے ہی سے جاری ہے۔

مثلاً: میری محدود اور ناقص معلومات کے مطابق حرم مکی کے سینئر امام سماحۃ الشیخ صالح بن عبداللہ بن حمید محترم قاری محمد اکبر شاہ صاحب کے تلمیذ رشید ہیں جو کہ حضرت قاری فضل کریم صاحب سے فیض یافتہ تھے اسی طرح حرم نبوی کے معروف ومقبول امام اور الجامعۃ الاسلامیہ مدینہ منورہ کے استاذ قاری المقری فضیلۃ الشیخ محمد ایوب برمی، محترم قاری خلیل الرحمٰن صاحب کے تلمیذ رشید ہیں یہ بھی حضرت قاری صاحب کے شاگرد ہیں۔ اس کے علاوہ ارض حجاز میں حضرت کے بیسیوں شاگرد تحفیظ قرآن کی خدمات سر انجام دے رہے ہیں۔

شخصیت:

حضرت کی شخصیت بہت باوقار تھی، ان کا ذوق نفیس اور مزاج لطیف تھا۔ حضرت نہایت خوش مزاج، خوش لباس اور مزاح کی حِسّ لطیف سے مزین تھے، کھانے پینے میں نہایت محتاط گھر سے آیا ہوا کھانا ہی تناول فرماتے، حضرت غایت درجہ زود فہم، حاضر دماغ وحاضر جواب ہونے کے باوجود گفتگو بہت نپی تلی، متانت اور خوش گفتاری سے فرماتے اجلا اور اعلیٰ لیکن سادہ لباس زیب تن فرماتے۔ حضرت نظم انتظام میں با اُصول لیکن پیش آمدہ مسائل وحالات کو نہایت حکمت وتدبر کے ساتھ حل فرماتے۔ قدرتی معذوری کے باوجود ریلوے کے سفر میں ٹکٹ لے کر باوقار سفر کرنا ان کا معمول تھا۔

حضرت اہل علم کا غایت درجہ احترام فرماتے، حتی کہ حضرت کے بعض تلامذہ کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام ومرتبہ عطا کیا ہوتا حضرت بھی اس کو ملحوظ رکھتے، خصوصاً اپنے اساتذہ کا مثلاً مدرسہ تجوید القرآن کے سالانہ امتحان کے لیے اپنے استاذ گرامی قاری کریم بخش امرتسری کو دعوت دیتے، اور عرصہ امتحان، جو تقریباً ہفتہ دس دن جاری رہتا، اس تپائی کے ایک کونے پر، جس کی ایک طرف حضرت ممتحن صاحب اور دوسری طرف طالب علم بیٹھتا ایک گھٹنا کھڑا کر کے تلمذانہ کیفیت میں

اپنے استاذ گرامی کے حضور بیٹھے رہتے، جس سے ایک ایک طالب علم کی کیفیت اور اس کے درجہ کے استاذ کی محنت وصلاحیت سامنے آجاتی، جو مدرسہ کے اساتذہ اور طلباء کی کارکردگی میں بہتری کا سبب بن جاتی۔

مدرسہ تجوید القرآن میں تمام مکاتب فکر کے طلباء پڑھتے تھے کہ مدرسہ تجوید القرآن کے قیام کا مقصد صرف خدمت قرآن کریم تھی۔ حضرت ذاتی طور پر بلاشبہ اپنے مسلک میں متصلب تھے لیکن دوسرے مسالک سے تعصب قطعاً نہ رکھتے تھے اور اس مسئلہ میں اُن کا ظرف بہت وسیع تھا۔ مسجد چینیاوالی جہاں حضرت نے سب سے پہلے تدریس شروع کی تھی اُس مسجد کے اُس وقت مستقل امام ایک صالح ترین شخصیت حافظ محمد شریف تھے جو تراویح بھی مسجد میں پڑھاتے تھے۔ حافظ صاحب قرآن کریم بالکل سادہ پڑھتے تھے اُنھی کے دورِ امامت میں حضرت قاری صاحب صبح کی نماز کے لیے مدرسہ تجوید القرآن سے مسجد چینیانوالی تشریف لے جایا کرتے تھے اور ایک یا اس سے زیادہ مرتبہ حضرت نے مسجد چینیانوالی میں نماز تراویح بھی پڑھائی تھی۔

تدریسی امتیازات:

حضرت کمرۂ تدریس میں پڑھاتے وقت خود دیوار سے کم وبیش دوفٹ ہٹ کر بیٹھتے، یعنی نہ دیوار سے ٹیک لگاتے اور نہ ہی کوئی گاؤ تکیہ وغیرہ استعمال کرتے۔ نہ غیر متعلق مہمانوں سے ملاقات فرماتے نہ میز بانی چائے وغیرہ فرماتے نہ اوقات تدریس میں اخبار سنتے۔

حضرت طلباء کو اگلا سبق پڑھاتے وقت غایت درجہ محنت فرماتے، مثلاً طالب علم سے اولاً سبق ناظرہ سنتے۔ پھر آیت آیت اس کو اس طرح کہلواتے کہ طالب علم کے دہراتے ہوئے طالب علم کو حروف کے مخارج وصفات کی طرف توجہ دلاتے بار بار دہرا کر اس کی ممکن حد تک تصحیح فرماتے، صبح سبق سننے سے پہلے اس سے ناظرہ ایک بار پھر سنتے تا کہ یاد کرتے وقت طالب علم کی کوئی غلطی اگر یاد ہوگئی ہو تو اس کی تصحیح ہو جائے، اور آخر میں سبق بغیر اٹک یعنی بچہ جب گھونٹ بھرتا ہے کے سنتے، ان کا ارشاد تھا کہ سبق وہ جو پہاڑے کی طرح یعنی بلا سوچے پڑھا جائے۔

بہت سے حفاظ گرامی اور قراء کرام دیکھنے میں آئے جو خود تو بتوفیقہ تعالیٰ بہت اچھا حد ر پڑھتے ہیں لیکن وہ اپنی یہ وراثت شاگردوں میں منتقل کرنے میں کامیاب نہیں ہوتے۔

بعض اساتذہ گرامی خود تو صحیح، واضح پڑھتے ہیں لیکن حسن صوت نہ ہونے کے باوجود ان کے تلامذہ بہت عمدہ، اعلیٰ اور باکمال پڑھت کی صلاحیت سے بہرہ ور ہوتے ہیں اور عموماً اس سے وابستہ حضرات کی خداداد صلاحیت اور عطاء الٰہی کا اعتراف کرنے کا حوصلہ ہم پیشہ حضرات بہت ہی کم رکھتے ہیں۔

حضرت قاری صاحب کو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان تینوں خوبیوں، یعنی اچھا پڑھنا، اچھا پڑھانا اور اصحاب علم وفضل کی خدمات وصلاحیت کے اعتراف سے نوازا ہوا تھا۔ حضرت کا اپنا لہجہ حجازی تھا، لیکن پڑھتے وقت آواز کے زیر و بم میں معانی کا خاص خیال فرماتے، اسی طرح مدرسہ تجوید القرآن کا اپنا ایک لہجہ معروف ہوگیا تھا اب مدرسہ تجوید القرآن کا کوئی بھی شاگرد یا اس کا کوئی بھی فیض یافتہ کسی جگہ پڑھ رہا ہو یا رمضان المبارک کے سرکاری قیام اللیل میں پڑھتا ہو تو مدرسہ کے فیض یافتگان اکثر پہچان جاتے ہیں کہ یہ مدرسہ تجوید القرآن ہی کا فیض ہے۔

اسی طرح حضرت سبق پڑھاتے وقت معانی کی رو سے وقف کرنا اور پھر اس کو لوٹانا اور اسی طرح آیات کے وصل یعنی ملانے کے وقت بھی طالب علم کی اصلاح معانی کو سامنے رکھتے ہوئے فرماتے اور راہ نمائی فرماتے، منزل سنتے وقت حضرت ہر طالب علم کی طرف یہ توجہ خصوصاً فرماتے کہ طالب علم منہ کھول یعنی آواز منہ سے باہر نکال کر پڑھے تا کہ آواز بھی بلند ہو، غلطی بھی واضح ہو، روانی بھی رہے، پھر حضرت طالب علم کے منہ سے یعنی سناتے ہوئے آیات لے کر دو دو، تین تین آیات خود پڑھتے، آواز کے نشیب وفراز اور لہجے کے زیر و بم کی طرف طالب کو متوجہ فرماتے تا کہ طالب علم قرآن پاک، صاف، صحیح اور واضح کر کے پڑھے جس سے نتیجتاً طالب علم غلطی کھا جانے کے عیب سے بچ جاتا تھا کہ قرآن مجید میں غلطی آجانا عیب نہیں غلطی کھا جانا عیب ہوتا ہے۔ حضرت میں ایک بہت بڑی خوبی طلباء کی تربیت تھی۔ تحفیظ میں تربیت کا ممکن تذکرہ تو سطور بالا میں ہو چکا دوسری تربیت دینی فرماتے تھے، مثلاً وہ بچوں کو انگریزی بال رکھنے سے ممکن حد تک روکتے تھے، اسی طرح اسبلال ازار یعنی پائجامہ یا شلوار کو ٹخنوں سے اوپر رکھنے کی نگرانی فرماتے، اسی طرح مقابلہ حسن قرآت، یعنی اچھی آواز کے ساتھ قرآن پاک پڑھنے کی صلاحیت کو وہ نمائش یعنی لوگوں سے تحسین کی خواہش اور اجرت کی توقع پر پڑھنے کی حوصلہ شکنی بھی فرماتے اور طلباء کی ذہنی تربیت

www.foyuz.blogspot.com

میں بھی یہ نکتہ ملحوظ رکھتے، اسی طرح بچوں کو تلاوت قرآن کے وقت مؤدب رہنے کے لیے سر ڈھانپنے کا نظام بھی تھا لیکن تلاوت کے وقت تعبّدی کیفیت یعنی کھڑے ہو کر قیام کی طرح ہاتھ باندھ کر تلاوت کرنے کو بھی وہ معیوب جانتے تھے، اذان ہوتے ہی تعلیم بند کر کے بچوں کو مسجد میں جا کر باجماعت نماز ادا کرنے کا اہتمام بھی پورا فرماتے۔

اُستاذ القراء قاری محمد ادریس عاصم کی حسب روایت حضرت قاری فضل کریم کی علالت کے دوران استاذ قراءت سبعہ وعشرہ حضرت مولانا قاری فتح محمد پانی پتی اپنے شاگرد قاری رحیم بخش ملتانی کی معیت میں جب حضرت قاری فضل کریم کی عیادت کے لیے تشریف لائے تو فرمایا کہ آپ (قاری فضل کریم) قرآن کے خادم ہیں تو ہم آپ کے خادم ہیں۔

تنظیمی گرفت:

مدرسہ تجوید القرآن کی کمیٹی کے اس وقت کے اہم ممبران جناب حاجی محمد عبداللہ جورا ہو والی والے سیٹھی محمد یوسف کے بھائی تھے، حاجی محمد سعید، حافظ محمد یوسف ٹوپیوں والے اور ہمہ وقتی مہتمم حافظ محمد رفیع جیسی ٹھنڈی، میٹھی اور مرنجاں مرنج شخصیت تھی۔ حضرت قاری صاحب جہاں مدرسہ کے تنظیمی اُمور سے ہمہ وقت باخبر رہتے تھے وہاں ان کو مدرسہ کے اساتذہ کرام کی کارکردگی کا علم بھی ہوتا تھا نیز طلباء کی صلاحیتوں، ان کی حاضری، ان کا مدرسہ سے ارتباط اور ان کے والدین تک سے بھی تعلق استوار رکھتے تھے۔

خادم القرآن واہلہ

الراجی الی رحمة ربه الغافر

احمد شاکر غفرله ولوالدیه

یا دِ اُستاذ المکرّم

قاری محمد اقبال صاحب

استاذنا المحترم ومخدومنا المکرّم حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کی خدمت میں جب میں حاضر ہوا تو کچھ پارے پہلے سے مجھے یاد تھے، صرف آخری پارے باقی تھے وہ حضرت قاری صاحب ہی سے یاد کیے اور منزل تقریباً دو سال تک سناتا رہا اس لئے گویا سارا قرآن مجید قاری صاحب ہی نے مجھے پڑھایا۔

میری تعلیم کے دوران ایک دفعہ والد ماجد صاحب تشریف لائے، تو قاری صاحب نے ان سے فرمایا:

''اس بچے کو تو قرآن مجید کے لئے وقف کر دیں۔''

چنانچہ حفظ کے بعد حضرت قاری صاحبؒ کے اشارے کے مطابق درجۂ تجوید میں داخلہ لے لیا۔

روایتِ حفص کے بعد مجھ پر خصوصی شفقت فرماتے ہوئے، اپنے ساتھ مجھے معین مدرس رکھ لیا۔ اس خدمت کا شرف مجھے ایک سال تک حاصل رہا پھر مجھے روایاتِ سبعہ کا خیال دامن گیر ہوا تو حضرت نے کمال شفقت سے مجھے شاطبیہ کا اردو شرح عنایاتِ رحمانی تین جلدیں مکمل مرحمت فرمایا۔

جب میں سبعہ سے فارغ ہوا تو آپ سے مشورہ لیا۔ میں نے آپ کے مشورہ کے مطابق کتبِ درسِ نظامی شروع کر دیں۔ اس دوران وقتاً فوقتاً ملاقات ہوتی رہتی تھی۔ بعض اوقات مجھ سے آپ قرآن مجید سنتے اور خوش ہوتے نیز اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی تلقین فرماتے۔

میں کچھ عرصہ دارالقراء ماڈل ٹاؤن لاہور میں حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب کے پاس بھی معین مدرس رہا ہوں۔ ان ایام میں جب زیارت کے لئے حاضر ہوتا تو مسائلِ تجوید

www.foyuz.blogspot.com

پر گفتگو فرماتے۔ بعض اوقات میں ان سے مرعوب ہو کر رک جاتا تو فرماتے ''جواب نہیں دیتے ہو۔'' غالباً آپ شوق و رغبت بڑھانے کی خاطر تجوید کے مسائل دریافت فرماتے تھے۔

آپ شاگردوں پر کڑی نگرانی رکھتے تھے۔ تراویح میں بعض اوقات بغیر اطلاع آجاتے۔ قرآن مجید سنتے اور مناسب ہدایات دے دیا کرتے تھے۔ چنانچہ میں ایک دفعہ کشمیری بازار کی ایک مسجد میں قرآن مجید سنا رہا تھا۔ آپ تشریف لائے اور کچھ دیر سن کر چلے گئے۔ مجھے صبح اس وقت علم ہوا جب آپ نے خود اظہار فرمایا۔ پھر آپ نے چند مفید نصیحتوں سے بھی نوازا۔

ایک دفعہ میں حضرت مولانا محمد اجمل کے ہاں، مسجد رحمانیہ قلعہ گوجر سنگھ لاہور میں قرآن مجید سنا رہا تھا۔ نماز سے فارغ ہو کر جب میں مسجد کے صحن میں آیا تو حضرت قاری صاحب صحن میں موجود تھے۔ مجھے اس جگہ نمازیوں کے سامنے ڈانٹتے ہوئے فرمایا:

''تیز مت پڑھا کرو اور رکوع میں کم از کم تین دفعہ آہستہ آہستہ تسبیح کہا کرو۔''

جب میرا تقرر راولپنڈی مدرسہ تعلیم القرآن راجہ بازار میں ہوا، تو ایک دفعہ لاہور گیا، قاری صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ چاہتے تھے کہ آپ کے شاگرد پڑھنے کے بعد قرآن مجید کی خدمت کریں۔ آپ اس کام سے بہت خوش ہوئے اور دعائیں دیں۔

آپ وجیہ، بارعب اور بہترین منتظم تھے۔ معذور ہونے کے باوجود پورے مدرسہ پر آپ کا مکمل کنٹرول تھا۔ یہی وجہ تھی کہ بڑے اور چھوٹے سب اپنے اپنے کام میں تندہی سے مشغول رہتے تھے۔

طبیعت میں عاجزی اور انکساری تھی۔ خوش مزاج، خوش مزاح اور ملنسار تھے۔ اوقاتِ تعلیم کے علاوہ طلباء کے ساتھ خوش طبعی بھی فرماتے۔ آپ طلباء سے بے حد محبت کرتے اور طلباء بھی پروانوں کی طرح آپ کے ارد گرد جمع رہتے۔

ہمارے ملک میں جہاں تک ہمیں معلوم ہے، لوگ قراءت و تجوید سے بالکل ناآشنا تھے۔ قاری صاحب نے اس فن کو وہ فروغ دیا کہ مجودین حفاظ کی تلاوت سے، اللہ کی مساجد گونجنے لگیں۔ قاری صاحب کی تلاوت سے متاثر ہو کر بہت سے لوگوں نے اپنے بچوں کو حفظ

کرانا شروع کر دیا بلکہ میں سچ کہتا ہوں کہ حضرت قاری صاحب کے شاگرد و حفاظ جہاں کہیں پڑھتے تھے لوگ عش عش کر اٹھتے، اور اپنے بچوں کو حضرت قاری صاحب کے سپرد کر دیتے۔

آپ کی اس قدر شہرت ہوئی کہ ملک کے گوشے گوشے سے طلباء قاری صاحب کے پاس موتی بازار آنے لگے۔ یہ طلباء قرآنی موتیوں سے جھولیاں بھر کر اپنے شہروں میں واپس جاتے اور لوگوں کو کتاب الٰہی اسی طرح تجوید کے ساتھ پڑھاتے تھے۔

جن طلباء نے آپ سے براہ راست پڑھا وہ بھی شمار سے باہر ہیں اور پھر جو آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور آئندہ قیامت تک ان شاءاللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ ان سب کا حد و حساب اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے۔ ایک معذور کو اللہ تعالیٰ نے قرآنی خدمات کی وہ توفیق بخشی جس سے لاکھوں بینا محروم ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اپنے زور بازو کی بات نہیں۔ **ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذوا الفضل العظیم۔**

این سعادت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ!

پس قاری صاحب اگرچہ ہم سے جدا ہو گئے ہیں لیکن ان کا مشن بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے۔ ہماری دعا ہے کہ آپ کی تربت بقعۂ نور بنی رہے اور قیامت تک اس پر خدا کی رحمتیں چھم چھم برستی رہیں۔ حق تعالیٰ حضرت الاستاذ کو ہماری طرف سے جزاء خیر دیں۔ آپ کو جنات عدن نصیب فرمائیں۔ آپ کے درجات حق تعالیٰ بڑھاتے جائیں اور آپ کو حقیقی مصداق بنائیں کہ پڑھتے جائیں اور اعلیٰ مراتب پر چڑھتے جائیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔ [1]

---

[1] یہ مضمون دراصل بھائی جان مولانا قاری محمد عارف صاحب نے قاری محمد اقبال صاحب سے چند اشارات لے کر تحریر فرمایا تھا۔

www.foyuz.blogspot.com

حضرت قاری صاحب رحمہ اللہ کے بارے میں چند تاثرات

بریگیڈیر(ر) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن جدون

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ ط اَمَّا بعد!

۱۹۵۶ء کے رمضان المبارک، ۲۷ویں شب کی بات ہے کہ شبینہ میں حضرت قاری صاحبؒ کے ایک شاگرد حافظ قاری محمد سلیم صاحب (کراچی والے) کی تلاوت سے متاثر ہو کر ۵۶/۵/۲۰ء کو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور قرآنِ کریم حفظ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے بکمالِ شفقت مجھے اپنی شاگردی میں لے لیا۔ حفظ کے پہلے سال کا امتحان حضرت قاری صاحبؒ کے استاذ جناب حافظ قاری کریم بخش صاحبؒ نے لیا تھا۔ انہوں نے قاری صاحبؒ کی موجودگی میں کئی ایک مقامات مجھ سے سنے اور مجھے ''قابلِ انعام'' لکھا۔ اسی طرح دوسرے سال اور پھر تیسرے سال برابر ''قابلِ انعام'' لکھتے رہے۔ مجھ سے پہلے پورے مدرسہ میں شاید دو تین طالب علموں کو یہ وظیفہ ملتا تھا۔ ایک تو کراچی کے قاری محمد سلیم صاحب تھے اور دوسرے مظفر آباد کے حافظ قاری خلیل الرحمٰن صاحب، (مقیم حال مدینہ منورہ)۔ قابلِ انعام لکھنے کی وجہ سے پھر یہ وظیفہ مجھے بھی ملنے لگا۔

ہمارا ''روایتِ حفصؒ '' کا امتحان بھی جناب قاری کریم بخش صاحبؒ ہی نے لیا تھا۔ اس وقت بھی حضرت قاری صاحبؒ تشریف فرما تھے۔ میرے پورے نمبر آ گئے ۲۰/۲۰ ترتیل و حدر میں اور اتنے ہی کتابوں میں۔ یہ سب حضرت قاری صاحبؒ کی محنت کا نتیجہ تھا اس لئے کہ شاگرد کی امتیازی کامیابیاں استاذ کی قابلیت کا مظہر ہوا کرتی ہیں۔

تقریباً دو ڈھائی سال کے عرصہ میں اللہ تعالیٰ کے خصوصی فضل و کرم اور حضرت الاستاذ کی خاص توجہ سے قرآن مجید حفظ کر لیا اور پھر وہیں تجوید و قراءت (روایتِ حفصؒ) کی کلاس میں

www.foyuz.blogspot.com

داخل ہو گیا اور اتنا ہی عرصہ اس کی تکمیل پر لگا، گو میں اس وقت استاذِ محترم مولانا سید قاری حسن شاہ صاحب بخاری کے درجہ میں تھا لیکن اس دوران میں بھی حضرت قاری صاحب میرا سپارہ باقاعدہ سنتے رہے۔ اس پانچ سال کے طویل عرصہ میں مجھے حضرت قاری صاحبؒ کا نہایت ہی قرب حاصل رہا۔ اخبارات، کتب عموماً مجھ ہی سے پڑھوا کر سنتے اور خطوط بھی مجھ ہی سے لکھواتے تھے۔ جب آپ کے اہل و عیال کوچہ کندیگراں سے ''جیا موسیٰ'' اپنے نئے تعمیر کردہ مکان میں منتقل ہو گئے تو وہاں سے حضرت قاری صاحبؒ کا کھانا لانے کی خدمت بھی میرے ہی سپرد تھی مجھے کُل دو ہی چیزوں کا تو شوق تھا ایک قرآن کریم پڑھنے کا اور دوسرا قاری صاحب کی خدمت کا۔ میں اسی کو سب کچھ سمجھتا تھا۔ میرے اس زمانہ میں قاری صاحبؒ پڑھانے کے بعد کافی تھکاوٹ محسوس کرتے تھے۔ ہم دو چار طالب علم اپنا سبق و سیپارہ یاد کر کے قاری صاحبؒ کو دبایا کرتے تھے۔ کبھی وہ نہ ہوتے تو میں موجود رہتا تھا۔ ایک مرتبہ انہیں دباتے دباتے کافی رات گزر گئی۔ آپ سو گئے تھے، مجھے جانے کے لئے چونکہ آپ نے حکم نہ فرمایا تھا اس لئے برابر دباتا رہا۔ اچانک آپ کی آنکھ کھلی تو ازراہِ شفقت فرمایا:

''استغفر اللہ! ارے اللہ کے بندے اب تک دبا رہے ہو؟ کیا وقت ہے؟''

میں نے عرض کیا:

''ڈیڑھ دو بجے کا وقت ہو گا۔''

فرمانے لگے:

''تم گئے کیوں نہیں۔ اگر میں سو جاؤں تو مجھے سوتا چھوڑ کر اسی وقت چلے جایا کرو، جاؤ، جا کر آرام کرو، تمہیں اپنے آرام کا بھی خیال نہیں۔''

میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ ہر طالب علم کو قاری صاحبؒ کی ادنیٰ خدمت کر کے انتہائی خوشی ہوتی تھی۔ جب آپ کسی کام کے کرنے کو حکم فرماتے تو آپ کے ہر شاگرد کی یہ خواہش ہوتی تھی کہ اللہ کرے مجھے یہ کام سونپ دیں۔ جسے حکم ملتا، وہ بسر و چشم بجا لاتا۔ شاید میرے احباب ان

باتوں پر حیران ہوں لیکن میں نے مبالغہ سے بالکل کام نہیں لیا۔ اب اساتذہ کی خدمت کے جذبے کچھ کم ہو گئے ہیں، ان کا ادب واحترام نہیں رہا، استاد اور شاگرد کے مابین وہ علاقے ختم ہوتے جا رہے ہیں جو پہلے ہوا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ حضرت علی المرتضیٰ سے راضی ہوں کیا ارشاد فرما گئے ہیں:

''اَنَا عَبْدُ مَنْ عَلَّمَنِیْ حَرْفًا وَّاحِدًا

کہ جس نے مجھے ایک حرف بھی سکھایا میں اس کا غلام ہوں۔''

علماء نے لکھا ہے کہ:

اپنے استاذ کی آواز سے اپنی آواز اونچا کرنا صریحاً ناشائستگی ہے۔

مجھے یاد نہیں کہ کبھی حضرت قاری صاحبؒ سے کھل کر اور بے باک ہو کر گفتگو کی ہو، ادب مانع رہتا، جو آپ نے پوچھا اس کا جواب دے دیا اور بس اور آپ کے دیگر تمام شاگردوں میں بھی یہی بات پائی جاتی تھی۔ ایک مرتبہ ایک طالب علم نے بڑی بے باکی سے جواب دیا تو ہنسنے لگے اور بعد میں بھی جب کبھی اس کی بات یاد آتی تو بے ساختہ ہنس پڑتے۔ قاری صاحبؒ نے اس طالب علم سے پوچھا:

''کیوں بھئی سبق یاد ہو گیا اے۔'' (بارعب آواز میں)

اس نے اسی لہجہ میں جواب دیا:

''ہور ہونڑا نہیں سی۔''

آج کل چونکہ نابینا حفاظ کی سرزنش مجلات میں ہدفِ تنقید بن رہی ہے اس لئے دوست یہ خیال نہ کریں کہ قاری صاحب کی مار سے یہ طلبہ سہمے رہتے تھے اور کھل کر بات نہیں کر سکتے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ حضرتؒ نے اس تمام عرصہ میں، مجھے مارا ہے نہ سزا دی ہے۔ میں عینی شاہد ہوں اور عینی شاہد کی شہادت ہمیشہ معتبر تسلیم کی جاتی ہے۔ مجھے کبھی اس بات کا اعتراف ہے کہ مجھ سے بہت کوتاہیاں ہوئیں۔ قصور ہوئے۔ آپ کے ادب کا پورا لحاظ نہیں ہو سکا

(اللہ معاف فرمائیں) لیکن قاری صاحبؒ نے ہمیشہ پیار سے سمجھا دیا اور اصلاح کر دی اگر کسی غلطی پر آپ ناراض ہو جاتے تو واقعہ یہ ہے کہ جسمانی سرزنش تو کجا، آپ کی چشمِ غضب ناک برداشت نہیں ہوتی تھی۔

ہم نے الفت کی نگاہیں دیکھیں
جانیں کیا چشمِ غضب ناک کو ہم؟

آپ کی شفقت عام تھی۔ آپ کے سبھی شاگرد فرداً فرداً یہی سمجھتے تھے کہ حضرتؒ کو جتنی مجھ سے محبت ہے اوروں سے نہیں۔ سب سے زیادہ محبت مجھی سے ہے۔ میں نے اپنی تمام عمر میں حضرت الاستاذ حافظ الحدیث والقرآن مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی اور حضرت قاری صاحبؒ جیسا شفیق استاذ کبھی نہیں دیکھا۔ کوئی شخص اپنے بیٹوں سے ایسی محبت وشفقت نہیں کر سکتا جتنی ان حضرات کو اپنے شاگردوں سے کرتے دیکھا ہے۔ حضرت قاری صاحب کے کسی شاگرد یا ملنے والے کو اگر کوئی تکلیف پہنچتی تو آپ فوراً غمگین ہو جاتے اور یوں محسوس ہوتا جیسے ان کی صلبی اولاد کو پہنچی ہے، بقول امیرؔ ؎

خنجر چلے کسی پہ تڑپتے ہیں ہم امیرؔ
سارے جہاں کا درد ہمارے جگر میں ہے

قاری صاحب کے مزاج میں ظرافت بھی پائی جاتی تھی۔ موقع ومحل کی مناسبت سے کبھی کبھی کوئی لطیفہ بھی سنا دیتے۔ ایک مرتبہ کسی نے یہ کہا کہ فلاں حافظ صاحب کے شاگرد ان کی موجودگی میں شور مچاتے رہتے ہیں اور ان سے نہیں ڈرتے۔ آپ نے فرمایا کہ:

''ایک حافظ صاحب سے کسی نے یہی گلہ کیا تھا کہ لڑکے آپ کے سامنے شور کرتے رہتے ہیں اور آپ سے مطلقاً نہیں ڈرتے، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر یہ مجھ سے نہیں ڈرتے، تو میں کون سا ان سے ڈرتا ہوں۔''

اس سب ہنس پڑے۔

www.foyuz.blogspot.com

اسی طرح ملخیوں (ہزارہ والوں) سے خوش طبعی فرماتے رہتے، کبھی حافظ محمد امیر صاحب سے اور کبھی قاری عبدالحمید سائیں سے، ہزارہ کی زبان ہندکو بولتے، اور فرماتے کہ:

''یہ ہرلفظ پر پیش پڑھتے ہیں۔ صادِق کو صادُق اوہ انجنڑ کتھے
چھوڑیا ای وغیرہ۔''

حضرت قاری صاحبؒ بڑے متواضع اور منکسر المزاج تھے۔ انہوں نے اپنے آپ کو کبھی بڑا بنانے کی سعی نہیں کی۔ ہمیشہ اپنے آپ کو چھوٹا سمجھتے تھے۔ دوسروں کی خدمت کو اپنی سعادت سمجھتے تھے۔ اپنے استاذ حضرت قاری کریم بخش صاحبؒ کے سامنے بڑے مؤدب ہو کر بیٹھتے اور مؤدبانہ گفتگو کرتے۔ سہمے رہتے۔ زیادہ بات چیت نہ کرتے بلکہ جب اپنے کسی شاگرد استاذ کے پاس جاتے تو ان کا پورا احترام کرتے۔ میں نے دیکھا کہ آپ اپنے شاگرد قاری محمد شریف صاحب کے کمرہ میں بھی تشریف لے جاتے تو دو زانوں ہو کر بیٹھ جاتے۔ یوں محسوس ہوتا جیسے قاری محمد شریف صاحب استاذ اور آپ ان کے شاگرد ہیں حالانکہ معاملہ اس کے برعکس تھا اور دوسری بات یہ کہ آپ مدرسہ کے بانی اور صدر مدرس بھی تھے، اس کے باوجود اتنی تواضع اور انکساری آپ کے مزاج میں پائی جاتی تھی۔ یہ اللہ والوں کی نشانی ہے سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے ؎

فروتنی است دلیلِ رسیدگانِ خدا
چوں سوار بمنزل رسید پیادہ شود

قاری صاحبؒ بہت عمدہ قرآن کریم پڑھتے تھے تلاوت میں مدّ و جذر کی سی کیفیت ہوتی۔ سننے والے یہی خیال کرتے کہ کوئی جوان قاری پڑھ رہا ہے۔ اس عمر میں، اور پھر آواز میں یہ بلندی اور کشش! ماشاءاللہ!

ع یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

جب آواز بلند کر کے پڑھتے تو سامعین جھومنے لگتے۔ عذاب کی آیتوں کی تلاوت

کے دوران آپ پر رقت طاری ہو جاتی اور سماعت کے وقت بھی یہی حال ہوتا۔ رفیق محترم حافظ محمد صاحب راوی ہیں کہ ایک مرتبہ شبینہ میں قاری صاحب میرا ۲۹ واں پارہ سن رہے تھے جب میں نے یہ آیات پڑھیں:

وَاَمَّا مَنْ اُوْتِیَ كِتَابَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتَابِيَهْ o
وَلَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ o

تو قاری صاحب پر ایسی رقت طاری ہوئی کہ غش کھا کر گر پڑے۔

آپ کو قرآن مجید پڑھانے کا بے حد شوق تھا۔ بڑی محنت سے پڑھاتے تھے ان کی یہی خواہش ہوتی کہ میرے شاگرد بالکل میرے جیسے ہو جائیں۔ مشہور ٹیسٹ کرکٹر شجاع صاحب کو آپ نے قرآن کریم پڑھایا اور مشق کرائی۔ یہ آپ کے بالکل ابتدائی شاگردوں میں سے ہیں۔ شجاع صاحب نے ایک مجلس میں چند آیات تلاوت کیں۔ جناب الحاج محمد یوسف صاحب سیٹھی بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، تڑپ اٹھے اور تجوید و قراءت کی طرف مائل ہوئے (آج ان کی مالی اعانت سے اندرون و بیرون ملک ہزاروں کی تعداد میں تجوید و قراءت کے مدارس چل رہے ہیں۔ اللہ ان کی اس خدمت کو قبول فرمائے، مزید ہمت دے۔ آمین) اور حضرت قاری صاحبؒ کے ایسے گرویدہ ہوئے کہ ہر رمضان میں انہیں کراچی لے جاتے۔ وہاں ان کا پورا قرآن کریم تراویح میں سنتے اور دن کو قرآنِ کریم کے مدارس کا افتتاح آپ ہی کے ہاتھوں کرواتے۔ کراچی کے اکثر قرآنی مدارس کا افتتاح آپ ہی کے ہاتھوں ہوا۔ یہ سب قرآنی ادارے آپ کی بہترین یادگار ہیں۔

آپ کو تدریس کا اتنا شوق تھا کہ بیماری کے دوران بھی پڑھاتے رہے جب ڈاکٹروں نے پڑھانے سے روک دیا تو فرمانے لگے:

''اللہ تعالیٰ ڈاکٹروں کو ہدایت بخشے، مجھے قرآن پڑھانے سے نہ روکیں۔ میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا، میرا جی چاہتا ہے کہ آخری دم تک پڑھاتا رہوں۔''

www.foyuz.blogspot.com

اور جب بیماری نے بالکل بے بس کر دیا اور پڑھانے سے معذور ہو گئے تو اللہ تعالیٰ سے یہ دعائیں مانگنے لگے:

''اے اللہ! اب خود پڑھنے کی ہمت نہیں رہی، مجھے قرآن مجید سننے سے محروم نہ کیجیو! میری آرزو یہی ہے کہ قرآن کریم سنتے سنتے آپ سے آملوں۔''

اللہ نے آپ کی یہ دعا کیسی قبول فرمائی کہ قرآن کریم سنتے سنتے ہی اللہ سے جا ملے۔

قاری صاحبؒ بڑے مستقل مزاج تھے۔ کسی کام کے چل نکلنے کے لئے استقلال کی سخت ضرورت ہوتی ہے آپ میں یہ صفت بدرجہ اتم موجود تھی۔ آپ نے اولاً مسجد چینیانوالی میں کام شروع کیا تو اس وقت آپ کے پاس صرف ایک طالب علم تھا۔ آپ نے طلبہ کی قلت اور کثرت کو ملحوظ خاطر نہ رکھتے ہوئے نہایت استقلال کے ساتھ پڑھانا شروع کر دیا اور برابر بیس سال تک وہاں پڑھاتے رہے۔ رفتہ رفتہ طلبہ کی تعداد میں اضافہ ہوتا گیا اور سینکڑوں حفاظ وقراء وہاں سے فارغ ہوئے۔ اس کے بعد مولانا داؤد غزنویؒ جو اس مدرسہ کے مہتمم تھے، سیاست میں آ گئے اور ان کی توجہ مدرسہ سے ہٹ گئی۔ پھر ۲، اگست ۱۹۵۰ء میں مسجد نور موتی بازار میں مدرسہ ''تجوید القرآن'' کی بنیاد رکھی۔ رفیقِ مکرم حافظ محمد یوسف صاحب (جیا موسےٰ والے) کی روایت کے مطابق اس وقت آپ کے پاس پڑھنے والوں کی تعداد ۳۰ تھی اور اتنے ہی روپے تھے۔ آپ نے لوگوں سے چندہ کی اپیل کی تو لوگوں نے کہا:

''بھلا یہ نابینا حافظ کیا مدرسہ چلائے گا؟''

ٹھیک ایک سال کے بعد مدرسہ کا نقشہ ہی اور تھا۔ چار سو پڑھنے والے اور چھ پڑھانے والے تھے۔ مدرسہ کا چار ہزار روپیہ جمع تھا۔ پھر یہ جگہ بھی ناکافی ہو گئی اور ایک مستقل مدرسہ کی ضرورت شدت سے محسوس ہونے لگی۔ اسی دوران آپ نے مدرسہ کے انتظامی امور کو بہتر طور پر چلانے کے لئے ''مجلس اشاعت القرآن'' قائم کی اور مدرسہ کا انتظام اس کے سپرد کر دیا۔ جناب محمد یوسف صاحب سیٹھی کے بڑے بھائی جناب محمد عبد اللہ سیٹھی اس کے صدر تھے۔ آپ نے

۱۹۵۳ء میں ساڑھے چودہ ہزار میں مدرسہ کے لئے ایک قطعہ زمین خریدا اور مدرسہ کی دو منزلہ عمارت کے علاوہ ایک چھوٹی سی خوبصورت مسجد بھی تعمیر کروائی۔ فرمایا کرتے تھے:

''میں نے محض رضائے الٰہی کے لئے یہ مدرسہ قائم کیا ہے۔ اس کی ترقی کے لئے محنت کی ہے اور اللہ تعالیٰ سے نہایت تضرع کے ساتھ دعائیں مانگی ہیں۔ اللہ میری اس قرآنی خدمت کو قبول فرمائے اور قائم ودائم رکھے۔''

آپ کی محنت واستقلال ہی کا نتیجہ تھا کہ مدرسہ میں ۲۲ استاذ پڑھا رہے تھے اور طلبہ کی تعداد ۶۵۰ تھی اور اب تو یہ تعداد اور زیادہ بڑھ گئی ہے۔

مجلس ابنائے قدیم

اس سے پہلے انجمن اشاعت القرآن کا ذکر ہو چکا ہے کہ آپ نے یہ انجمن قائم کی، اسے رجسٹرڈ کروایا اور مدرسہ کو شخصی ملکیت نہیں بنایا بلکہ اس کا انتظام اس انجمن کے سپرد کر دیا۔ اب بھی ماشاء اللہ مدرسہ اس انجمن کی سرپرستی میں بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے اپنے فارغ ہونے والے طلبہ کی ایک جماعت بنائی، اس کا نام ''مجلس ابنائے قدیم'' رکھا جس طرح دوسرے اداروں کی ''اولڈ بوائز ایسوسی ایشنز'' ہوتی ہیں اسی طرح کی ایک یہ بھی ہے۔ مدرسہ کی ہنگامی ضروریات کے موقع پر جوان حفاظ وقراء کی یہ مجلس پورے جوش وخروش سے سامنے آ جاتی ہے اور دامے، درمے، سخنے ہر قسم کا تعاون پیش کر دیتی ہے۔ حافظ محمد حفیظ صاحب (حافظ جی لوہے والے بیڈن روڈ لاہور) اس کے صدر اور جناب حافظ قاری محمد مشتاق صاحب اعظم کلاتھ مارکیٹ اس کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ حضرت قاری صاحبؒ کی سوانح کو منظرِ عام پر لانے کا سہرا بھی انہی کے سر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مجلس کی مساعی کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور اس کے تمام ممبران کو قرآن کریم کی خدمت کرنے کی اور اس کے پیام کی روشنی میں چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین۔

مصر کے قومی شاعر احمد شوقی نے کیا خوب کہا ہے:

www.foyuz.blogspot.com

اَلصَّالِحُوْنَ یَبْنُوْنَ اَنْفُسَهُمْ

وَالْمُصْلِحُوْنَ یَبْنُوْنَ الْجَمَاعَاتِ

قاری صاحبؒ اگرچہ نابینا تھے لیکن بہترین منتظم تھے۔ مدرسہ تجوید القرآن کے بانی اور صدر مدرس تھے۔ پورے مدرسہ کا انتظام نہایت خوش اسلوبی سے چلاتے، مدرسہ کے علاوہ رمضان کے آخری عشرہ میں لاہور کی مختلف مساجد میں شبینے ہوتے اور آپ اس نظم وضبط کے ساتھ اپنے شاگردوں میں سیپارے تقسیم کر دیتے کہ بیک وقت چوبیس چوبیس مساجد میں شبینے ہو رہے ہوتے تھے لیکن کہیں کوئی بدنظمی نہ ہوتی کہ کسی کو اعتراض کا موقع ملتا۔ آپ خود بھی شبینوں میں پڑھتے اور کبھی کبھی چار چار سیپارے پڑھ جاتے۔ ان شبینوں کا ایک فائدہ یہ ہوا کہ فنِ تجوید معروف ہو گیا اور مختلف عمر کے طلبہ کے پڑھنے سے سامعین میں شوق پیدا ہوا اور انہوں نے بھی اپنے بچوں کو سکول سے اٹھا اٹھا کر مدرسہ میں داخل کروا دیا اور پھر حفظ کے بعد دو چار سالوں میں سکول کی تعلیم بھی پوری کروا دی۔ اس طرح طلبہ قرآن کے حافظ بھی بن گئے اور ساتھ ہی سکول کی تعلیم سے بھی محروم نہ رہے اور وقت بھی زیادہ صرف نہ ہوا۔

جلسۂ تقسیمِ اسناد

قاری صاحبؒ سالانہ جلسوں کا اہتمام بھی کیا کرتے تھے اور بڑے بڑے علمائے کرام کو دعوت دیتے اور وہ جلسوں سے خطاب فرماتے اور فارغین میں اسناد تقسیم کی جاتیں۔ میرے تعلیمی دور ہی میں آپ نے کئی ایک جلسے منعقد کروائے۔ ایک جلسہ میں حضرت الاستاذ مولانا احمد علی صاحب امیر انجمن خدام الدین اور حضرت الاستاذ مولانا محمد عبد اللہ صاحب درخواستی کو خاص طور پر دعوت دی۔ یہ دونوں بزرگ تشریف لے آئے۔ ان بزرگوں کی تشریف آوری سے آپ بے حد خوش ہوئے۔ مجھے ٹھیک یاد ہے کہ جب حضرت درخواستی مدرسہ کے شرقی گیٹ پر پہنچے تو اس وقت حضرت مولانا احمد علی صاحب تقریر فرما رہے تھے۔ جونہی حضرت درخواستی پر نظر پڑی، تقریر وہیں چھوڑ دی اور نہایت تیزی سے گیٹ پر پہنچ گئے۔ حضرت درخواستی سے

معانقہ کیا، ساتھ لائے، بٹھایا اور جہاں تقریر چھوڑی تھی پھر وہیں سے شروع کر دی۔ ان کے بعد حضرت درخواستی نے خطاب فرمایا۔ لوگ رو رہے تھے۔ حضرت نے فرمایا:

”دیکھو! اللہ نے اس نابینا سے وہ کام لیا ہے جو بڑی بڑی آنکھوں والے نہیں کر سکے۔“

اور قاری صاحب کو دعائیں دیں۔ اسناد کی تقسیم کبھی حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحب کے ہاتھوں ہوتی اور کبھی قاری کریم بخش صاحب کے ہاتھوں۔

قاری صاحبؒ اور ان کے معاصرین

قاری صاحب کے معاصرین میں سب سے بڑے بزرگ اور امام فن استاذ الاساتذہ حضرت مولانا قاری عبد المالک صاحب ہوئے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اگر حضرت قاری عبد المالک صاحب مدرسہ تشریف لاتے تو ہمارے قاری صاحب بے حد خوش ہوتے، ان کی بے حد تکریم کرتے۔ اور اگر انہیں وہاں جانا ہوتا تو حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ ان کا بہت خیال رکھتے اور اکرام کرتے۔ ایک مرتبہ قاری صاحب حضرت قاری عبد المالک صاحب سے ملنے دار العلوم اسلامیہ پرانی انارکلی تشریف لے گئے حضرت بڑے تپاک سے ملے، اپنے پاس بٹھایا، عرب کی کھجوریں دیں اور آبِ زم زم عطا کیا اور قاری صاحب کی معیت کی وجہ سے مجھے بھی اپنے دستِ اقدس سے انہی تبرکات سے نوازا۔ آتے وقت دروازے تک الوداع کہنے کے لئے ساتھ تشریف لائے۔

استاذی المکرّم جناب قاری عبد الوہاب صاحب مکی بھی آپ کی بہت قدر کرتے تھے۔ بارہا ہمارے سامنے قاری صاحبؒ کے فضائل بیان کیے۔

جناب قاری محمد اسماعیل صاحب تو خیر آپ کے استاذ بھائی بھی تھے وہ بھی اکرام سے پیش آتے اور آپ نے بھی ان کا ہر موقع پر احترام ملحوظ رکھا اور ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھا کہ استاذ بھائی ہیں۔

www.foyuz.blogspot.com

قاری صاحب اورفنِ خطابت

حضرت قاری صاحبؒ نے اونچی مسجد کناری بازار میں سالہا سال تک خطابت کے فرائض انجام دیے۔ تقریر میں آپ سب سے پہلے اللہ کی حمد بیان کرتے، اس کے بعد درود شریف اور پھر پورے جوش وخروش کے ساتھ موقع ومحل کی مناسبت سے تقریر فرماتے۔ تقریر کرتے ہوئے آپ کا رنگ سرخ ہوجاتا تھا۔ آنکھوں میں ''سرورِ عشق'' اور چہرے پہ ''نورِ یقین'' ہوتا۔ جگرمرادآبادی مرحوم اگر حضرت کی تقریر سن لیتے تو شاید پھرانہیں واعظ سے یہ گلہ نہ رہتا۔

واعظ کا ہر ارشاد بجا، تقریر بہت دلچسپ مگر
آنکھوں میں سرورِ عشق نہیں چہرے پہ یقیں کا نور نہیں

آخری تقریر

۱۷ فروری ۱۹۶۷ء کو جمعہ کی آخری تقریر فرمائی۔ آپ حضرت مولانا سید اسماعیل شہیدؒ والا خطبہ پڑھا کرتے تھے جسے سن کر سرور آجاتا تھا۔ پھر اس کے بعد اس مسجد میں قاری صاحب ایسا مقرر آیا نہ خطیب! ۱۸ فروری کو بیمار ہوگئے اور پھر خطابت کا یہ سلسلہ ختم ہوگیا۔ تقریر تو آپ خود کیا کرتے البتہ نماز اپنے کسی شاگرد سے پڑھوا دیتے۔ چند مرتبہ راقم الحروف کو نماز پڑھانے کا حکم دیا جس کی تعمیل کی گئی۔

قاری صاحبؒ کا سیاسی رجحان

قاری صاحبؒ ویسے تو سبھی مکاتبِ فکر کے علماء کی عزت کرتے تھے اور اپنے شاگردوں کو بھی سیاست میں نہیں الجھاتے تھے لیکن وہ دل وجان سے جمعیّت علماءِ اسلام کو چاہتے تھے اور انہی بزرگوں کو اپنا سیاسی مقتدٰی وپیشوا سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کے پاس یہ رسائل ''خدام الدین''، ''پیام اسلام'' اور ''ترجمان اسلام'' باقاعدگی کے ساتھ آتے تھے۔ اس کے علاوہ کبھی کوئی دوسرا رسالہ میں نے نہیں دیکھا۔ نیز قاری صاحب انہی رسائل کے پڑھنے کی اپنے

گھر والوں اور دیگر ملنے والوں کو تاکید فرماتے تھے اور ان کے وصال کے بعد بھی اول الذکر اور مؤخر الذکر ہر دو رسالے اسی طرح آتے ہیں جس طرح آپ کی زندگی میں آتے تھے۔

بڑے قاری صاحبؒ

آپ مدرسہ اور بیرون مدرسہ بڑے قاری صاحبؒ کے نام سے مشہور تھے۔ میں نے کئی بار حضرت قاری کریم بخش صاحب کو یہ فرماتے سنا:

''کیوں جی بڑے قاری صاحبؒ! یہ مسئلہ اسی طرح ہے۔''

تو عرض کرتے کہ:

''حضرت! مجھے کچھ اسی طرح یاد پڑتا ہے۔''

احترام استاذ کا بے حد پاس کرتے اور ان کے ''بڑا'' کہنے سے آپ خفت محسوس کرتے۔ قاری صاحب بڑے کیوں ہوئے؟ انہیں اس لقب سے کیوں یاد کیا جاتا تھا؟ اس کی ایک وجہ تو یہ ہے کہ انہوں نے عمر بھر اپنے آپ کو چھوٹا بنائے رکھا۔ اللہ پاک نے انہیں اٹھایا اور ''بڑا'' بنا دیا۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ حضرت قاری صاحبؒ نے اپنی تمام خداداد صلاحیتیں قرآنِ کریم کی خدمت میں لگا دی تھیں۔ اللہ کی اس عزت والی کتاب کے ساتھ جو لگ جاتا ہے وہ چھوٹا نہیں رہتا بلکہ اللہ تعالیٰ اسے بڑا بنا دیتے ہیں اور اسے سربلند کر دیتے ہیں حدیث پاک میں ہے:

عن عمر بن الخطاب قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ان اللّٰہ یرفع بھذا الکتاب اقواما ویضع بہٖ اخرین
(رواہ مسلم)

''حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب پاک (قرآن مجید) کی وجہ سے بہت سوں کو اونچا کرتا ہے اور بہت سوں کو نیچا کرتا ہے اور کرے گا۔''

''اللہ پاک کا فیصلہ ہے کہ جو قوم اور امت اس کے ساتھ وہ
تعلق رکھے گی جو کلام اللہ ہونے کی حیثیت سے اس کا حق ہے،
اللہ تعالیٰ اس کو دنیا و آخرت میں سربلند کرے گا اور اس کے برعکس جو
قوم اور امت اس سے انحراف اور سرکشی کرے گی وہ اگر بلندیوں کے
آسمان پر بھی ہوگی تو نیچے کر دی جائے گی۔''

قاری صاحبؒ سے آخری ملاقات

قاری صاحبؒ کی علالت کے دوران دو تین مرتبہ حاضری کا موقع ملا۔ بڑی شفقت فرمائی۔ گھریلو حالات اور تعلیمی کوائف پوچھے۔ خوشی کا اظہار فرمایا۔ اور دعائیں دیں۔

میں نے عرض کیا کہ: ''حضرت! یہ سب کچھ آپ کو جوتیوں کا صدقہ ہے۔''

فرمانے لگے: ''نہیں بلکہ قرآن کریم کا صدقہ ہے۔''

دوسری ملاقات پر میں نے گھر کی بنی ہوئی تھوڑی سی مٹھائی ہدیۃً پیش کی فرمانے لگے:

''آپ نے کیوں تکلیف کی، میں تو کھا نہیں سکتا۔''

میں نے عرض کیا: ''گھر کی بنی ہوئی ہے۔ آپ کے لئے لایا ہوں۔''

میری خاطر تھوڑی سی اٹھا کر چکھ لی۔

۵۶/۵/۲۰ء سے ۶۱/۵/۲۰ء تک تو آپ کے پاس رہا۔ پھر گاہے گاہے ملاقات ہوتی رہی۔ ایک آدھ مرتبہ حضرتؒ میرے قیام حویلیاں کے دوران تشریف بھی لائے۔ پھر لاہور میں کبھی کبھار ملاقات ہو جاتی۔ ان مصروفیات کو کیا کہا جائے کہ انہوں نے حضرت الاستاذ سے بھی دور، دور رکھا۔ یہ چودہ پندرہ سال کا عرصہ ایسے گزر گیا کہ پتہ بھی نہیں چلا۔ شاعر نے سچ کہا ہے:

شُهُوْرٌ يَنْقَضَيْنَ وَمَا شَعَرْنَا
بِاَنْصَافٍ لَّهُنَّ وَلاَ سِرَارُ

''کہ مہینے ایسے گزرتے گئے کہ ان کے اول و آخر کا ہمیں پتہ نہ چل سکا۔''

آخری ملاقاتوں سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اب ان سے فائدہ حاصل کرنے کا موقع ہے، فائدہ اٹھالو، دعائیں لے لو، پھر کل کی خبر نہیں۔ ۱۶ اپریل ۱۹۷۰ء سے گورنمنٹ ڈگری کالج شیخوپورہ میں میری تقرری ہوگئی۔ میں ہر روز ''جیا موسیٰ'' آپ کے مکان کے قریب سے بس پر گزر جاتا۔ آپ کے گھر کی ہواؤں اور فضاؤں سے محظوظ ہوتا اور کہتا:

تمتع من شميم عرار نجد
فما بعد العشية من عرارِ

قاری صاحبؒ کا وصال

اُرِيْدُ وِصَالَهُ وَيُرِيْدُ هِجْرِیْ
فَاَتْرُکَ مَا اُرِيْدُ لِمَا يُرِيْدُ

ایک روز شیخوپورہ سے واپسی پر، جیا موسیٰ سے قاری صاحبؒ کے داماد قاری حافظ تنویر احمد صاحب اسی بس میں سوار ہوئے، میں نے قاری صاحب کے خیریت پوچھی۔ انہوں نے بتایا۔ ''الحمد للہ ٹھیک ہیں۔'' غالباً دوسرے ہی روز کسی ضروری کام سے مجھے پشاور جانا پڑ گیا۔ دو چار دن لگ گئے۔ واپس آیا تو جامع ست گھرہ انارکلی میں نماز ادا کرنے کے لئے پہنچا، وہاں محترم المقام حضرت الاستاذ قاری بشارت علی صاحب سے ملاقات ہوئی، فرمانے لگے۔ ''آپ کو معلوم ہے کہ حضرت قاری فضل کریم کا وصال ہو گیا؟'' سنتے ہی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے اور زبان پر وہ آیت آئی جو ایسے موقعوں پر آیا کرتی ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔

وہ بھی بچھڑ گئے کہ مجھے جن پہ ناز تھا
نوحہ یہ زندگی کا سناؤں کہاں کہاں

مسکینی کی حالت میں موت

آپ زندگی میں اکثر مسکینی کی موت والی دعا پڑھا کرتے تھے گویا وہ قبول ہوگئی،

www.foyuz.blogspot.com

آپ کو گھر سے میو ہسپتال منتقل کیا گیا۔ وہاں آپ کے شاگرد اور دیگر اعزہ آجاتے۔ ۲۳ جون بروز منگل صبح ۱۱ بجکر ۱۵ منٹ پر آپ کا انتقال ہوا۔ اس وقت عزیز محترم حافظ قاری شجاع الدین ہزاروی آپ کے پاس سورۂ یٰسین پڑھ رہے تھے۔ اس طرح آپ کی ایک چھوڑ، دو دعائیں قبول ہوگئیں:-

- ایک مسکینی کی حالت میں موت۔
- دوسرا قرآن سنتے سنتے آپ سے آملوں۔

ہے رشک ایک خلق کو جوہر کی موت پر
یہ اس کی دین ہے جسے پروردگار دے

غسل کے بعد شجاع الدین صاحب کی روایت کے مطابق چہرہ بہت نکھرا ہوا تھا۔ نور ٹپک رہا تھا۔ لبوں پر مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔

نشانِ مردِ مومن باتو گویم
چوں مرگ آید تبسم برلبِ اوست

آپ کے انتقال کی خبر آناً فاناً لاہور بلکہ پورے ملک میں پھیل گئی۔ ریڈیو سے اعلان ہوا۔ تجوید وقراءت کے مدارس کے طلبہ، اساتذہ اور دیگر علمائے کرام اور متعلقین جوق در جوق ''جیا موسیٰ'' پہنچنے شروع ہوگئے۔ رات کے پُرسکون ماحول میں وصیت کے مطابق جناب حافظ قاری محمد رفیع صاحب مہتمم مدرسہ تجوید القرآن نے نماز جنازہ پڑھائی اور آپ کے سینکڑوں شاگردوں کی موجودگی میں آپ کو اللہ کے سپرد کردیا گیا۔

تعزیتی قراردادیں

یوں تو آپ کے انتقال کے بعد بہت سی مساجد و مدارس میں تعزیتی قراردادیں پاس ہوئیں اور ایصالِ ثواب کیا گیا لیکن سب سے بڑی تعزیتی قراردادیں جمعیۃ علمائے اسلام کی سہ روزہ آئینِ شریعت کانفرنس ۱۹۷۰ء لاہور میں برابر تین روز تک پاس ہوتی رہیں اور

ایصالِ ثواب کیا جاتا رہا۔ آخری روز کی قرارداد حضرت مولانا غلام غوث ہزاروی نے پیش کی، قاری صاحب کی موت کو نا قابلِ تلافی نقصان بتایا۔ قاری صاحب کی بلندیٔ درجات کی دعا مانگی اور پس ماندگان کے لئے صبر جمیل کی۔ ''میں خود اس وقت موجود تھا۔ ہر طرف سر ہی سر دکھائی دیتے تھے۔ لوگوں کا ایک سمندر تھا جو ملک کے اطراف وجوانب سے امڈ آیا تھا۔ حضرت الاستاذ مولانا درخواستی صاحب نے فرمایا تھا:-

''ایسی کانفرنس پہلے ہوئی نہ اب ہوگی۔''

اخبارات نے اس کانفرنس میں شرکاء کی تعداد ڈیڑھ لاکھ لکھی تھی تو گویا حضرت قاری صاحب کے لئے ڈیڑھ لاکھ مسلمانوں نے مغفرت کی دعا کی، جن میں بڑے بڑے علماء کرام بھی تشریف رکھتے تھے۔ اتنے بزرگوں کی دعائیں ان شاء اللہ رائیگاں نہیں جائیں گی۔ جب تک قاری صاحبؒ کے شاگرد، شاگردوں کے شاگرد قرآن مجید پڑھتے رہیں گے اس وقت تک انہیں ثواب پہنچتا رہے گا اور اسی طرح یہ سلسلہ نسلاً بعد نسلٍ برابر جاری رہے گا۔ قاری صاحبؒ کا ایک ایک شاگرد ماشاء اللہ ایک ایک ادارہ ہے۔ حرمین شریفین میں حضرت کے شاگرد اور ہمارے محترم دوست اور ساتھی قاری خلیل الرحمٰن صاحب کے ذریعے آپ کا فیض بہت عام ہوا، اسی طرح دیگر بیشمار شاگردوں کی وجہ سے جگہ جگہ مدارسِ تجوید قائم ہوئے اور وہ کارِ تدریس کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ جب تک قاری صاحبؒ کا یہ فن زندہ رہے گا قاری صاحبؒ زندہ رہیں گے اور یہ کلام اللہ کی صفت ہے اسے زوال نہیں اور تجوید وقراءت اس کے اصول وضوابط ہیں انہیں فنا نہیں۔

اللهم اغفرله وارحمه، اللهم نور قبره، اللهم اجعل قبرهٗ
روضة من رياض الجنة امين ياالٰه العالمين

www.foyuz.blogspot.com

آہ! قاری فضل کریم صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا حافظ قاری اظہار احمد صاحب تھانوی رحمہ اللہ

صدر شعبہ تجوید وقرات مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور (سابقاً)

دنیا میں انسانوں کی آمدورفت کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری ہے اور تا قیامت جاری رہے گا۔ کیسی کیسی قیمتی شخصیتیں کارگاہِ دہر میں اپنی گہری روشیں بنا کر جا چکی ہیں، آنے والے دیکھیں، روئیں، اپنی بے عمل زندگی پر شرمسار ہوں، مرنے والوں سے زیادہ خود اپنے اوپر ماتم کرنے کو جی چاہے۔

ایسی ہی منفرد اوصاف کی شخصیت قاری فضل کریم صاحب کی تھی، وہ قرآن کے خادم تھے۔ قوم کے بچوں کو حافظ قاری بنانے کے لئے دل میں بے انتہا تڑپ رکھتے تھے۔ حفظِ قرآن کی دولت سے انہوں نے سینکڑوں بچوں کے سینوں کو منور کر دیا۔ طالب علم کی نفسیات سے وہ ایک ماہرِ امراض طبیب کی طرح خوب واقف تھے، کسی سے نرمی اور کسی سے گرمی، کسی سے پیار اور کسی پر عتاب، مگر مقصد تمام پہلوؤں کا واحد، کہ اس کی چھاتی قرآن کا خزانہ بن جائے۔

کسی کی منزل رات کو سننے کا وقت مقرر ہو چکا ہے تو کسی کو صبح ٹھیک وقت پر پہنچنے کا حکم ہو رہا ہے۔ یہ فلاں فلاں لڑکے اخیر حصۂ شب میں اذانِ فجر سے پہلے اپنی منزل سنائیں گے۔ پھر یہ معمول ہفتوں یا مہینوں نہیں بلکہ سالہا سال چلیں گے، ذرا قریب سے قاری صاحب کے شاگردوں کا قرآن تو سنیے۔ سبحان اللہ! بچوں کی خوبصورت ادا، عمدہ تلفظ اور سریلی آواز ہے، جی چاہتا ہے کہ بس بیٹھے ہوئے سنتے ہی رہیں۔

استاد وطلبہ سحر خیز ہیں۔ آدھی رات سے ہی اٹھ بیٹھتے ہیں، تہجد گزاری ہو رہی ہے۔ نوافل کی ادائیگی سے فراغت کے بعد منزل وسبق کا کام شروع ہے، اللہ اللہ، نور برس رہا ہے۔

تعلیم کے یہ معمولات ہوں، لوگوں کی داد وستائش سے بے نیاز اور قطعاً بے پرواہ ہو کر خلوص کے جذبہ سے خدمتِ قرآن ہو تو برکات ورحمتوں کا نزول کیوں نہ ہو؟

اب تعلیمی معیار کی سربلندی کے بڑے بڑے اصول وضع کیے جا رہے ہیں۔ حاضریوں کے رجسٹر جدا ہیں۔ داخلہ کے سنہ وار ریکارڈ علیحدہ مرتب ہو رہے ہیں، حاضریوں اور غیر حاضریوں کا شمار ہو رہا ہے۔ طلبہ اور اساتذہ کی حاضریوں ہی کو سب سے بڑی تعلیمی کارکردگی کا راہنما اصول ٹھیرالیا گیا ہے مگر اس تمام دماغی قابلیت اور ذہنی تنظیم کا نتیجہ پست ہے۔ استاد اور شاگرد کی دیوانگی کہاں سے آئے؟ دنیا میں حفظِ قرآن کے کرانے والے ہر دَور میں وہی اساتذہ کامیاب رہے جن کو اپنی عزیز عمریں اشاعتِ قرآن کے لئے فنا کر ڈالنے کا جذبہ نصیب ہوا۔

خَيْرُكُمْ مَّنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَهٗ، حدیث شریف میں معاشرہ کا سب سے بہترین آدمی ہونے کا سرٹیفکیٹ قرآن شریف پڑھنے پڑھانے والوں ہی کو تو دیا جا رہا ہے۔ ہمتِ مردانہ چاہیے آگے بڑھے اور اس تمغے کو حاصل کرنے کے لئے جان کی بازی لگا دے۔

قرآن کی تعلیم کا کام سب سے پہلے آنحضرت ﷺ نے کیا۔ خلفاء راشدینؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود، اُبی ابن کعب، زید بن ثابت اور ابوموسےٰ اشعری رضی اللہ عنہم نے بڑا نام پیدا کیا۔ ان بزرگوں نے یہ کام جاری رکھا۔ قراءتوں کی تمام سندیں ان حضرات تک پہنچتی ہیں۔ تابعینؒ اور تبع تابعینؒ میں حضرات قراء عشرہ نے بڑا نام حاصل کیا۔

خدامِ قرآن میں حضرت میاں جی نور محمد صاحب قدس سرّہٗ کو پڑھے لکھے لوگ جانتے ہیں۔ ایک طرف سلسلہ ولی اللّٰہی کا یہ مقام کہ جنید و بایزید بسطامیِ وقت تھے، چنانچہ رئیسِ قافلۂ بزرگاں حضرت حاجی امداد اللہ قدس سرّہٗ نے حضرت میاں جی رحمۃ اللہ علیہ ہی سے بیعت حاصل کی اور خلافت حاصل کی مگر اس ولی شیخِ ولایت کا دوسرا سادہ پہلو یہ تھا کہ ایک چھوٹے سے

www.foyuz.blogspot.com

قصبہ لوہاری ضلع مظفر نگر (یو پی) میں بچوں کو کتاب اللہ پڑھانے میں وقت گزارتے، اہل قصبہ ''میاں جی'' کہتے تھے۔ اندر سے جذبہ خَیْرُکُمْ ہونے ہی کا تھا۔

حضرت قاری فتح محمد صاحب پانی پتی مدظلہ، قاری رحیم بخش صاحب کی معیت میں حضرت قاری فضل کریم سے ملاقات کے لئے اس وقت تشریف لائے جب قاری صاحب مرحوم سخت علیل تھے۔ قاری صاحب مرحوم نے درخواست کی کہ حضرت میرے لئے حسنِ خاتمہ کی دعا فرمائیں اور باصرار دعا کی درخواست کی، قاری فتح محمد صاحب نے بڑا پیارا بھولا اور سادہ مگر مخلصانہ جواب ارشاد فرمایا:

''اچھا قاری صاحب! جو حکم ہو، تابعدار ہیں۔ آپ قرآن کے خادم ہیں اور ہم آپ کے خادم ہیں۔''

حضرت قاری صاحب مرحوم کو قرآن سے عشق تھا، خود عمدہ پڑھتے اور ہر اچھا پڑھنے والے کو دادِ تحسین سے نوازتے، جس زمانہ میں راقم الحروف نے جامع مسجد چینیا نوالی میں ۱۹۶۰ء میں پہلی مرتبہ جلسۂ تقسیمِ اسناد منعقد کیا تو قاری صاحب نے بڑی خوشی اور بزرگانہ شفقت کے ساتھ شرکت فرمائی۔ مولانا داؤد غزنوی مرحوم صدرِ جلسہ تھے۔ طلبہ کی تلاوتیں ہو رہی تھیں، مولانا داؤد غزنویؒ تلاوتِ آیات پر زار زار رو رہے تھے، آنکھیں روتے روتے سرخ ہو چکی تھیں کہ میں نے حضرت قاری صاحب سے تلاوت کی درخواست کی، قاری صاحب نے بڑی بلند آواز میں تلاوت فرمائی ایسی حلاوت و وارفتگی کہ حاضرین اور صدر صاحب تڑپ اٹھے، میرا یہ حال تھا کہ ؎

شک نہ کر میری خشک آنکھوں پر
یوں بھی آنسو بہائے جاتے ہیں!

قرآن سننے کا اتنا عمدہ ذوق نصیب ہوا تھا کہ پڑھنے والوں کی نہایت عمیق خوبیاں بیان کرتے ؎

اے شبِ تارِ زندگی کون تھی وہ کہانیاں

بھول کے بھی جو رہ گئیں یاد بھی آ کے رہ گئیں

ریڈیو پر مصری قراء کی تلاوت اہتمام سے سنتے، قاری عبدالباسط کو خوب داد دیتے، قاری صدیق منشاوی مرحوم کے عمدہ اوقاف اور ان کے تنوع کی تعریف ہوتی، مصطفٰی اسماعیل کی پُر درد آواز پر جھومتے اور قاری رفعت مرحوم کے تو عاشق تھے۔ ایک ایک آیت پر جھومتے اور سننے والوں کو تلاوت کی خوبیوں پر متوجہ فرماتے رہتے۔

مرحوم وقت کے بڑے قدر دان تھے۔ اپنے مشاغل سے جب بھی وقتِ فرصت ملتا مصنفین کی نہایت معیاری اور نظریاتی قسم کی تصانیف پڑھوا کر سنتے۔ تمام متداول مسائل پر ٹھوس رائے رکھتے تھے، سلف خصوصاً بزرگانِ دیوبند سے شغف تھا۔ ان کی اکثر تصانیف پر وسیع نظر تھی۔ چنانچہ ترکہ میں بڑی قیمتی اور عالیشان کتابیں چھوڑیں جو مرحوم اکثر بڑی سعی سے دور دراز مقامات سے منگواتے تھے۔ علمی ذوق کو سیراب کرتے رہنا وقت کی قدر و قیمت کو بڑھانا ہے۔ ورنہ ہم میں آنکھوں والے بہت سے ایسے ہیں کہ عمر کو سطحی اور بیکار مشاغل پر نثار کر ڈالتے ہیں ؎

فرصتِ کار فقط چار گھڑی ہے یارو
یہ نہ سوچو کہ ابھی عمر پڑی ہے یارو

حضرت قاری صاحب مرحوم اپنے اصولوں پر سختی سے کاربند رہتے۔ اپنے پختہ عقائد سے کسی حالت میں روگردانی نہ فرماتے، قاری صاحب بصارت سے محروم تھے مگر بصیرت کا حصہ وافر ملا تھا۔ عَمَلی آدمی تھے۔ یہ ان کے عزمِ صمیم ہی کی برکت تھی کہ لاہور میں قرآن پاک کی سب سے بڑی درس گاہ چالو کر گئے۔ ایسی عظیم درسگاہ جس سے سینکڑوں فاضلینِ حفظ و تجوید و قرأت نکلے اور کلامِ الٰہی کے اساتذہ بن کر ستاروں کی طرح ملک کے ہر حصہ میں تابندہ و فروزاں ہیں۔ اصل میں جن نفوسِ قدسیہ سے اللہ تعالیٰ کام لیتے ہیں ان کو ''کر گزرنے'' کا عزم و ولولہ بھی بخش دیتے ہیں۔ حالات و حوادث کی رکاوٹیں ان کے لئے سدِّ راہ نہیں بنتیں۔ قاری صاحب مرحوم بڑے باہمت اور صاحبِ عزم انسان تھے، ان کا مذاق بڑا پاک اور ستھرا تھا۔ مدرسہ کی تعمیر و

www.foyuz.blogspot.com

ترقی میں انہوں نے کبھی تملّق یا سیادت فن کا راستہ اختیار نہیں کیا۔ باوقار زندگی اپنائی، توکل اور اعتماد علی اللہ کو ہی اپنا سب سے بڑا سرمایہ سمجھا۔ کام میں بڑی برکت و رونق ہوئی۔ اللہ تعالیٰ کو یوں ہی منظور تھا کہ جو کام آنکھوں والے نہ کرسکیں ایک نابینا سے لے لیا جائے۔ قابلِ رشک ہے وہ نابینائی کہ جس میں ایک عزمِ محکم کے ساتھ راہرو کلام اللہ کی نشر و اشاعت کا راستہ بناتا چلا جائے اور سینکڑوں آنکھوں والوں کو کلام اللہ کی حبلِ متین تھما کر جنت کی راہِ مستقیم دکھائے۔ حضرت قاری صاحب مرحوم کی مجموعی زندگی اس شعر کی تصویر تھی ؎

یا کچھ نہ دکھائی دے یا صاف نظر آئے
جو شمع ملی دھندلی وہ میں نے بجھا دی ہے

مرحوم کے بلند اخلاق کا ایک نہایت بلند اصول یہ تھا کہ وہ سب کی عزت کرتے تھے خصوصاً اپنے اساتذہ اور بزرگوں کے سامنے انتہائی متواضع اور منکسر المزاج ہوتے۔ ایک معمولی مسکین طالب علم کی طرح بولتے، بیٹھتے اور حاضری دیتے ان کی موجودگی میں قالین اور فرش و تکیہ پر ہرگز نہ بیٹھتے بلکہ معمولی جگہ پر دوزانو بیٹھ جاتے۔

وہ اپنے ہم عمروں اور چھوٹوں سے بھی ادب و تواضع اور بھرپور کریمانہ اخلاق سے پیش آتے۔ مدرسہ میں پڑھانے والے تمام اساتذہ کا احترام کرتے اور چھوٹوں پر بڑی شفقت فرماتے۔ سب کی راحت کا خیال فرماتے۔ یہ اخلاق کا ایک مطلوب پہلو تھا ہی، مدرسہ کی تعلیمی ترقی و استحکام کا بھی ضامن تھا۔ مدرسہ کی فضا ایک سدا بہار گلزار تھی۔ جہاں نہ مدرسین میں باہمی رقابت و چشمک، نہ منتظمین و صدر مدرس سے کوئی گلہ و شکوہ۔ حقیقت یہ ہے کہ ایک تعلیم گاہ کے لئے یہ حکمت عملی انتہائی ضروری ہے۔

ایک زاہد و عابد، ایک استاذ الاساتذہ، ایک سیّد الحفاظ والقراء، تعلیمات قرأت و حفظ کا ایک عظیم راہنما، سینکڑوں جید حفاظ و قراء کا مربی قریب تین سال شدید بیماری میں بھی پیکرِ صبر و رضا بنے رہنے کے بعد بالآخر واصل بحق ہوا۔ فراق کا یہ ناگزیر وقت سب کو پیش آنا ہے،

لیکن پھر بھی اس فراق پر آنکھیں اشک بار ہوتی ہیں۔ احساسات المناک کرب سے دوچار ہوتے ہیں، مگر ساتھ ہی ایک بات تو ہم کہنی بھول ہی گئے کہ یہ درد و فراق اس وقت ایک المناک داستان بنتا ہے جب جانے والا جاتا ہے مگر اس کی تاریخ، اس کا عہد، اس کی مسلسل مساعی یادوں کے لئے ایک ٹیس بن جاتی ہے۔

وفات کے بعد مرحوم کے چہرہ پر کیسی شگفتگی تھی، تبسم کی دل آویز تصویر بنے ہوئے تھے۔ یہ شگفتگی میں نے اپنی عمر میں دو بزرگوں کے چہروں پر دیکھی ایک حکیم الامت حضرت تھانویؒ (جو حضرت قاری صاحبؒ کے بھی پیر تھے) کے چہرے پر اور ایک حضرت قاری صاحبؒ پر۔

بقول اقبالؒ ؎

نشانِ مردِ مومن با تو گویم
چو مرگ آید تبسّم برلبِ اوست

رَبِّ اغْفِرْ لَهُ وَارْحَمْهُ وَتَقَبَّلْ خَيْرَ مَسَاعِيهِ

اظہار احمد تھانوی
صدر شعبہ تجوید و قراءت مدرسہ
تجوید القرآن کوچہ کندیگراں
موتی بازار لاہور۔

www.foyuz.blogspot.com

یادِ اکابر

حضرت مولانا قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

مہتمم، بانی وشیخ التجوید دار القرآ ماڈل ٹاؤن لاہور (سابقاً)

استاذِ محترم حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کا اسمِ گرامی تو شاید پہلے ہی سن رکھا ہو کیونکہ میں نے امرتسر کے جس مدرسہ میں اور جن اساتذہ کی خدمت میں حفظِ قرآن کیا تھا، حضرت قاری صاحبؒ بھی اسی مدرسہ اورانہی اساتذہ کے فیض یافتہ تھے مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ باقاعدہ تعارف اور ملاقات کا سب سے پہلا شرف اس وقت حاصل ہوا جب میرے دل میں ۱۹۴۲ء میں باقاعدہ طور پر تحصیلِ تجوید کا شوق پیدا ہوا چنانچہ اس مقصد کے لئے میں حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت قاری صاحبؒ نے نہایت فراخدلی اور شفقت کے ساتھ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل کرلیا۔ عصر کی نماز کے بعد کا وقت مقرر ہوا اور جن دنوں اس وقت حاضری ممکن نہ ہوتی تو مغرب کے بعد مشق ہوتی۔ پوری تفصیل تو یاد نہیں ہاں اتنا یاد ہے کہ چند رکوع مشق کیے اور جناب قاری مقبول الٰہی صاحب کی معیت میں غالباً دو مرتبہ مقدمتہ الجزری اور ایک بار علامہ سلیمان جمزوری کا رسالہ تحفۃ الاطفال بھی پڑھا البتہ حدر میں سنانے کا اتفاق نہیں ہوا تا آنکہ اپریل ۱۹۴۲ء میں میری لاہور کی مشغولیتیں ختم ہوگئیں اور میں امرتسر چلا گیا۔

حسنِ سلوک اور ملاطفت

تعلیم کے زمانہ میں حضرت قاری صاحبؒ کا برتاؤ میرے ساتھ ہمیشہ ایسا رہا جیسا کہ

اپنے برابر والوں کے ساتھ ہوتا ہے حتٰی کہ تخاطب کے وقت بھی اس احساس کو پیش نظر رکھا اور کبھی بھی مجھے اس طرح مخاطب نہیں کیا جس طرح کہ شاگردوں کو کیا جاتا ہے باوجودیکہ میں بلحاظ عمر بھی برابر والوں جیسے تخاطب کا مستحق نہ تھا اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اپنے رخصت کے ایام میں مجھے بارہا اپنی جگہ پر کام کرنے کا موقعہ عنایت فرمایا اور پھر ان دنوں کا مشاہرہ بھی دلوایا۔ بہر حال میں اپریل ۱۹۴۳ء کو امرتسر چلا گیا اور حضرت قاری صاحبؒ کی عقیدت ومحبت ساتھ لے کر چلا گیا۔ چنانچہ اس کے بعد بھی جب کبھی مجھے لاہور آنے کا اتفاق ہوتا تو حضرت قاری صاحب کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتا اور قاری صاحبؒ کو بھی مجھ سے کچھ ایسا انس ہو گیا تھا کہ میرے آنے سے بہت خوش ہوتے اور قرآن مجید سنانے کی فرمائش کرتے اور سن کر خوشی کا اظہار فرماتے حتٰی کہ جب ۱۹۴۵ء میں مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے قراءت عشرہ کی تکمیل کر کے واپس امرتسر پہنچا تو حضرت قاری صاحبؒ نے مجھے اپنے ساتھ مسجد چینیا نوالی میں بحیثیت استاذ تجوید رکھنے کا ارادہ ظاہر فرمایا بلکہ میرے قیام لکھنؤ کے زمانہ میں بھی جب حضرت قاری صاحبؒ جناب مولانا نور الٰہی صاحب عرف فاضل لاہوری کی معیت میں اپنے مدرسہ تجوید القرآن واقع مسجد چینیا نوالی کے لئے استاذِ تجوید کی تلاش میں لکھنؤ تشریف لے گئے تو وہ زمانہ کوئی ایسا نہ تھا کہ لکھنؤ کے قراء اپنے بانکے شہر اور مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے علمی اور جدید ماحول کو چھوڑ کر پنجاب چلے آتے اس لئے قاری صاحبؒ نے وہیں یہ خدمت مجھ ہی سے لینے کا فیصلہ کرلیا بالآخر جب فارغ ہو کر پہنچا تو قاری صاحبؒ کی مساعی جمیلہ کی بدولت ذی قعدہ ۱۳۶۴ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو بحیثیت استاذِ تجوید مسجد چینیا نوالی میں میرا تقرر عمل میں آگیا اور میں نے کام شروع کر دیا اگرچہ مجھے وہاں کچھ زیادہ مدت کام کرنے کا موقعہ نہ مل سکا کیونکہ جناب الحاج سیٹھی محمد یوسف صاحب کی خواہش اور بااصرار فرمائش پر جس میں خود حضرت قاری صاحبؒ کی رضا بھی شامل تھی مجھے فروری ۱۹۴۶ء میں گڑھی شاہو منتقل ہونا پڑا لیکن تعلقات حضرت قاری صاحبؒ کے ساتھ بحمد اللہ جوں کے توں باقی رہے اور حضرت قاری صاحبؒ بدستور شفقت فرماتے رہے اور غالباً

www.foyuz.blogspot.com

آپ کے دل میں اس کے بعد بھی خیال رہا کہ میں پھر مسجد چینیا نوالی میں اپنی سابق خدمت پر مامور ہو جاؤں۔ یہی وجہ تھی کہ میں جب اپریل ۱۹۴۷ء میں گڑھی شاہو سے منتقل ہو کر آسٹریلین مسجد میں آیا تو کچھ مدت تک روزانہ مسجد چینیا نوالی میں آ کر مشق کراتا رہا اور چونکہ آسٹریلین مسجد سے ہر روز وہاں جانا میرے لئے کوئی آسان کام نہ تھا اس لئے یہ سلسلہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اور یکسُو ہو کر آسٹریلین مسجد میں خدمت کرنے لگا حتٰی کہ جب اگست ۱۹۵۰ء میں مدرسہ تجوید القرآن واقع کوچہ کندیگراں کی تعلیمی بنیاد مسجد نور میں رکھی گئی تو مدرسے کے حالات قدرے تسلی بخش ہوتے ہی حضرت قاری صاحبؒ نے پھر مجھے اپنے ساتھ کام کرنے کی دعوت دے دی مگر اب مسجد آسٹریلین کا مدرسہ اس سٹیج پر پہنچ چکا تھا کہ اسے چھوڑنا مناسب معلوم نہ ہوا لیکن اگست ۱۹۵۱ء میں مجھے کچھ اپنی خواہش اور کچھ جناب الحاج سیٹھی محمد یوسف صاحب کی فرمائش کی بنا پر کراچی جانا پڑا۔ وہاں مجھ سے سیٹھی صاحب موصوف نے دریافت فرمایا کہ:

''مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ میں کتنے اساتذہ کام کرتے تھے؟''

میں نے جواب دیا کہ:

''میرے زمانہ میں تو چونکہ مدرسہ کا انحطاط شروع ہو چکا تھا، اس لئے اس وقت اساتذہ کی تعداد صرف تیس بتیس تک ہی رہ گئی تھی لیکن میں نے اپنے اساتذہ سے سنا ہے کہ مدرسہ کے شباب کے زمانہ میں اساتذہ کی تعداد پچپن تک پہنچ گئی تھی۔''

سیٹھی صاحب نے فرمایا کہ:

''کراچی میں ایسا مدرسہ قائم کرو کہ ہمیں اس میں ۶۰ مدرس رکھنے پڑ جائیں۔''

بہر حال کراچی میں قیامِ مدرسہ کی کوشش ہوتی رہی مگر تقدیرِ الٰہی میں وہ وقت کراچی میں قیام مدرسہ کے لئے طے نہ پایا تھا اس لئے کوئی مناسب اور موزوں جگہ نہ مل سکی۔ ادھر حضرت قاری صاحبؒ

کے خطوط میرے پاس کراچی پہنچنے شروع ہو گئے کہ تم لاہور چلے آؤ اور مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں میں شعبہ تجوید کی خدمت انجام دو لیکن کراچی میں قیام مدرسہ کی خواہش کی وجہ سے لاہور واپس آنے کو پسند نہ کرتا تھا۔ حضرت قاری عبد المالک صاحبؒ ان دنوں دار العلوم اشرف آباد ٹنڈو اللہ یار سندھ میں شعبۂ تجوید و قراءت کے صدر مدرس کی حیثیت سے تشریف فرما تھے۔ میری خواہش یہ تھی کہ حضرت قاری صاحبؒ بھی کراچی ہی میں تشریف لے آئیں تو میں استفادہ بھی کروں لیکن ادھر حضرت قاری فضل کریم صاحب نے مجھے لاہور بلانے کے لئے اپنی کوشش کو آخری شکل اس طرح دی کہ جناب قاری مقبول الٰہی صاحب کو کراچی بھیج دیا۔ وہ وہاں ہر روز مجھ سے کئی بار ملاقات کرتے اور لاہور چلنے کی ترغیب دیتے۔ ادھر یہ ہوا کہ محترم جناب سیٹھی محمد یوسف صاحب پنجاب کے دورہ پر روانہ ہو گئے چونکہ سیٹھی صاحب کراچی میں موجود نہ تھے اور مدرسہ کے لئے کوئی موزوں جگہ بھی نہ مل سکی تھی اس لئے قاری مقبول الٰہی صاحب کی ترغیب نتیجہ خیز ثابت ہوئی اور میں نے ۱۸ جنوری ۱۹۵۲ء کو لاہور کے لئے کراچی چھوڑ دی۔ ۲۰ کو جب حضرت قاری فضل کریم صاحب سے مسجد نور واقع کوچہ کندیگراں میں ملا تو بہت ہی مسرور ہوئے اور یوں محسوس ہوا کہ جیسے وہ اپنے کسی اعلیٰ مقصد میں کامیاب ہو گئے ہوں۔ الغرض ۲۳ جنوری کو مدرسہ تجوید القرآن کے شعبہ تجوید کا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صدارت میں باقاعدہ افتتاح ہوا اور اس ناچیز کو اس شعبے کا صدر مدرس مقرر کیا گیا۔ ۲۳ جنوری ۱۹۵۲ء سے ٦ مارچ ۱۹۶۲ء تک میں اس شعبہ سے متعلق رہا۔ دس برس سے زیادہ عرصہ تک مجھے حضرت قاری فضل کریم صاحب کے ساتھ قرآن مجید کی ٹوٹی پھوٹی خدمت کرنے کا موقع ملا۔ اگر بات صرف میری ذات تک ہی محدود ہوتی تو شاید اتنا طویل عرصہ تک میں اس مسند پر فائز نہ رہ سکتا۔ کیونکہ سستی کاہلی اور نااہلی یہ چیزیں ایسی تھیں کہ ان کے ہوتے ہوئے، کوئی معیاری درس گاہ کسی مدرس کو گوارا نہیں کر سکتی خصوصاً حضرت قاری عبد المالک صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لاہور میں تشریف لے آنے کے بعد تو قاریوں کی کمی بھی نہ رہی تھی لیکن حضرت قاری صاحب کے

www.foyuz.blogspot.com

اخلاقِ کریمانہ اور غایت درجہ کے شفقت و ملاطفت کا ہی نتیجہ تھا کہ ان سب کمزوریوں کے باوجود مجھے اتنی بڑی درسگاہ میں خدمت کا موقع ملتا رہا اور یہی نہیں جہاں تک یاد پڑتا ہے قمری حساب کے اعتبار سے تقریباً ساڑھے دس سال کے اس عرصہ میں قاری صاحبؒ نے کبھی بھی میری کسی کمزوری کا ذکر نہیں فرمایا۔ یہ ایک حقیقت اور واقعہ ہے کہ اگر قاری صاحب کے دل میں مجھ سے شفقت اور خیر خواہی کا جذبہ موجود نہ ہوتا تو نہ معلوم وہ اس دس سال میں کتنے مدرس بدل ڈالتے اور مجھے اس کا اعتراف کرنا چاہیے کہ اس وقت ٹوٹی پھوٹی خدمت کی توفیق جو کچھ بھی مجھے میسر ہے وہ حضرت قاری صاحبؒ کی میرے ساتھ مودت و ملاطفت کا نتیجہ ہی ہے۔ باوجودیکہ مدرسہ کی طرف سے قراءت سبعہ پڑھانے کا مطالبہ نہ تھا لیکن اس پر بھی میں نے اپنے فائدہ اور اپنے مطالعہ کے پیش نظر یہ فن بھی پڑھانا شروع کر دیا اور فن کی خاص کتاب شاطبیہ کوئی آسان کتاب نہیں تھی کہ میں معمولی سے مطالعہ کے بعد اسے پڑھانے کے قابل ہو جاتا۔ اس لئے جب میں نے پہلی مرتبہ وہ کتاب مدرسہ تجوید القرآن میں پڑھائی تو یاد پڑتا ہے کہ مدرسہ کے اوقات میں حضرت قاری فتح محمد صاحب کی لکھی ہوئی طویل شرح تین تین بار سنتا تھا۔ جس پر ایک ایک گھنٹہ اور کبھی ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ بھی صرف ہو جاتا تھا لیکن قاری صاحب نے برا تو کیا منایا ہوگا بلکہ وہ اس سے خوش ہوتے تھے اور باوجودیکہ مدرسہ کے بعض ممتاز اراکین کی رائے یہ تھی کہ اس مدرسہ میں قرأتِ سبعہ کی تعلیم نہیں ہونی چاہیے اور جنہیں روایتِ حفصؒ کے بعد قرأت کی مزید تعلیم حاصل کرنا ہو انہیں حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ کے پاس جانا چاہیے۔ یہ رائے اس اعتبار سے تو نہایت درست اور بالکل صحیح تھی کہ اہل ترین شخصیت کے ہوتے ہوئے اور پھر وہ بھی اسی شہر میں نااہلوں سے علم حاصل نہیں کرنا چاہیے لیکن حضرت قاری صاحب کے پیشِ نظر یہ تھا کہ اگر چھوٹوں سے بڑوں کی موجودگی میں یہ کام نہ لیا گیا تو پھر بعد میں ان پر کون اعتماد کرے گا اور یہ سلسلہ جاری کیسے رہ سکے گا؟

الغرض مجھے قاری عبدالمالک صاحبؒ کی حیات میں کئی بار مدرسہ تجوید القرآن کے

قیام کے زمانہ میں ''شاطبیہ'' بلکہ ''دُرّہ'' اور طیبہ بھی پڑھانے کا موقع ملا اور یہ سب کچھ حضرت قاری صاحبؒ کی فراخ دلی اور بلند حوصلگی ہی کا نتیجہ تھا۔ رحمہ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔

جیسا کہ میں مضمون کے شروع میں لکھ چکا ہوں کہ مجھے جب شروع شروع میں باقاعدہ طور پر علم تجوید کی تحصیل کا شوق پیدا ہوا تو میں نے سب سے پہلے حضرت قاری صاحبؒ ہی کو اپنا استاذ بنایا لیکن اس کے باوجود دس ساڑھے دس سالہ تدریسی مدت میں انہوں نے ایک مرتبہ بھی یہ بات ظاہر نہیں کی اور اس تعلق کا کبھی ذکر تک نہیں کیا۔ بلکہ ہمیشہ وہ میرے کام کی حوصلہ افزائی ہی فرماتے رہے اور برابر والوں کا سلوک کرتے رہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اگر مدرسہ کے بارے میں کوئی مشورہ کرنا ہوتا، تو اکثر و بیشتر خود میرے کمرے میں تشریف لاتے اور وہیں مشورہ فرماتے۔

طلباء کے ساتھ ملاطفت اور حُسنِ سلوک

اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحبؒ کو بعض خصوصیات کچھ ایسی عطا فرمائی تھیں جن سے اس دور کے بہت سے اساتذہ عموماً خالی نظر آتے ہیں۔ انہیں میں سے طلباء کے ساتھ آپ کا وہ برتاؤ بھی ہے جس نے طلباء کو ان کا گرویدہ بنا دیا تھا اور جس کی وجہ سے مدرسہ تجوید القرآن جلد ہی حفظ و قرأت کا ایک مرکز بن گیا تھا اور طلباء یہاں آ کر علم حاصل کرنے میں راحت محسوس کرتے تھے۔ عموماً طلباء کے ساتھ خندہ پیشانی سے پیش آتے۔ ان کے آرام و راحت کا ہر ممکن خیال رکھتے۔ ان کی چھوٹی چھوٹی لغزشوں سے اغماض فرماتے۔ اگر کسی وجہ سے کسی طالب علم سے کبھی ناراض ہو جاتے تو غصہ کی کیفیت جلدی زائل ہو جاتی۔ بلکہ بعض دفعہ تو ایسا بھی ہوتا تھا کہ خود اس طالب علم کو بلا کر مشفقانہ لہجے میں نصیحت فرماتے، اور اس طرح گویا اس طالب علم سے خود ہی صلح کر لیتے۔ طلباء سے کچھ کھانے پینے اور ان کی چیزوں پر نظر رکھنے کی بجائے حضرت قاری صاحب انہیں اپنے پاس سے کھلاتے اور حیثیت کے مطابق ان پر داد و دہش کرنے کے عادی تھے۔ آپ جہاں مسافر اور نادار طلباء کی تعلیم اور ان کی ضروریات کے تکفل کا خیال رکھتے تھے

www.foyuz.blogspot.com

وہاں شہری اور مقامی طلباء کو بھی پڑھانے کا شوق رکھتے تھے اور مسافر طلباء کی طرح مقامی و رشہری بچے بھی ان کے ساتھ دلی عقیدت رکھتے تھے۔

شاید یہی وجہ ہے کہ جب مدرسہ تجوید القرآن کی موجودہ عمارت کا ارادہ کیا گیا اور غالباً ۱۷، اکتوبر ۱۹۵۶ء مطابق ۱۲، ربیع الاول ۷۶ھ کو اس کی بنیاد رکھی گئی تو صرف چھ ماہ کی قلیل مدت میں ایک مختصر سی مسجد، چودہ کمروں، ان کے برآمدوں اور دوسرے متعلقات پر مشتمل ایک نہایت مضبوط عمارت تیار ہوگئی۔ حضرت قاری صاحب کی طبیعت باوجود اعتقاد وعمل کی پختگی کے ملنسار اور ہمہ گیر واقع ہوئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ مدرسہ تجوید القرآن کی بنیاد رکھتے وقت آپ نے مسلمانوں کے مکاتبِ ثلاثہ یعنی دیوبندی، اہل حدیث اور بریلوی تینوں مکاتبِ فکر کے مقتدر اور ممتاز ترین علماء کو اس تقریب میں یاد فرمایا۔ چنانچہ دیوبندی مکتب فکر کی طرف سے رأس الاولیاء حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوریؒ کو، اہل حدیث کی طرف سے حضرت مولانا محمد داؤد صاحب غزنوی کو اور بریلوی مکتبِ فکر کی طرف سے حضرت مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خاں کو شرکت کی دعوت دی اور یہ تینوں حضرات تشریف بھی لائے مگر ہوا یہ کہ عین بنیاد رکھنے کے وقت ان تینوں نے شیخ القراء امام المجودین حضرت الشیخ مولانا قاری عبدالمالک صاحبؒ کو اپنا نمائندہ چن لیا اور اس طرح بنیاد کی پہلی اینٹ حضرت قاری صاحبؒ نے اپنے مبارک ہاتھوں سے رکھی اور ان بزرگوں کا یہ اقدام ایک اعلیٰ فراست کا حامل تھا کہ یہ مدرسہ جس علم کی درسگاہ بننے والا ہے اسی علم کے صدر الصدور کے ہاتھوں سے بنیاد رکھوائی۔ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

ربیبگان کی پرورش

من جملہ حضرت قاری صاحبؒ کے محاسن کے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے اپنی ہر دو ربیبگان کی اس حسنِ سلوک اور مدارات کے ساتھ پرورش فرمائی کہ اس محبت اور شفقت کے ساتھ اپنی حقیقی بچیوں کی پرورش بھی وہی کر سکتا ہے جس کو آخرت میں اللہ تعالیٰ سے کچھ بلکہ بہت کچھ لینے کا خیال ہو۔ نہ جاننے والا یہ کبھی نہیں سمجھ سکتا تھا کہ یہ قاری صاحبؒ کی ربیبہ ہیں۔ عمل کے

علاوہ ان کا اعتقاد بھی کچھ ایسا ہی تھا۔ چنانچہ فرمایا کرتے تھے کہ:

''مجھے جو کچھ مل رہا ہے۔ ان یتیموں ہی کی وجہ سے مل رہا ہے۔''

اور مجھے تو یوں خیال ہوتا ہے کہ حضرت قاری صاحب اس خدمت کی بدولت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس پاک ارشاد کے مستحق بن گئے تھے:

مَنْ عَالَ جَارِيَتَيْنِ حَتّٰى تَبْلُغَا جَاءَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اَنَا وَهُوَ هٰكَذَا وَضَمَّ اَصَابِعَهٗ.

یعنی جس شخص نے دو بچیوں کی پرورش کی تا آنکہ وہ سنِ بلوغ کو پہنچ گئیں تو میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح اکٹھے آئیں گے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اکٹھے آنے کی کیفیت اپنی مبارک انگلیاں ملا کر سمجھائی۔

باوجودیکہ آپ کی بڑی صاحبزادی تقریباً دائم المرض تھیں اور اس کے علاوہ بعض دوسرے امراض سے بھی اس بیچاری کو دوچار ہونا پڑا لیکن علاج معالجہ اور دوسری خدمات کے وقت یہ کبھی ظاہر نہ ہوتا تھا کہ یہ آپ کی ربیبہ ہیں۔

ایں سعادت بزورِ بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

طلباء پر کنٹرول

باوجودیکہ حضرت قاری صاحبؒ ظاہری بصارت سے موصوف نہیں تھے لیکن پھر بھی طالب علموں پر ان کا کچھ ایسا رعب سا چھایا رہتا تھا کہ کیا مجال کہ حضرت قاری صاحبؒ درس گاہ میں موجود ہوں اور کوئی طالب علم دوسرے سے آواز سے بات بھی کر لے بلکہ اکثر ایسا دیکھا کہ طالب علم شور کر رہے ہیں اور حضرت قاری صاحبؒ کو دور سے آتے دیکھ کر ان پر کچھ ایسا سناٹا طاری ہو گیا کہ گویا ان کے منہ میں زبان ہی نہیں اور ان کی جماعت پر کچھ ایسی سنجیدگی اور متانت چھا گئی گویا کہ وہ بچے ہی نہیں ہیں۔ مسجد چینیانوالی اور مدرسہ تجوید القرآن کے

www.foyuz.blogspot.com

ابتدائی دَور میں تو یہ کیفیت بہت ہی نمایاں تھی، مگر بعد میں جب تلامذہ کا حلقہ وسیع ہوگیا اور عمر نے بھی بڑھاپے میں قدم رکھ دیا تو یہ کیفیت کسی حد تک ملاطفت اور شفقت کے ساتھ بدل گئی بلکہ اب تو بعض دفعہ بڑے طلباء کے ساتھ کچھ بے تکلفی بھی فرمالیا کرتے تھے مگر اس حد تک نہیں کہ اس سے تعلیم وانتظام کا کام متاثر ہو۔

حسنِ تدریس

ایک بہت ہی اعلیٰ اور مبارک وصف اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل و کرم سے حضرت قاری صاحبؒ کو یہ عطا فرمایا تھا کہ ان کی خواہش ہوتی تھی کہ میرے شاگرد بالکل اسی طرح کے بن جائیں اور بالکل اسی طرح پڑھنے لگیں جس طرح کہ میں پڑھتا ہوں۔ اس لئے وہ پڑھاتے وقت صحتِ لفظی اور عملی تجوید کا پورا پورا خیال فرماتے اور طلباء کو عملاً تجوید کے موافق پڑھنے کی بڑی سختی کے ساتھ ہدایت فرماتے اور ایک ایک لفظ پر نگاہ رکھتے اور روک ٹوک فرماتے۔ خصوصاً جوانی کے زمانہ میں تو یہ صفت بہت ہی اجاگر تھی۔ میں بغیر کسی تصنع اور بناوٹ کے عرض کرتا ہوں کہ حضرت قاری صاحب کے اس وقت کے شاگرد آج کل کے بہت سے عام قاریوں سے بھی اچھا پڑھتے ہیں۔ چنانچہ ۱۹۴۶ء میں جب جناب قاری محمد شاہد صاحب لکھنوی لاہور تشریف لائے اور احقر سے مسجد چینیانوالی میں ان کی ملاقات ہوئی تو حضرت قاری صاحبؒ کے شاگردوں کا سن کر بہت ہی مسرور ہوئے اور حسنِ تدریس پر اپنا تاثر ان الفاظ میں بیان فرمایا کہ:

"صحتِ لفظی کا اس قدر خیال تو ہمارے مدرسہ عالیہ فرقانیہ کے اساتذہ بھی نہیں رکھتے۔"

بزرگوں اور اساتذہ کا احترام

حضرت قاری صاحب کے اندر جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں وہاں ایک بہت بڑی

خوبی یہ بھی تھی کہ آپ اپنے بزرگوں اور اساتذہ کا حد درجہ احترام فرماتے تھے۔ حضرت قاری کریم بخش صاحبؒ بلحاظ عمر حضرت قاری صاحبؒ سے کوئی اتنے زیادہ بڑے نہیں تھے لیکن بارہا ایسا دیکھا گیا کہ حضرت قاری کریم بخش صاحبؒ آپ کو مدرسہ تجوید القرآن میں شاگردوں کے سامنے ڈانٹ رہے ہیں اور وہ تسلیم و رضا کا پیکر بنے سامنے اس طرح کھڑے ہیں جیسے کوئی چھوٹا بچہ ہو اور اُف تک نہیں کرتے تھے حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا کہ لاہور میں حضرت قاری صاحبؒ کے تلامذہ اور متوسلین کا حلقہ غالباً استاذ سے بھی وسیع ہوگیا تھا شاید اس تواضع ہی کا یہ نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت قاری صاحبؒ کے شاگردوں کے دلوں میں اور نہ صرف شاگردوں کے بلکہ مدرسہ کے اراکین اور ان کے مالی معاونین کے دلوں تک میں بھی ان کی عزت پیدا فرمادی تھی اور وہ آپ کا اس طرح احترام کرتے تھے جس طرح چھوٹے اپنے بڑوں کا کیا کرتے ہیں۔

من تواضع للّٰه رفعه اللّٰه.

مدرسہ کی ترقی کا خیال

حضرت قاری صاحبؒ کو اس کا بہت خیال رہتا تھا کہ مدرسہ جس معیار پر پہنچ چکا ہے اس میں تنزل نہ ہونے پائے بلکہ ہر لحظہ ترقی کی طرف ہی گامزن رہے۔ یہی وجہ ہے کہ احقر نے جب شعبان ۱۳۸۱ھ میں مدرسہ تجوید القرآن کے چھوڑنے اور ایک الگ مدرسہ بنانے کا فیصلہ کیا اور حضرت قاری صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ کو بہت تشویش ہوئی اور مجھے اس خیال کے ترک کر دینے اور اپنی خدمات مدرسہ تجوید القرآن ہی کے ساتھ وابستہ رکھنے کی بہت ترغیب دی اور دوسروں سے بھی کہلوایا لیکن حالات کچھ ایسے تھے کہ میرا اب مدرسہ کے ساتھ منسلک رہنا مشکل تھا اور مشکلات تھیں بھی کچھ اس قسم کی کہ ان کا تدارک حضرت قاری صاحبؒ کے امکان میں نہیں تھا لیکن اس کے باوجود آپ کا اصرار یہی تھا کہ جیسے کیسے بھی ہو میں مدرسہ تجوید القرآن کے ساتھ منسلک رہوں حتٰی کہ میرے ماڈل ٹاؤن چلے آنے کے بعد بھی ان کا اصرار رہا کہ میں واپس چلا آؤں اور آپ کی اس خواہش اور بااصرار فرمائش کی بنا پر میں نے بھی کئی بار

www.foyuz.blogspot.com

واپس چلے جانے کا ارادہ کرلیا لیکن قدرت کو چونکہ ماڈل ٹاؤن کے مدرسہ کا قیام منظور تھا اس لئے حضرت قاری صاحبؒ کو باوجودیکہ اس کا حد درجہ افسوس تھا لیکن اس پر بھی وہ مجھ سے ناراض نہیں ہوئے۔ چنانچہ گاہے گاہے وہ ماڈل ٹاؤن تشریف بھی لاتے رہے بلکہ دارالقراءٔ کے سالانہ امتحان کے لئے بھی آپ ہی تشریف لاتے رہے حتےٰ کہ بیماری کے پہلے سال بھی باوجود حد درجہ کی نقاہت کے میری خواہش اور درخواست پر آپ امتحان کے لئے تشریف لائے اور اس وقت آپ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ خوشی کا اظہار کچھ زیادہ ہی فرمایا۔ الفاظ تو یاد نہیں رہے البتہ مفہوم یہ تھا کہ:

''اللہ کا شکر ہے کہ اس علاقہ میں بھی تجوید کا مرکز قائم ہو گیا ہے۔''

چنانچہ اس روز مجھے بھی اطمینان ہوا اور میں نے سمجھا کہ میرے ماڈل ٹاؤن چلے آنے کی وجہ سے آپ کو جو افسوس تھا وہ بحمداللہ اب جاتا رہا ہے۔

قرآن مجید سننے کا شوق

حضرت قاری صاحبؒ کو قرآن مجید سننے کا بے حد شوق تھا خصوصاً جب سے آپ کو قرأ مصر کی قاہرہ سے ریڈیو سے مسلسل تلاوتوں کا علم ہوا اس وقت سے تو اس شوق نے عشق کی کیفیت اختیار کر لی تھی چنانچہ شام کے چار بجے سے رات کے گیارہ بجے تک کے اوقات میں باستثناءِ اوقاتِ نماز کے شاید ہی کوئی تلاوت ایسی ہوتی ہو جسے سن نہ پاتے ہوں اور نہ اس وقفہ میں قاہرہ سے جن جن اوقات میں تلاوت نشر ہوتی تھی نہ صرف وہ اوقات بلکہ ریڈیو کے بکس میں ان تلاوتوں کے سننے کی جگہیں بھی آپ کو کچھ اس طرح از بر ہو گئیں تھیں جس طرح لوگوں کو اپنے گلی کوچہ اور مکان کا محل وقوع یاد ہوتا ہے۔ ادھر کسی تلاوت کا وقت ہوا، اُدھر بٹن دبایا۔ بس فوراً تلاوت کی آواز آنی شروع ہو گئی۔ اولاً تو ریڈیو کے دوسرے پروگراموں سے آپ کو کوئی دلچسپی ہی نہیں تھی لیکن اگر کبھی کبھار خبروں کی یا کسی دوسرے اور مفید پروگرام کی سماعت فرماتے بھی تو یہ گوارا نہ ہوتا کہ قاہرہ ریڈیو سے تو تلاوت ہو رہی ہو اور آپ کسی دوسرے پروگرام کے

سننے میں مشغول ہوں۔ اس لئے تلاوت کا وقت شروع ہوتے ہی اس پروگرام کو چھوڑ کر تلاوت کے اسٹیشن کا بٹن دبا دیتے اور ہمہ تن گوش ہو کر قرآن مجید سننے میں مشغول ہو جاتے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

خدمتِ دین کا جذبہ

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے جہاں حضرت قاری صاحبؒ سے جوانی کی ابتداء سے عمر کے آخری حصہ تک اپنے کلام مجید کی نہایت ٹھوس اور وقیع خدمت لی۔ وہاں آپ کے دل میں یہ خواہش بھی پیدا فرما دی کہ میرا بچہ بھی اپنی زندگی دین کی خدمت میں صرف کرے۔ چنانچہ اسی مقصد کے پیشِ نظر پہلے اس کو قرآن مجید حفظ کرایا اور پھر علوم عربیہ کی تحصیل میں مشغول کر دیا۔ لیکن جب یہ دیکھا کہ لاہور میں اس کے تعلیم مکمل ہونے میں کچھ دشواریاں پیش آ رہی ہیں تو باوجودیکہ ایک ہی صاحبزادہ تھا مگر اس پر بھی تحصیلِ علم کے لئے دوسرے شہروں میں بھیج دیا لیکن جب وہ بعض وجوہ کی بنا پر وہاں نہ ٹھہر سکا تو واپس لاہور بلا لیا اور مدرسہ تجوید القرآن میں روایتِ حفصؒ اور عربی کی ابتدائی تعلیم دلائی تاکہ اگر یہ پورا عالم دین نہ بن سکے تو قرآن کے الفاظ کی خدمت کرنے کے قابل تو ہو ہی جائے اور یہ جذبہ صرف اپنے ہی بچے تک محدود نہیں تھا بلکہ آپ اپنے بعض دوسرے ہونہار شاگردوں کے بارے میں بھی اس قسم کی خواہش رکھتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان بچوں کے والدین سے یہ وعدہ بھی لے لیا اور پھر اس لائن پر ڈال دیا اور اس سے زیادہ آپ کے بس میں اور تھا بھی کچھ نہیں۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء فی البرزخ وفی یوم الجزاء۔

بیماری اور وفات

چونکہ اختصار پیش نظر ہے اور میری معلومات کی حد تک چیدہ چیدہ حالات تقریباً بیان بھی ہو چکے ہیں اس لئے اب میں زندگی کے آخری حصہ کے متعلق کچھ عرض کرتا ہوں۔ اگرچہ زندگی کے اس شعبہ سے متعلق میری نسبت اہلِ خانہ اور مدرسہ تجوید القرآن کے مہتمم جناب حافظ قاری محمد رفیع صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ زیادہ معلومات رکھتے ہیں کیونکہ میں ان دنوں

www.foyuz.blogspot.com

ماڈل ٹاؤن میں تھا کبھی کبھار ہی حاضری کا شرف نصیب ہوتا تھا۔ آپ تقریباً ساڑھے تین برس بیمار رہے۔ غالباً ذی القعدہ ۸۶ھ میں بیمار ہوئے اور ربیع الثانی ۹۰ھ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اس اکتالیس ماہ کے طویل عرصہ میں گو ایک دو بار اس قسم کا افاقہ بھی ہوا جیسے بیماری چلی گئی ہو اور ان ایام میں آپ نے تدریس کا کچھ تھوڑا بہت کام بھی کیا لیکن چند ہی یوم کے بعد بیماری پھر عود کر آئی اور صحت عارضی ثابت ہوئی۔ طویل مدت میں اللہ ہی کو معلوم ہے کہ مریض کو کتنی اور کس کس قسم کی تکلیف رہی ہو گی لیکن دیکھنے والوں کی شہادت یہ ہوتی تھی کہ قاری صاحبؒ کی طبیعت تو اگرچہ حد درجہ کمزور ہے لیکن چہرے پر انبساط وطمانیت کے آثار نمایاں ہیں چنانچہ میں نے جب بھی جناب قاری محمد رفیع صاحب سے آپ کی صحت کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے کمزوری اور بیماری کے ساتھ اس انبساط اور چہرے کی اس رونق کا ذکر بھی ہمیشہ کیا جس کا مطلب یہی ہے کہ باوجود تکلیف کے دل حمد وشکر اور تسلیم ورضا کی کیفیت سے معمور تھا اور نہ دل اگر مطمئن نہ ہو اور وہ قلبِ سلیم کا مصداق نہ بن گیا ہو تو چہرے پر انبساط کے آثار نمایاں ہو ہی نہیں سکتے۔

چنانچہ انتقال سے کوئی تین ماہ پہلے مجھے جب آخری بار مدرسہ تجوید القرآن کے مہتمم اور سلطان فونڈری کے حافظ محمد اشرف صاحب کی معیت میں حاضری کا موقع ملا تو اس وقت بھی ایسا محسوس ہوتا تھا کہ آپ کا دل مطمئن ہے چنانچہ مجھ سے قرآن مجید سننے کی فرمائش کی۔ میں نے سورۂ کہف کی آخری تین آیات تدویر میں مختصر آواز کے ساتھ پڑھ کر سنائیں۔ سن کر خوش ہوئے اور کچھ باتیں بھی کہیں جو مدرسہ تجوید القرآن اور مدرسہ دار القرأ کی تعلیمی کیفیت، امتحانات کے نتائج اور میری صحت سے متعلق تھیں مگر چونکہ زبان میں لکنت بہت تھی۔ میں نہ سمجھ سکا۔ اس لئے حافظ محمد رفیع صاحب نے آپ کا مدعا بیان کیا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سوا تین سال بیمار رہنے کے بعد بھی قرآن کی اشاعت اور قرآنی مدرسوں کی ترقی جیسے دینی امور سے دلچسپی باقی تھی ورنہ اتنی لمبی بیماری میں تو آدمی اللہ رحم کرے اپنے بیوی بچوں بلکہ خود اپنے آپ سے بھی تنگ

آجاتا ہے۔ ایسی حالت میں مدرسوں کی تعلیمی کیفیت اور نتائج کے بارے میں استفسارات کرنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

وفات

بہرحال یہ میری آخری ملاقات تھی۔ اس کے بعد حالات تو معلوم ہوتے رہے لیکن حاضری کا اتفاق نہ ہو سکا تا آنکہ ۲۳، جون کو بعد نماز ظہر مجھے قاری سعید احمد صاحب مدرس مدرسہ تجوید القرآن نے ماڈل ٹاؤن آ کر اس سانحہ کی اطلاع دی کہ حضرت قاری صاحبؒ کا انتقال ہو گیا ہے۔ سنتے ہی تھوڑی دیر کے لئے ایک دم سکتہ طاری ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پھر دریافت کرنے پر بتایا کہ جنازہ بعد نماز مغرب ہو گا اور جیا موسٰے کے قبرستان ہی میں دفن کیے جائیں گے۔ جنازہ میں شرکت کی توفیق نصیب ہوئی۔ نماز جنازہ بموجب وصیت مدرسہ تجوید القرآن کے مہتمم جناب حافظ قاری محمد رفیع صاحب نے پڑھائی باوجودیکہ موسم سخت گرمی کا تھا اور جیا موسٰے کی آبادی بھی ایک دیہاتی قسم کی آبادی ہے اور وقت بھی رات کا تھا لیکن اس پر بھی قرآن کے اس سچے خادم کی نماز جنازہ میں شرکت کرنے کے لئے نہ صرف لاہور کے دور دراز محلوں کے بلکہ بعض دوسرے شہروں سے بھی قرآن سے محبت رکھنے والے حضرات تشریف لائے۔ تجہیز وتکفین کے بعد جب آپ کا جنازہ زیارت کے لئے مکان سے باہر رکھا گیا تو دیکھنے والوں کا تاثر عجیب تھا چنانچہ میں نے بعض لوگوں کو یہاں تک کہتے سنا کہ خدمت قبول ہو گئی اور دیکھنے والوں کی شہادت کے بموجب یوں محسوس ہو رہا تھا گویا آپ مسکرا رہے ہیں اور چہرے پر اطمینان وکامیابی کے آثار نمایاں ہوں۔ نہ معلوم اس وقت کتنوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا ہوا ہو گا کہ کاش یہ جنازہ میرا ہوتا۔ الغرض قرآن کا یہ سچا خادم اس دنیا سے کامیاب وکامران گیا اور فضل کریم پر کریم کا فضل ہو گیا۔ **وآخر دعوٰنا ان الحمد للّٰہ ربّ العلیمن**

وصلی اللّٰہ تعالٰی علی خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ واصحابہٖ

اجمعین. اٰمین ثم اٰمین برحمتک یا ارحم الراحمین.

www.foyuz.blogspot.com

قاری صاحب رحمہ اللہ کے چند ممتاز تلامذہ

☆ حافظ قاری مقبول الٰہی صاحب حال مقیم امریکہ۔

☆ ڈاکٹر حافظ قاری زید مقبول ایم بی بی ایس۔ (کے ای میڈیکل کالج لاہور) امریکہ

☆ سلیم تابانی ریڈیو پاکستان لاہور۔

☆ شجاع الدین ٹیسٹ کرکٹر لاہور۔

☆ حضرت مولانا قاضی عبدالحی چن پیر صاحب ہاشمی، سابق خطیب مرکزی جامع مسجد حویلیاں ضلع ایبٹ آباد۔

☆ حافظ قاری آفتاب احمد چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ (گلاسکو یونیورسٹی) یو ایس ایڈ گلبرگ لاہور۔

☆ ڈاکٹر حافظ قاری محمد شفیق، ایم بی بی ایس (سعودی عرب)

☆ ڈاکٹر حافظ قاری محمد یونس، ایم بی بی ایس (امریکہ)

☆ ڈاکٹر حافظ قاری غلام مرتضٰے صاحب، ایم ایس سی (پنجاب)، پی ایچ ڈی (لنڈن) اسلام آباد

☆ حافظ قاری محمد حفیظ صاحب، حافظ جی لوہے والے، بیڈن روڈ لاہور۔

☆ حافظ قاری محمد مشتاق صاحب، اعظم کلاتھ مارکیٹ لاہور۔

☆ حافظ قاری حامد حسن (انہوں نے روایتِ حفص بھی حضرت قاری صاحب ہی سے پڑھی ہے)، لاہور۔

☆ حافظ قاری نذیر عطار، لاہور۔

☆ مولانا حافظ احسان الٰہی ظہیر، ایم اے، ایم او ایل، فاضل مدینہ یونیورسٹی، لاہور۔

☆ قاری شمس الدین صاحب ہزاروی۔

☆ حافظ قاری عبدالمجید صاحب ایبٹ آبادی حال مدرس مسجد نبوی (سعودی عرب)۔

☆ حافظ قاری خلیل الرحمٰن صاحب مظفر آبادی حال مدینہ منورہ (سعودی عرب)

☆ حافظ قاری مسافر جان صاحب مدرس مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور۔

☆ حافظ قاری غلام محمد، اٹکؒ

☆ حافظ قاری محمد سعید صاحب مدرس مدرسہ تجوید القرآن جیا موسیٰ شاہدرہ ضلع شیخوپورہ۔

☆ بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن، ایم اے (عربی، اسلامیات، اُردو، فارسی)، ایم او ایل، پی ایچ ڈی۔

☆ حافظ قاری عبدالحمید خان صاحب خطیب مسجد لنڈا بازار، حویلیاں، ایبٹ آباد۔

☆ حافظ قاری عبدالمجید بن حاجی محمد سعید صاحب انارکلی لاہور۔

☆ حافظ قاری اشفاق الٰہی صاحب سابق استاذ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار، لاہور۔

☆ حافظ قاری محمد اکبر شاہ مظفر آبادی خطیب جامع راولپنڈی۔

☆ حافظ قاری قاضی بشیر احمد صاحب مدرس (سعودی عرب)

☆ حافظ قاری حاجی محمد نذیر صاحبؒ سابق مدرس مکی مسجد لاہور۔

☆ حافظ قاری قاری محمد اشرف صاحب سلطان فونڈری بادامی باغ لاہور۔

☆ حافظ قاری محمد افضل صاحب چوک دالگراں لاہور۔

☆ حافظ قاری محمد تنویر صاحب (داماد حضرت قاری صاحبؒ) جیا موسیٰ شاہدرہ۔

☆ حافظ قاری محمد عمر صاحب ہزارویؒ سابق صدر مدرس دار القراء ماڈل ٹاؤن، لاہور۔

☆ حافظ قاری عبیداللہ صاحب سواتی۔

☆ حافظ قاری شمشاد صاحب رائس ڈیلر مرید کے منڈی۔

☆ حافظ قاری محمد اسلم بھٹی بٹن والے، لاہور۔

www.foyuz.blogspot.com

☆ حافظ قاری محمد یوسف صاحب جیا موسےٰ شاہدرہ۔

☆ حافظ قاری شیخ افضال صاحب مرحوم۔

☆ مولانا حافظ قاری محمد اقبال صاحبؒ گڑھی شاہو، لاہور۔

☆ قاری عبدالرشید صاحب مسلم مسجد، لاہور۔

☆ مولانا قاری محمد عبدالغنی صاحبؒ میرٹھی ثم لاہوری مرحوم۔

☆ حکیم مولوی حافظ عبدالرشید انور بن حکیم عبدالسلام ہری پور ہزارہ۔

☆ مولانا قاری رضی الرحمٰن عثمانی فاضلِ دیوبند ایم اے وحدت کالونی لاہور۔

☆ حافظ رمضان الحسن، لاہور۔

☆ حافظ جاوید امجد، لاہور۔

☆ حافظ مرغوب ہمدانی مشہور نعت خواں۔

☆ حافظ احمد شاکر بن مولانا عطاء اللہ حنیف مکتبہ سلفیہ شیش محل روڈ، لاہور۔

حضرت قاری محمد شریف صاحب رحمہ اللہ

۱۹۲۳ء - ۱۹۷۸ء

قاری صاحب کے آباءواجداد ''چونڈہ'' کے رہنے والے تھے، وہاں سے نقل مکانی کر کے امرتسر میں جا آباد ہوئے، تجارت پیشہ تھے۔ آپ کے والد کا نام شیخ مولا بخش ہے۔

آپ کی ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ آپ اپنے والد کے منجھلے فرزند ہیں۔ بچپن میں چیچک کا شکار ہوئے اور بینائی سے محروم ہو گئے، ایک آنکھ میں البتہ معمولی روشنی تھی جو آخر تک رہی۔ اس سے آپ گھڑی کا وقت دیکھ لیتے دستخط کر لیتے اور راستہ میں تنہا بھی چل سکتے تھے۔

قاری حافظ خدا بخش کانٹھوی مراد آبادی سے امرتسر میں شیخ بڈھے کی مسجد میں حفظ کی تکمیل کی۔ انہی سے مکمل قرآن مجید کا ترجمہ بھی یاد کیا۔

تین سال تک نابینا اسکول میں دستکاری اور صنعت سیکھتے رہے۔

صرف ونحو اور درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں مولانا مفتی عبدالرحمٰن ہزاروی سے پڑھیں چار سال تک ان سے پڑھتے رہے۔

اس کے بعد تجوید سیکھنی شروع کی۔ پہلے قاری فضل کریم صاحب سے روایتِ حفصؒ کی کتابیں پڑھیں۔ قاری صاحب خود تحریر فرماتے ہیں:

www.foyuz.blogspot.com

''استاذِ محترم حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کا اسمِ گرامی تو شاید پہلے ہی سن رکھا ہو کیونکہ میں نے امرتسر کے جس مدرسہ اور جن اساتذہ کی خدمت میں حفظ قرآن کیا تھا، حضرت قاری صاحب بھی اسی مدرسہ اور انہی اساتذہ کے فیض یافتہ تھے مگر جہاں تک یاد پڑتا ہے کہ باقاعدہ تعارف اور ملاقات کا سب سے پہلا شرف اس وقت حاصل ہوا جب میرے دل میں ۱۹۴۲ء میں باقاعدہ طور پر تحصیلِ تجوید کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ اس مقصد کے لئے حضرت قاری صاحبؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا اشتیاق ظاہر کیا۔ حضرت قاری صاحب نے نہایت فراخدلی اور شفقت کے ساتھ مجھے اپنے سلسلہ میں داخل کرلیا۔ چند رکوع مشق کئے اور جناب قاری مقبول الٰہی صاحب کی معیت میں غالبًا دو مرتبہ مقدمہ الجزری اور ایک بار علامہ سلیمان جمزوری کا رسالہ 'تحفۃ الاطفال' بھی پڑھا البتہ حدر میں سنانے کا اتفاق نہیں ہوا تا آنکہ اپریل ۱۹۴۲ء میں میری لاہور کی مشغولیتیں ختم ہوگئیں اور میں امرتسر چلا گیا۔''

۱۹۴۵ء میں آپ نے مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے اولاً ایک روایت سے پھر قرأت عشرہ کی تکمیل قاری عبدالمعبود صاحب سے کی۔ مولانا قاری محمد اسماعیل صاحب کا کہنا ہے کہ قاری محمد شریف صاحب نے سبعہ عشرہ کی تکمیل بطریق درّہ مجھ سے کی ہے۔

قاری بسم اللہ لکھتے ہیں:

www.foyuz.blogspot.com

''وطن: امرتسر: والد کا نام شیخ مولا بخش: ولادت ۱۳۴۱ھ میں ہوئی۔ حافظ قاری خدا بخش کی نگرانی میں حفظ کی تکمیل کی۔ تین سال تک نابینا سکول میں دستکاری اور صنعت سیکھتے رہے۔ اس کے بعد تجوید سیکھنی شروع کی۔ پہلے قاری فضل کریم سے براویت سیدنا حفص قرآن مجید ختم کیا پھر مدرسہ فرقانیہ (لکھنؤ) جا کر قاری عبدالمعبود سے اولاً ایک روایت سے اور پھر سبعہ قرأت کی تکمیل کی، پھر قاری محمد عبداللہ مرادآبادی کے پاس جا کر امتحان دیا۔ کامیابی کے بعد شیخ القرأ حافظ ضیاء الدین احمد سے استفادہ کرتے رہے۔ پہلے چند روز آپ نے کراچی میں قیام کیا۔ اب لاہور میں بڑی مستعدی سے کام کررہے ہیں۔ ۱۳۵۵ھ سے اب تک درس کا سلسلہ جاری ہے۔'' [1]

آپ نے حضرت قاری عبدالمالک صاحبؒ سے بھی سبعہ عشرہ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ حضرت قاری فضل کریم صاحب کی سعی سے ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ / ۲۹ اکتوبر ۱۹۴۵ء کو بحیثیت استاذ تجوید مسجد چینیا نوالی میں آپ کا تقرر ہوا۔ فروری ۱۹۴۶ء میں گڑھی شاہو منتقل ہوئے اور وہاں پڑھاتے رہے۔

اپریل ۱۹۴۷ء میں گڑھی شاہو سے آسٹریلین مسجد میں تدریس کرنے لگے، یہاں سے چینیا نوالی مسجد جا کر کچھ عرصہ مشق بھی کراتے رہے۔

سیٹھی محمد یوسف کے ارشاد پر ایک عظیم الشان مدرسہ کے قیام لے لئے اگست ۱۹۵۱ء میں کراچی چلے گئے۔ وہاں کوئی مناسب جگہ نہ مل سکی، اسی دوران قاری فضل کریم صاحب نے قاری مقبول الٰہی کے ذریعہ آپ کو کراچی سے لاہور بلالیا۔ آپ ۱۸ جنوری ۱۹۵۲ء کو کراچی سے

---

[1] تذکرہ قاریان ہند : جلد۱ : صفحہ ۸۵۔

روانہ ہوئے اور ۲۰ جنوری کو مسجد نور کوچہ کندیگراں میں قاری صاحب سے ملاقات کی تو حضرت قاری صاحبؒ بہت خوش ہوئے۔

۲۳ جنوری ۱۹۵۲ء کو مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے شعبۂ تجوید کا حضرت قاری کریم بخش صاحب شاہجہان پوری امرتسری لاہور کی صدارت میں باقاعدہ افتتاح ہوا اور آپ صدر مدرس مقرر کئے گئے، آپ نے ۶ مارچ ۱۹۶۲ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔

شعبان ۱۳۸۱ھ میں آپ نے دارالقرائی بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور کی بنیاد رکھی اور زندگی کی آخری گھڑیوں تک پڑھاتے رہے، اور تلامذہ کی کثیر تعداد تیار کی جو آج ملک اور بیرون ملک تدریسی خدمات انجام دینے میں مصروف ہے۔

آپ کا ۱۰ اکتوبر ۱۹۷۸ء کو وصال ہوا، اور میانی شریف کے قبرستان میں دفن کئے گئے قبر بالکل برلب سڑک ہے اور بالکل کچی ہے۔

اولاد میں آپ کے تین فرزند قاری محمد اشرف، حافظ خالد محمود، حافظ --- اور دو بچیاں ہیں۔

آپ مرشدی مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ کے ہاتھ پر بیعت ہوئے اور پھر انہی کے ہو رہے۔

آپ کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں، ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

۱۔ مولوی ثناء اللہ مدرس حدیث عبدالحکیم ملتان۔
۲۔ مولوی محمد یوسف مدرسہ تعلیم الاسلام میاں علی شیخو پورہ۔
۳۔ قاری فضل الٰہی، افریقہ۔
۴۔ قاری عبدالرب، ملتان۔
۵۔ قاری عبدالسبحان، ڈیرہ اسماعیل خان۔
۶۔ قاری عبدالکریم، شجاع آباد، ملتان۔

www.foyuz.blogspot.com

۷۔ قاری محمد عمران ہزاروی، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔
۸۔ قاری امیر صاحب، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔
۹۔ قاری غلام رسول، ماڈل ٹاؤن، لاہور۔
۱۰۔ قاری شمس الدین، ریاض۔
۱۱۔ قاری مولوی غلام شافی، ریاض۔
۱۲۔ قاری محمد فیاض ہزاروی، حال پشاور۔
۱۳۔ قاری فضل ربی ہزاروی، مانسہرہ۔
۱۴۔ قاری تقی الاسلام، ریاض، حال لاہور۔
۱۵۔ مولوی قاری محمد اکبر شاہ کشمیری سابق مدرس الحرم مکی، سعودی عرب، حال خطیب راولپنڈی۔
۱۶۔ قاری شجاع الملک کشمیری، مدرسہ تعلیم القرآن باغ ضلع پونچھ۔
۱۷۔ مولوی قاری غلام یٰسین، مدرسہ تجوید القرآن خانوخیل ڈیرہ اسماعیل خان مرحوم۔
۱۸۔ قاری محمد شریف، لاہور۔
۱۹۔ قاری حاجی محمد مظفر گڑھی۔
۲۰۔ قاری محمد مشتاق اعظم کلاتھ مارکیٹ لاہور۔
۲۱۔ قاری حافظ افضال الحق بن حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ جیا موسیٰ شاہدرہ
۲۲۔ قاری محمد امیر نابینا مرحوم سابق استاذ، مانسہرہ۔
۲۳۔ قاری نور الحق، مدرسہ تجوید القرآن، ٹیلیفون فیکٹری، ہری پور۔
۲۴۔ قاری عبدالرشید (نومسلم) لاہور۔
۲۵۔ قاری عبدالرشید سابق مدرس مسلم مسجد لاہور۔
۲۶۔ قاری سراج احمد مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔

۲۷۔ قاری اقبال جاوید، مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ۔

۲۸۔ قاری محمد ارشد لاہوری حال ابہا سعودی عرب۔

۲۹۔ حافظ قاری محمد رفیع صاحب مہتمم مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور۔

۳۰۔ قاری محمد سلیمان حال ملکی مسجد ایچ ایم سی ٹیکسلا۔

۳۱۔ قاری محمد اقبال ہری پور ہزارہ۔

۳۲۔ قاری عبدالمجید سائیں، مانسہرہ ہزارہ، حال سعودی عرب۔

۳۳۔ قاری محمد سرور ساکن تاجک، حال انگلینڈ۔

۳۴۔ قاری فضل باری سوات

۳۵۔ قاری محمد شریف سرگودھا۔

۳۶۔ قاری محمد یعقوب جامعہ اسلامیہ، صدر بازار پنڈی۔

۳۷۔ قاری محمد الیاس سیالکوٹ۔

۳۸۔ قاری محمد یوسف اچھرہ لاہور۔

۳۹۔ قاری محمد سعید سابق استاذ تجوید القرآن موتی بازار لاہور حال جیا موسیٰ شاہدرہ۔

۴۰۔ قاری غلام محمد کیمبلپوری مرحوم

۴۱۔ قاری مسافر جان استاذ مدرسہ تجوید القرآن، لاہور۔

۴۲۔ قاری حضرت گل مرحوم، سابق مدیر ترجمانِ حق، بنوں۔

۴۳۔ قاری محمد صدیق مرحوم، فیصل آباد۔

۴۴۔ قاری عبدالقوی، مدینہ منورہ۔

۴۵۔ قاری عبدالمجید ایبٹ آبادی حال سعودی عرب۔

۴۶۔ قاری قاضی محمد بشیر بریدہ، سعودی عرب۔

۴۷۔ قاری محمد سلیم کراچوی سعودی عرب مرحوم (م ۱۹۸۶ء)

۴۸۔ قاری اشفاق الٰہی سابق مدرس تجوید القرآن لاہور۔

۴۹۔ حاجی محمد نذیر مرحوم استاذ ملکی مسجد انارکلی لاہور۔

۵۰۔ قاری محمد حیات ڈیروی۔

۵۱۔ قاری مولوی محمد یونس مانسہروی۔

۵۲۔ قاری عبدالرحمٰن، حافظ شو کمپنی، چھتہ بازار لاہور۔

۵۳۔ قاری محمد اقبال ایبٹ آبادی۔

۵۴۔ قاری محمد زبیر ایبٹ آبادی حال بیشہ سعودی عرب۔

۵۵۔ قاری حافظ حبیب الرحمٰن ٹیچر ماڈل سکول ماڈل ٹاؤن لاہور۔

۵۶۔ بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر قاری فیوض الرحمٰن ایم اے، پی ایچ ڈی۔

۵۷۔ احسان الحق صاحب مرحوم سیشن جج لاہور۔

آپ کی تصانیف

آپ کی ایک درجن کے قریب نہایت عمدہ تصانیف ہیں اور بڑے ذوق وشوق کے ساتھ پڑھی پڑھائی جارہی ہیں اور اکثر تجوید کے مدارس میں نصاب میں داخل ہیں۔

حضرت قاری محمد شریف صاحب کی کتاب ''معلم التجوید'' پر آپ کے استاذ قاری عبدالمالک صاحب کی تقریظ ان الفاظ میں شائع ہوئی ہے:

''امام المجودین شیخ القرآ استاذی المکرّم حضرت مولانا الحافظ القاری المقری عبدالمالک صاحبؒ۔ بانی مدرسہ دارالترتیل لاہور وسابق شیخ القرآ مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ۔

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم، امابعد! رسالہ معلّم التجوید للمتعلم المستفید مؤلفہ مجی قاری محمد شریف صاحب صدر شعبہ تجوید القرآن لاہور کو میں نے اکثر جگہ سے دیکھا اور میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ موجودہ جتنے اردو میں تجوید کے رسائل ہیں یوں تو سب ہی بہتر اور نافع ہیں لیکن اس رسالہ میں مؤلف نے تجوید کے جملہ مسائل کو نہایت کاوش کے ساتھ عمدہ اور سلیس عبارت میں

www.foyuz.blogspot.com

سمجھانے اور ذہن نشین کرانے کی کوشش کی ہے جس سے معمولی استعداد کا طالب علم بھی آسانی سے سمجھ سکتا ہے، نیز تجوید کے تمام مسائل سلف اور خلف کی معتبر کتابوں سے لئے گئے ہیں، پھر ہر مسئلہ کو سوال اور جواب کی صورت میں پیش کیا گیا ہے جس سے مسائل کو یاد کر لینے میں بڑی آسانی ہو جاتی ہے۔ اس رسالہ کو سمجھ کر پڑھ لینے کے بعد پھر بقیہ دیگر رسالوں کے پڑھنے کی چنداں ضرورت نہیں رہتی، اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عطا فرمائے اور فن تجوید وقراۃ کی مزید خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

عبدالمالک صدر مدرس دارالتّرتیل لاہور ۲۹ شوال ۱۳۷۸ھ۔'' [1]

۱۔ تجویدُ الصبیان المعروف بہ زینۃ القرآن کتابی سائز، ۱۱۶صفحات، اس کے کئی ایڈیشن چھپ کر مقبول ہوئے۔

۲۔ معلم التجوید، ۲۴۵صفحات۔

۳۔ **التقدمة الشريفية فى شرح المقدمة الجزرية.**، ۳۶۰صفحات

۴۔ ایضاح البیان حاشیہ جمال القرآن بڑا سائز ۹۶صفحات۔

۵۔ سبیل الرشاد فی تحقیق تلفظ الضاد۔

۶۔ فوائد مکیہ مع حاشیہ توضیحات مرضیہ۔

۷۔ المقدمۃ الجزریہ (ترجمہ) صفحات ۸۸۔

۸۔ مکمل قرآنی قاعدہ، ۶۴صفحات۔

۹۔ اشرفی قرآنی قاعدہ، کمسن بچوں کے لئے۔

۱۰۔ **هجاء القران** مع طریقۃ الصبیان۔

---

[1] قاری محمد شریف : معلم التجوید : لاہور : محرم ۱۳۷۸ھ/اپریل ۱۹۶۷ء، صفحہ ۲۰۱۔

www.foyuz.blogspot.com

۱۱۔ **الكلام المفيد فى اجراء التجويد۔** [1]

---

[1] فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر : تذکرۃ القراء : ملتان : طیب اکیڈمی : جلد ۲ : صفحہ ۴۳-۵۱۔

: فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر : اساتذتی: کراچی : ۲۰۰۴ء : صدف پبلشرز : صفحہ ۹۸۔

: فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر : امام القراء قاری عبدالمالک : لاہور : پاکستان بک سینٹر۔

: قاری محمد تقی الاسلام : حضرت قاری محمد شریف : لاہور۔

قاری سلیم احمد کراچوی رحمہ اللہ

۱۹۴۱ء - ۱۹۸۶ء

قاری سلیم احمد عبد الرحمٰن صاحب کے فرزند ہیں، جون ۱۹۴۱ء امرتسر میں پیدا ہوئے، پھر کراچی میں سکونت اختیار کر لی۔

ٹھٹھہ کے مدرسہ میں پڑھتے تھے کہ قاری فضل کریم امتحان لینے گئے، اس وقت دو پارے حفظ کئے تھے۔ وہاں سے انہیں مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور لے آئے، باقی خود حفظ کرایا۔ روایتِ حفصؒ کی سند اسی مدرسہ سے قاری محمد شریف صاحب سے حاصل کی۔

فراغت کے بعد کیماڑی اور مسجد مدثر کراچی میں تدریس کی، اور ساتھ کسی مسجد میں خطابت کرتے تھے۔

۱۹۶۷ء کے قریب سعودیہ پہنچے اور القصیم میں پڑھانا شروع کر دیا۔

۱۹۸۵ء میں کپڑے کی تجارت شروع کر دی۔

۱۳ نومبر ۱۹۶۴ء کو شادی ہوئی۔

۴ بچے اور اتنی ہی بچیاں ہیں، ان کے نام عبد اللہ، فیصل اور بچیوں کے نام فوزیہ، اسماء، فائزہ، اور احمد ہیں۔

حرکت قلب بند ہونے سے القصیم سعودی عرب ہی میں ۱۶ اکتوبر ۱۹۸۶ء کو بروز پیر وصال ہوا۔ [۱]

۱۹۸۶ء میں سنہری مسجد لاہور میں شبینہ میں جب راقم الحروف نے آپ کی تلاوت سنی تو دل کی دنیا ہی بدل گئی اور اسی سے متاثر ہو کر حفظ و قرأت کی تکمیل کی۔

قاری محمد عمر ہزاروی رحمہ اللہ

۱۹۴۵ء - ۲۰۰۳ء

آپ ۱۹۴۵ء کو ٹانڈہ مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ چار پارے قاری محمد الیاس صاحب سے حفظ کرنے کے بعد ۱۹۵۷ء میں مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں داخلہ لیا اور باقی پارے استاذ القراءؒ قاری فضل کریم صاحب سے حفظ کیئے۔

۶۱-۱۹۶۰ء میں روایتِ حفصؒ کی تکمیل حضرت قاری محمد شریف صاحب سے کی اور قرأتِ سبعہ کی ۱۹۶۶ء میں۔

اس کے بعد سے اب تک تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ دار القراءؒ بی، بلاک ماڈل ٹاؤن لاہور میں شعبۂ تجوید کے صدر ہیں۔ آپ سے سینکڑوں طلبہ تجوید کی سند حاصل کر چکے ہیں۔

اولاد میں حافظ محمد ذاکر اور محمد شاکر ہیں۔

راقم الحروف کے ہمدرس ساتھیوں اور مخلص دوستوں میں سے تھے۔

آپ کا ۲۰۰۳ء میں لاہور ہی میں وصال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

---

[۱] فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر : تذکرۃ القراء : پنڈی : جلد ۱۔

www.foyuz.blogspot.com

قاری نورالحق ہزاروی رحمہ اللہ

۱۹۳۷ - ۲۰۱۳ء

آپ مولانا فضل حق کے فرزند ہیں۔ ۱۹۳۷ء کو بلہنگ پائیں، مانسہرہ ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی دینی تعلیم اپنے والد صاحب سے حاصل کی اور حفظ اپنے ماموں قاری غلام رسول سے مکمل کیا۔ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں داخلہ لیا اور حضرت قاری فضل کریم صاحب اور قاری محمد شریف صاحب سے پڑھتے رہے۔ روایتِ حفصؒ کی سند ۱۳۷۵ھ میں حضرت قاری محمد شریف صاحب سے حاصل کی۔

فراغت کے بعد پہلے مدرسہ تعلیم القرآن مکھڈ شریف اٹک، پھر معارف القرآن مانسہرہ اور مدرسہ تعلیم القرآن ڈب مانسہرہ میں تدریس کی، ۱۹۶۴ء میں سیٹھی محمد یوسف صاحب کے ارشاد پر مدرسہ تعلیم القرآن سراجیہ ٹی اینڈ ٹی کالونی ہری پور میں کام شروع کیا اور بڑی محنت اور محبت کے ساتھ کام کر رہے ہیں۔ آپ سے پڑھ کر فارغ ہونے والوں کی تعداد دو ہزار کے قریب ہے۔ آپ کئی سالوں سے قاری کلاس کے انچارج ہیں اور روایتِ حفصؒ کی تکمیل کرا کر فارغ کرتے ہیں۔ آپ سے فارغ ہو کر نکلنے والے قاری حضرات ملک کے کونے کونے میں قرآن پاک کی تعلیم کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ راقم الحروف کے دوست اور استاذ بھائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید اخلاص اور ہمت عطاء فرمائیں۔ آمین! [۱]

وصال: ۲ اور ۳ ستمبر کی رات بروز پیر وصال ہوا اور ۳ ستمبر ۲۰۱۳ء کو دن ۱۱ بجے ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی جس میں قراء، علماء، ان کے تلامذہ اور عام مسلمانوں کی ایک بڑی تعداد شریک ہوئی۔ رحمہ اللہ۔

۱؎ فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر : تذکرۃ القراء : پنڈی : جلد ۱۔

www.foyuz.blogspot.com

مولوی قاری عبدالمجید ایبٹ آبادی

۱۹۳۹ء -

آپ ۱۶ جون ۱۹۳۹ء کو کنٹرائن، تحصیل کلّو، ضلع کانگڑہ مشرقی پنجاب میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مولوی سردار خان (مرحوم) ان دنوں ملازمت کے سلسلہ میں وہاں تھے۔ ۱۹۶۴ء میں کنٹرائن میں پہلی جماعت پاس کی، پھر مردان (صوبہ سرحد) میں دوسری جماعت پاس کر کے ایبٹ آباد چلے آئے۔ یہاں کنج گورنمنٹ پرائمری سکول سے پرائمری پاس کی اور نمبر ۲ گورنمنٹ ہائی اسکول سے ۱۹۵۶ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا۔

حفظِ قرآن

سکول کے ساتھ سورۃ نساء تک آپ نے مختلف اساتذہ قاری محمد یوسف، قاری غلام محمد اور قاری تقی الاسلام صاحبان سے حفظ کیا مگر پختہ نہ تھا۔

۱۹۵۷ء میں مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار لاہور میں داخلہ لیا اور اوّل سے آخر تک حضرت حافظ قاری فضل کریم صاحب صدر مدرس سے سوا سال میں حفظ کیا، مولانا قاری سید حسن شاہ بخاری ہزاروی سے ساتھ ہی مشق کرتے رہے۔

روایتِ حفصؒ

روایتِ حفصؒ کی تکمیل حضرت قاری محمد شریف صاحب استاذ شعبۂ تجوید مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار سے کر کے سند حاصل کی۔

تدریس

۱۴، اپریل ۱۹۶۰ء میں مدرسہ انوار الاسلام کہیال ایبٹ آباد میں تدریس کا آغاز کیا

اور ساڑھے پانچ سال تک نہایت محنت سے کام کیا، اس عرصہ میں ۳۵ طلبہ نے آپ سے مکمل قرآن مجید حفظ کیا جن میں ایک طالبہ بھی تھی۔

حضرت سیٹھی محمد یوسف (راہوالی) نے صوبہ کے طلبہ کے درمیان تجوید کا مقابلہ کرایا جس میں اول اور دوم پوزیشن آپ کے طلبہ نے حاصل کی اور جتنا ان دونوں کو انعام ملا اتنا ہی سیٹھی صاحب کی طرف سے آپ کو انعام دیا گیا۔ ایک سال جامع مسجد ایبٹ آباد اور ایک سال معہد القرآن مانسہرہ میں بھی تدریس کی۔

سعودی عرب میں

۱۴، شوال ۱۳۸۷ھ کو مکہ مکرمہ میں تدریس شروع کی اور یکم محرم ۸۸ھ تک پڑھاتے رہے۔ پھر بیشہ (سعودی عرب) میں تدریس کرتے رہے ہیں۔ وہاں بیس طلبہ نے آپ سے مکمل حفظ کیا ہے۔

آپ نے سبعہ قرأت کی تحصیل بھی کی ہے اور اب مسجد نبوی میں پڑھا رہے ہیں۔

اولاد

جون ۱۹۶۲ء میں آپ کی شادی ہوئی۔ ۵ بچیاں اور تین فرزند۔ حسین احمد، عبدالصمد اور عبدالرحمٰن ہیں۔

تصانیف میں ایک شفاء القلوب مطبوعہ ہے جو ایک عمدہ تصنیف ہے۔

مولوی قاری محمد اکبر شاہ مظفر آبادی رحمہ اللہ

۱۹۳۹ - ۲۰۰۸ء

آپ ۱۹۳۹ء کے قریب بمقام جلّو ڈاک خانہ گڑھی دوپٹہ تحصیل وضلع مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام شاہ پیر شاہ ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے چچا محمود علی شاہ صاحب سے حاصل کی۔ پھر چوہڑ ہڑپا پنڈی کے مولوی قاضی عبدالخالق، بالاکوٹ ہزارہ کے مولوی حاجی عبداللطیف فاضل دیوبند حال خطیب شاہی مسجد سرائے عالمگیر، مولوی غلام ربانی اور دیگر کئی اساتذہ سے پڑھتے رہے۔

۲۶ دسمبر ۱۹۵۶ء کو مدرسہ تجوید القرآن، کوچہ کندیگراں موتی بازار لاہور پہنچے، یہاں حضرت قاری فضل کریم صاحب صدر مدرس کو سپارہ سناتے رہے، روایتِ حفصؒ کی تکمیل حضرت قاری محمد شریف صاحب سے ۲۸ شوال ۱۳۷۷ھ میں کی۔ ممتحن حضرت قاری کریم بخش صاحب تھے۔

قرأت ثلثہ متمم للعشرہ کی سند ۱۳۸۰ھ میں مولوی قاری غلام النبی بن شیخ الحاج نور محمد ایرانی سے کی اور سند حاصل کی۔

جامعہ مدینہ میں کچھ عرصہ پڑھتے رہے۔ آپ کے اساتذہ میں مولانا سید میرک شاہ اندرابی، مولانا سید حامد میاں اور مولانا شریف اللہ صاحب بطور خاص قابلِ ذکر ہیں۔

۱۹۶۲ء میں دورۂ حدیث شریف جامعہ اشرفیہ لاہور میں حضرت مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ، مولانا حافظ محمد ادریس کاندھلوی اور مولانا عبیداللہ صاحب سے پڑھا، امتحان سے کچھ پہلے اچانک آپ کا حادثہ ہوگیا۔ جس کی وجہ سے امتحان نہ دے سکے۔

مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار کے شعبۂ حفظ میں دو سال تدریس کی۔

رمضان ۱۳۸۴ھ سے صبح کے وقت حرم مکہ مکرمہ میں اور شام کو مسجد محمد بن عوض لادن

www.foyuz.blogspot.com

میں حفظ و تجوید پڑھاتے رہے۔ اب عصر کے بعد معہد دار الارقم للحرم الشریف میں ۸ سال سے پڑھاتے رہے ہیں اور صبح کو معہد الحرام مکہ میں پڑھاتے رہے ہیں۔

یہاں سترہ طلبہ نے آپ سے مکمل حفظ کیا اور پچاس کے قریب نے روایتِ حفص کی تکمیل کی ہے۔ ائمہ حرمین شریفین نے آپ سے استفادہ کیا ہے۔

اولاد

اولاد میں صالح اور محمود محمد دو فرزند اور تین بچیاں ہیں۔

راقم الحروف کے ساتھیوں اور اچھے دوستوں میں سے تھے۔ بڑے خلیق اور ملنسار تھے۔

مکہ مکرمہ میں آپ کی وسیع لائبریری قابل دید تھی۔ محلّہ اجیاد میں رہتے تھے۔ ان دنوں راولپنڈی پاکستان میں آگئے ہیں اور روایتِ حفصؒ کی تدریس اور مسجد کی خطابت کا سلسلہ جاری ہے۔ آپ کے تلامذہ سینکڑوں کی تعداد میں ہیں اور اب آگے کارِ تدریس کو بڑھا رہے ہیں۔

راقم الحروف کے قیام پنڈی کے دوران میں دو تین مرتبہ رہائش گاہ پر ملنے کے لئے بھی تشریف لائے تھے۔

وصال: بوقت فجر بروز جمعرات ۲۴ جولائی ۲۰۰۸ء کو اسلام آباد میں وصال ہوا۔ رحمہ اللہ۔

سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

قاری حبیب اللہ قصوری

۱۹۴۰ء -

آپ قصور ضلع لاہور میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک حفظ کرنے کے بعد مدرسہ تجوید القرآن، موتی بازار، لاہور میں داخلہ لیا اور حضرت قاری محمد شریف صاحب سے روایتِ حفصؒ کی سند حاصل کی۔ اسی دوران حضرت قاری فضل کریم صاحب سے بھی استفادہ کرتے رہے۔ قرأت سبعہ میں بھی قاری محمد شریف صاحب سے استفادہ کیا۔

ماشاءاللہ قرآن پاک اچھا یاد ہے اور اچھا پڑھتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء کے قریب فراغت ہوئی اور اس کے بعد اب تک قصور میں تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ آپ کے تلامذہ کی تعداد سینکڑوں میں ہے جنہوں نے آپ سے حفظ کیا یا تجوید کی سند حاصل کی۔

آپ کو اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت بھی نصیب فرمائی۔ آپ بڑے ہنس مکھ، ملنسار اور خلیق ہیں۔

زندگی خدمت قرآن کے لئے وقف کر رکھی ہے۔

www.foyuz.blogspot.com

قاری حافظ خلیل الرحمٰن مظفر آبادی ثم المدنی

۱۹۴۰ء -

آپ کڑیال [1] ضلع مظفر آباد میں پیدا ہوئے۔ سال ولادت ۱۹۴۰ء ہے۔

پرائمری اپنے گاؤں کے سکول سے پاس کی، پھر اپنے بڑے بھائی مولانا محمد سلیمان صاحب کے ہمراہ ۱۹۵۳ء میں ماڈل ٹاؤن لاہور میں آ گئے اور وہاں جامع مسجد بی بلاک میں قاری انوار الحق صاحب سے ڈھائی پارے حفظ کئے، پھر ۱۹۵۳ء میں مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار لاہور میں داخلہ لیا اور اس مدرسہ کے صدر مدرس استاذ القراٗ حضرت قاری فضل کریم صاحب سے حفظ کرنا شروع کیا اور ۱۹۵۵ء کے آخر میں مکمل کیا۔ پھر اسی مدرسہ میں تجوید کی کلاس میں داخلہ لیا اور حضرت قاری حافظ فضل کریم صاحبؒ سے کتابیں اور قاری محمد شریف صاحب اور قاری عبد الماجد محمد ذاکر صاحب سے مشق کرتے رہے اور روایتِ حفصؒ کی تکمیل کی۔ آپ بڑے مشّاق قاریوں میں سے ہیں اور بڑے بڑے ماہر فن اساتذہ سے داد لے چکے ہیں۔ مکھڈ اور کامرہ ضلع اٹک میں کچھ عرصہ پڑھا بھی ور پڑھایا بھی، حضرت قاری عبد الوہاب مکی سے یہیں تلمذ حاصل کیا اور پھر جب وہ لاہور مدرسہ کریمیہ چوک انارکلی میں صدر شعبۂ تجوید کے منصب پر فائز ہوئے تو یہاں بھی ان سے پڑھتے رہے اور روایتِ حفصؒ کی سند حاصل کی۔

۶۱-۱۹۶۰ء میں مظفر آباد ریڈیو سٹیشن کے قاری مقرر ہوئے اور ۱۹۶۲ء کے آخر تک پڑھتے رہے، ساتھ ہی ۲ سال مظفر آباد میں پڑھاتے بھی رہے۔

۱۹۶۳ء میں جناب سیٹھی محمد یوسف صاحب کے ارشاد پر سعودی عرب چلے گئے اور ۱۹۶۹ء تک حرمِ مکہ اور دار الارقم میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ کی محنت وجد وجہد سے تحفیظ قرآن کا کام آگے بڑھا اور اس نے بڑی ترقی کی۔ اس دوران امام حرم شیخ محمد عبداللہ السبیل نے

بھی آپ سے پڑھا۔ ۱۹۷۰ء میں مدینہ منورہ چلے گئے اور معہد مدینہ کے سربراہ ہیں۔ یہ معہد جامعہ امام محمد بن سعود سے ملحق ہے۔ آپ سے مختلف ملکوں کے لوگوں نے استفادہ کیا ہے۔ اس معہد میں ۱۵۰ کے قریب طلباء ہیں۔ حرم نبوی ﷺ میں بھی پڑھاتے رہے۔ آپ کوئی تیس بتیس سال سے تدریسی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ مدینہ منورہ کے عرصۂ قیام میں آپ نے قاری حسن ابراہیم الشاعرؒ سے بھی پڑھا۔

آپ کو سعودی شہریت حاصل ہے اور مسجد نبوی کے قریب ہی رہائش ہے۔

اولاد نرینہ میں حافظ قاری رفعت، محمود اور احمد ہیں۔ قاری رفعت بھی خوب پڑھتے ہیں۔ ۱۳۲۵ھ میں ان کا تقرر بطور امام مسجد شیخ ایوب میں ہوا۔ فجر کی ایک نماز قاری خلیل الرحمٰن صاحب کی معیت میں ان کے پیچھے پڑھی۔ بہت ہی لطف آیا۔ انداز اپنے والد کا سا ہے۔ اسی طرح قاری محمود بھی خوب پڑھتے ہیں۔ یہ سب حجازی لہجہ میں پڑھتے ہیں۔

راقم الحروف کے بہترین دوستوں اور ساتھیوں میں سے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں مزید محنت اور خلوص کے ساتھ کام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

---

[1] فیوض الرحمٰن، ڈاکٹر : تذکرۃ القراء : راولپنڈی : مکتبہ جراء : جلد ا۔

www.foyuz.blogspot.com

قاری محمد عظیم ہزاروی

۱۹۴۸ء -

آپ ۱۴ اگست ۱۹۴۸ء کو بٹگرام، ہزارہ میں پیدا ہوئے۔ والد صاحب کا نام محمد زاہد ہے قرآن مجید پاکستان کے مشہور مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار لاہور میں داخل ہو کر کیا، ۱۲ شعبان ۱۳۸۲ھ کو حفظ کی تکمیل ہوئی، پھر اسی مدرسہ کے شعبہ تجوید میں داخلہ لیا اور ۲۹ شعبان ۱۳۸۴ھ / جنوری ۱۹۶۵ء میں روایتِ حفصؒ کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

آپ کے اساتذہ میں حافظ قاری احمد دین لاہوری، استاذ القرأ حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ (بانی مدرسہ تجوید القرآن) مولانا قاری اظہار احمد تھانوی صدر مدرس عربی مدرسہ تجوید القرآن خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مدرسہ ابلاغ القرآن

فراغت کے بعد پہلے آپ نے بھاٹی گیٹ لاہور میں مدرسہ ''ابلاغ القرآن'' قائم کیا، کئی سال بعد اس مدرسہ کو مسجد صدیق اکبرؓ کوچہ کبابیاں اندرون لوہاری گیٹ لاہور میں منتقل کر دیا گیا۔

آپ اس میں پڑھا رہے، آپ کے اس مدرسہ سے ۲۰ بچے حافظِ قرآن ہو کر نکل چکے ہیں جبکہ ناظرہ پڑھ کر فارغ ہونے والوں کی تعداد ایک سو ہے آپکی مساعی سے حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کی تصنیف ''اشاعتِ اسلام'' کی لاہور پاکستان میں اشاعت ہوئی اور یہ کتاب ہاتھوں ہاتھ نکل گئی۔

مولانا قاری رضی الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ

۱۹۲۹ء - ۱۳ جنوری ۲۰۰۷ء

آپ حضرت قاری فضل کریم صاحب کے شاگرد اور پاکستان کے مشہور مدرس عالمِ دین، ادیب اور فاضل مولانا حافظ قاری فیوض الرحمٰن عثمانی بن حاجی عبد الرحمٰن عثمانی کے فرزند ہیں۔ ۱۹۲۹ء کو دیوبند میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک جامعہ رحیمیہ نیلا گنبد لاہور میں پیر محمد ابراہیم صاحب سے حفظ کیا، درسِ نظامی کی ابتدائی کتابیں اپنے والد مولانا حافظ فیوض الرحمٰن [1] پروفیسر اورئنٹل کالج، صدر مدرس مدرسہ رحیمیہ اور تلمیذِ رشید علامہ محمد انور شاہ کشمیری سے پڑھیں، ''مولوی'' کے امتحان کی داخلِ نصاب کتب مولانا عبد العزیز صاحب سے شاہی مسجد لاہور میں پڑھ کر پنجاب یونیورسٹی سے ''مولوی'' کا امتحان پاس کیا۔ پھر مولوی عالم اور ۱۹۴۶ء میں مولوی فاضل کے امتحانات پاس کئے۔ مولوی فاضل کی کتابوں میں آپ کو علامہ محمد رسول خان ہزاروی اور مولانا سید میرک شاہ کشمیری اور مولانا نور الحسن خان کا تلمذ بھی حاصل ہوا، اور ان سے خوب خوب استفادہ کیا۔

پھر دورۂ حدیث کی تکمیل کے لئے آپ نے دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور ۱۹۴۷ء میں شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنیؒ اور دیگر اساتذۂ کرام سے کتبِ حدیث پڑھ کر سند الفراغ حاصل کی۔

فراغت کے بعد واپس لاہور پہنچے اور تین سال تک مصری شاہ ہائی سکول میں تدریس کی۔

۱۹۵۶ء میں وحدت کالونی میں پی ڈبلیو ڈی کی مسجد بنی تو آپ اس کے خطیب مقرر

[1] آپ کا سوانحی تذکرہ راقم کی مشاہیر علماء جلد ۲ صفحہ ۲۰۳ پر موجود ہے۔ نیز راقم کی کتاب معاصرین اقبال میں بھی شامل ہے۔

www.foyuz.blogspot.com

ہوئے اور ۱۹۹۰ء تک اس میں علمی خدمات انجام دے کر ریٹائر ہوئے اور اب آپ کے فرزند مولوی قاری فضیل الرحمٰن وہاں خطیب ہیں۔

آپ نے یہاں دینی مدرسہ امداد العلوم کی بنیاد رکھی جو بڑی کامیابی کے ساتھ چل رہا ہے۔ اس میں آپ اور آپ کے فرزند مولوی قاری فضیل الرحمٰن اور حفظ الرحمٰن برابر پڑھا رہے ہیں۔ آپ نے دارالعلوم اسلامیہ پرانی انارکلی لاہور میں بھی حضرت قاری عبدالمالک صاحب کے ساتھ آٹھ سال تک تدریسی خدمات انجام دی ہیں۔

۱۹۷۶ء میں آپ نے پنجاب یونیورسٹی سے ایم اے اسلامیات کا امتحان پاس کیا۔

اولاد میں آپ کے تین فرزند۔ مولوی حافظ قاری فضیل الرحمٰن، حفظ الرحمٰن اور خلیل الرحمٰن ہیں اور سبھی قرآن پاک کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں۔ [1]

وصال: بروز ہفتہ ۲۲ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ/۱۳ جنوری ۲۰۰۷ کو وصال ہوا۔ نماز جنازہ جامع اشرفیہ لاہور کے نائب مہتمم حضرت مولانا فضل الرحیم صاحب نے پڑھائی اور پھر آپ کو میانی صاحب کے قبرستان میں حضرت مولانا احمد علی لاہوری کے احاطہ کے قریب اپنے والد کے برابر میں دفن کر دیا گیا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

[1] سوانحی تذکرہ کا مواد راقم الحروف نے خود قاری رضی الرحمٰن صاحب سے براہِ راست لیا تھا اور پھر یہ راقم کی کتاب تذکرۃ القراء جلد ۲ کی زینت بنا۔

حافظ قاری محمد سعید رحمہ اللہ جیا موسیٰ شاہدرہ

۱۹۴۰ء - ۲۰۰۶م

آپ محمد بشیر کے فرزند اور حاجی محمد عبداللہ کے پوتے ہیں۔ آپ کے دادا شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علیؒ صاحب کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ یہ زمیندار تھے۔

ابھی آپ چھ سات سال کے تھے کہ آپ کے والد صاحب کو نماز کے اندر سانپ نے ڈس لیا تھا جس سے ان کا انتقال ہو گیا اور پھر آپ دادا جی کی کفالت میں آ گئے۔ آپ کے چچا حافظ محمد رفیق ساحب بھی حضرت قاری فضل کریم صاحب کے شاگرد تھے۔ ۵۵۔۱۹۵۶ء کے دوران میں آپ کو مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور میں داخل کروا دیا گیا چنانچہ پہلیآپ نے حضرت قاری فضل کریم صاحب سے حفظ مکمل کیا اور پھر وہیں حضرت قاری محمد شریف صاحب سے روایتِ حفص کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ آپ کا امتحان بھی حضرت قاری کریم بخش صاحب نے لیا تھا۔

فراغت کے بعد حضرت قاری فضل کریم صاحب ے آپ ک و اپنے ساتھ معاون مدرس رکھ لیا اور حضرت کے وصال کے بطعد مستقل طور پر درجۂ حفظ میں پڑھاتے رہے۔ انیس سال کے قریب وہاں تدریس کی پھر ۱۹۷۹ء میں جیا موسیٰ شاہدرہ میں مدرسہ تدریس القرآن کی بنیاد رکھی اور اپنے استاذ گرامی کے نہج پہ ہمہ تن درس وتدریس میں رات دن ایک کر دیا اس دوران میں سینکڑوں طلبہ نے آپ سے حفظ کی تکمیل کی۔ طلبہ کے علاوہ بچیوں کے لئے الگ مدرسہ قائم کیا جس میں حفظ کے علاوہ فاضلات کا کورس بھی مکمل کرایا جاتا ہے۔ اور یہ مدارس وفاق المدارس کے تحت کام کر رہے ہیں۔ اس وقت طلبہ وطالبات کی تعداد تین سے اور استاتذہ/استانیوں کی تعداد پندرہ ہے۔

جیا موسیٰ کلے قبرستان اور زکوۃ کمیٹی کے چیرمین اور جامع مسجد محمدی کے امام بھی تھے اور

www.foyuz.blogspot.com

یہ سب کام فی سبیل اللہ کرتے تھے۔علاقے کے اندر کئی مساجد اور مدارس کا افتتاح کیا۔رائے ونڈ کے مدرسہ سمیت کئی مدارس میں بطور ممتحن جاتے تھے۔سینتالیس کے قریب آپ نے تراویح میں قرآن مجید سنایا۔۳۰رمضان/۲۰۰۶ء کو طبیعت کچھ خراب ہوئی ہسپتال پہنچے تو بہتر محسوس کرتے ہوئے دس پارے تلاوت کی اور بچوں سے کہا کہ میں ان شاء صبح آجاؤں گا آپ لوگ جائیں اور عید تیاری کریں۔عیدالفطر کو صبح سات بجے وصال ہوا۔

اولاد

اولاد میں چاروں بیٹے حافظ ہیں اور ایک بیٹی ہے حافظ عبدالوحید کے ناظم اور مولانا عبدالقدیر مدرسہ کے مہتمم ہیں باقی دو حافظ عبدالنصیر اور حافظ محمد راشد اپنا کاروبار کرتے ہیں۔قاری صاحبؒ اسم بامسمّٰی تھے۔ہمارے پیارے ساتھی آپ حضرت سید نفیس شاہ صاحب کے خلیفہ بھی تھے۔

حافظ قاری افضال الحق رشید لاہوری

۱۹۴۳ء -

آپ استاذ الحفاظ والقرّاء حضرت حافظ قاری فضل کریم بانئ مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور کے اکلوتے فرزند ہیں۔۱۵فروری ۱۹۴۳ء کو کوچہ چابک سواراں مسجد چینیاں والی کے محراب سے ملحق گھر میں پیدا ہوئے۔والدِ گرامی سے قرآن مجید حفظ کیا اور ۱۹۵۵ء میں کندیگراں کی چھوٹی مسجد میں پہلی محراب سنائی۔[۱]

پھر مدرسہ تجوید القرآن میں شعبۂ تجوید کے سربراہ اور اپنے والدِ کے شاگرد حضرت قاری محمد شریف صاحب سے ۱۳۷۸ھ میں روایتِ حفص کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔امتحان حضرت قاری کریم بخش صاحب نے لیا تھا۔

درسِ نظامی کی کچھ کتابیں مدرسہ کے استاذ مولانا سید غازی شاہ صاحبؒ اور کچھ جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد میں پڑھیں مگر تکمیل نہ کر سکے۔

۴۲ سال تک رمضان المبارک میں نمازِ تراویح میں قرآن مجید سنانے کی سعادت حاصل رہی۔فراغت کے بعد مدرسہ تجوید القرآن یں تھوڑے عرصے کے لئے تدریس بھی کی پھر ۱۹۶۶-۱۹۹۹ء تک بیڈن روڈ پہ ''فضل ہارڈ ویئر'' کے نام سے تجارت کا سلسلہ جاری رہا۔ جسے آنکھوں کی تکلیف کی وجہ سے چھوڑنا پڑا۔

۲۰۰۳ء میں قاری محمد سعید صاحب کے ایماء پر مسرہ تدریس القرآن جیا موسیٰ میں باقاعدہ تدریس کا سلسلہ شروع کیا اور اب تک بچوں اور بچیوں کا قرآن پاک سنتے ہیں اور بقول خود ''ان کی اور اپنی اصلاح کرتے ہیں''۔اس طرح اب اپنے والدِ گرامی کی طرح نہایت محنت،اور اخلاص سے پڑھا رہے ہیں۔

ماشاءاللہ طبیعت میں انکسار بہت ہے۔شریعت کے پابند اور اچھے اخلاق کے مالک ہیں۱۹۷۴ء

www.foyuz.blogspot.com

میں اللہ تعالیٰ نے حج کی سعادت سے نوازا۔ حضرت قاری فضل کریم صاحب کے تلامذہ انہیں اپنے استاذ کی جگہ بڑی قدر اوراحترام کی نظر سے دیکھتے ہیں اور یہ بھی ان کے ساتھ ساتھ شفقت کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ روزانہ تقریباً چار پارے پڑھنے کا معمول ہے۔ راقم الحروف نے ازخود انہیں بیعت کرنے کی اجازت دی ہے۔

مولانا قاری محمد اقبال لاہوری رحمہ اللہ

(۱۹۵۰ - ۷افروری۲۰۰۰ء)

آپ میاں فضل حسین کے فرزند تھے۔ آپ ۱۲ جون ۱۹۵۰ء کو چاہ میراں مصری شاہ لاہور میں پیدا ہوئے۔

قرآن مجید مدرسہ تجوید القرآن کوچہ کندیگراں موتی بازار رنگ محل لاہور کے بانی اور صدر مدرس اُستاذ القراء حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ سے حفظ کیا پھر اسی مدرسہ سے روایتِ حفص کی سند شعبۂ تجوید کے اُستاذ مولانا قاری سید حسن شاہ بخاری مہاجر مدنی سے حاصل کی۔ ۱۹۶۳ء میں پنجاب بورڈ سے ''ادیب عربی'' کا امتحان اول آ کر پاس کیا اور ۱۹۷۵ء میں میٹرک صرف انگریزی سرگودہا بورڈ سے پاس کیا۔

درسِ نظامی کی تحصیل اور تکمیل ۱۹۶۷ء میں جامعہ اشرفیہ لاہور سے کی۔ اساتذہ کرام میں حضرت مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ، حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا مفتی عبیداللہ مہتمم جامعہ اشرفیہ، مولانا مفتی جمیل احمد تھانویؒ، مولانا ضیاء الحق اور مولانا حافظ عبدالرحمٰن اشرفی شامل ہیں۔ آپ نے مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور دارالقراء ماڈل ٹاؤن میں حضرت قاری محمد شریف صاحب سے قراءات سبعہ کی سند لی اور تدریس بھی کی۔ دارالعلوم تعلیم القرآن راجہ بازار راولپنڈی میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ دارالعلوم کے شعبۂ تجوید کے سربراہ تھے۔ اس دوران میں بہت سے طلبہ نے آپ سے روایتِ حفص کی سند لی۔ اس عرصہ میں مسجد جامعہ عثمانیہ عثمان پورہ میں امام وخطیب رہے۔

جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے کلیۃ القرآن سے گریجویشن کی اور پھر ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء میں الدراسات العلیا سے التفسیر المظفر للسمعانی کو ایڈیٹ کر کے ماسٹر کی ڈگری حاصل کی۔ تعلیم کے دوران دوسرے وقت میں الجماعۃ الخیریہ لتحفیظ القرآن کے تحت مسجد الکویتیہ شارع قبا الطالع میں

www.foyuz.blogspot.com

تدریس کی۔

یہاں آپ کے فرزند سعد، یونس ہارون برماوی اور کئی دوسرے طلبہ نے آپ سے حفظ کیا۔

فراغت کے بعد جامعہ امام محمد بن سعود الریاض کے تحت معہد العلوم الاسلامیہ والعربیہ جاکرتا انڈونیشیا میں ۱۹۹۰ - ۱۹۹۸ء تک اعلیٰ تدریسی خدمات انجام دیں۔۱۹۹۴ء میں جاکرتا میں خدیجہ شافعیہ سے نکاح ہوااوران سے بڑا بیٹا عبدالرحمٰن زیرِتعلیم ہے۔

۱۹۹۸ء میں وہاں فالج کی تکلیف ہوگئی تو لاہور آ گئے۔ ۱۷ فروری ۲۰۰۰ء کو لاہور میں وصال ہوا۔نماز جنازہ آپ کے والدِ گرامی نے پڑھائی اور مقامی قبرستان میں تدفین ہوئی۔پہلی بیوی (م ۳ دسمبر ۱۹۹۸ء) سے تین بیٹے سعد مدنی، محمد مدنی اور عبداللہ اور چار بیٹیاں ہیں۔

www.foyuz.blogspot.com

حافظ قاری عبدالرحمٰن لاہوری

۱۹۴۰ء -

آپ میر فضل دین کے فرزند ہیں

۱۹۴۰ء میں لاہور آنا ہوا اور یہاں جناب قاری محمد شریف صاحب سے آسٹریلیا مسجد میں ۲۶ پارے حفظ کئے، قاری صاحب کے کراچی چلے جانے سے باقی پارے قاری محمد دین اور جناب قاری فضل کریمؒ سے حفظ کئے۔

مسجد نور میں جب شعبہ تجوید کا افتتاح ہوا تو تلاوت اٰاپ نے کی، اور آپنے قاری محمد شریف صاحب جو اس شعبہ کے سربراہ تھے، سے روایتِ حفص کی کلاس میں پڑھنا شروع کیا اور ۱۹۵۵ء میں روایتِ ھفص کی تکمیل کی۔امتحان قاری کریم بخش نے لیا تھا کچھ عرصہ مسلم مسجد اور رام گلی میں تدریس کی حافظ شو کمپنی کے نام سے چھتہ بازار لاہورمین کاروبار کرتے ہیں۔

پروفیسر حافظ محمد افضل فقیر شیخوپوری رحمہ اللہ

۱۹۳۶ - ۱۹۹۴ء

آپ ۱۰ جون ۱۹۳۶ء کو مضافات لاہور میں پیدا ہوئے۔

گورنمنٹ ہائی سکول باغبان پورہ لاہور سے میٹرک پاس کیا اور امتیازی حیثیت سے وظیفہ لیا۔ ۱۹۵۱ء سے ۱۹۵۷ تک اسلامیہ کالج لاہور میں زیرِ تعلیم رہے۔ قرآن پاک حفظ کیا۔ ایف اے میں پنجاب بھر میں اوّل آئے۔ ایم۔ اے فارسی میں گولڈ میڈلسٹ بنے۔ گورنمنٹ کالج کے لیکچرار منتخب ہوئے۔ شیخوپورہ، گوجرہ اور ڈیرہ غازی خان کے کالجوں میں تدریس میں مشغول رہے۔ ذہانت اور طبع رسا کے مالک تھے۔ خود شعر کہتے اور اساتذہ کے کلام کو سناتے چلے جاتے۔ رومی، جامی، حافظ اور غنیمت کا کلام صفحوں کے صفحے یاد تھا۔ ایم۔ اے کے دوران راقم کے ہم سبق تھے۔ پانچ سال کی ملازمت کے بعد اچانک جذبِ فقر نے کھینچا۔ علم و تعلّم چھوڑ کر بادیہ نشین ہو گئے۔ علم کا علم پھینک کر دلقِ فقر میں سکونِ قلب تلاش کرتے رہے۔ اسلامی ممالک کی سیاحت کو نکلے اور عرب و عجم کے بزرگانِ دین اور صوفیائے اسلام کے مزارات کی آستان بوسی کی اور روحانی دولت سے دامنِ مراد بھرتے رہے۔ سرکارِ دو عالم ﷺ کے گنبدِ خضرا کی زیارت کے بعد بغداد، بیت المقدس اور دوسرے مقدس مقامات پر پہنچے۔ آپ نے ۱۹۵۱ء سے شاعری کا آغاز کیا۔ فارسی اور عربی ادب میں وہ مولانا عبید اللہ صاحب کے شاگرد ہیں۔ آپ نے فارسی، عربی اور اُردو میں قصائد اور مناقب لکھے۔ وہ نغز گو شاعر، خوش گفتار دوست اور باعمل صُوفی ہیں اور راقم کے ساتھ کالج سے لے کر آج تک قلبی مراسم رکھتے ہیں۔''

ان کا تذکرہ ''وفیاتِ اہلِ قلم'' میں بھی آیا ہے جو کہ ذیل میں دیا گیا ہے:

''ممتاز دینی، علمی، ادبی و روحانی شخصیت، نعت گو شاعر، مترجم، خلیفہ علاّمہ احمد سعید کاظمی۔ بانی مرکز تعلیم و تربیت کوٹ عبداللہ نعتیہ مجموعے جانِ جہاں (۱۹۸۳ء)۔ عطائے محمد۔

رباعیات: آب و رنگ (عربی، فارسی، اردو و پنجابی۔ ۱۹۹۳ء)، چارسو (اردو)۔

دیگر شعری کتب: پاسِ اعتبار (فارسی کلام۔ ۱۹۹۰ء)، شبابیت الرحمۃ (عربی حمد و نعت)۔

تنقید　مقدماتِ فقیر (۱۹۹۴ء)

اردو ترجمہ　صد میرانی (از خواجہ عبداللہ انصاری)

ولدیت　محمد شریف

ولادت　۱۰ جون ۱۹۳۶ء چک دھیدو

وفات　۸ جنوری ۱۹۹۴ء

تدفین　اپنی قائم کردہ خانقاہ میں، کالا خطائی (کوٹ عبداللہ) نارنگ روڈ تحصیل نارنگ منڈی ضلع شیخوپورہ۔

مآخذ　پاکستان میں فارسی ادب جلد ۶

نوائے وقت میگزین ۱۳ مئی ۲۰۰۷ء''[۱]

''تجوید القرآن رنگ محل لاہور میں میرے حفظ ۱۹۵۶ - ۱۹۵۸ء کے دوران میں صوفی محمد افضل صاحب سے تقریباً ہر روز یا دوسرے روز ملاقات ہو جاتی تھی۔ مجھے یہ تو یاد نہیں کہ وہ کِس حوالے سے مدرسہ میں آئے غالباً میری طرح شبینہ میں حضرت قاری فضل کریم صاحب کے کسی شاگرد کا سُنا اور یہاں حفظ و قراءت کے اس مرکز میں حُفّاظ و قرّاء سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ یہ اس وقت پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج میں ایم اے فارسی کے طالبِ علم تھے اور اسی دوران میں اپنی تعلیم کے ساتھ انہوں نے حضرت قاری فضل کریم صاحب سے قرآن مجید حفظ کرنا شروع کر دیا۔ اس وقت باشرع نہیں تھے مگر میں جیسا انہوں نے بتایا تھا کہ ناغہ نہیں کرتے تھے۔

---

[۱] ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ : وفیاتِ اہلِ قلم : اسلام آباد : ۲۰۰۸ء : صفحہ ۳۸۴

www.foyuz.blogspot.com

حفظ تھوڑا یاد کریں یا زیادہ مگر پابندی سے یاد کیا کرتے اور چلتے پھرتے پڑھتے رہتے تھے غالباً ہم سے کچھ آگے پیچھے ہی انہوں نے حفظ مکمل کرلیا اور پھر جب ایم اے کا امتحان دیا تو اس میں بھی پنجاب یونیورسٹی میں اوّل آئے تھے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ بھی اسی قرآن مجید کی برکت تھی۔ ایک دن نئے سوٹ سلوا کر لائے اور بتایا کہ کل جلسہ تقسیم اسناد ہے اس لئے یہ سوٹ تیار کروایا ہے اور انہیں گولڈ میڈل بھی دیا گیا تھا۔

کلاسوں کے بعد مدرسہ آجاتے اور عام حالات میں سادہ لباس میں آتے تھے نارنگ منڈی شیخوپورہ سے تعلق تھا اسلئے کبھی شلوار قمیض اور کبھی چادر (تہبند) پہنے ہوتے۔ ہاسٹل کے بجائے کبھی رات مدرسہ میں ہی ٹھہر جاتے تھے۔ شعر و شاعری کا شوق بھی تھا مگر ہمیں اپنے شعر کبھی نہیں سنائے صرف قرآن مجید پر ہی بات ہوتی تھی۔ خانقاہ سراجیہ کندیاں سے حضرت مولانا خان محمد صاحبؒ نے مجھے ''تحفہ سعدیہ'' ھدیۃً ارسال فرمائی تھی اس میں آپ کی شاعری کے نمونے دیکھ کر مسرت ہوئی۔''

قاری محمد یعقوب ہزاروی

والد کا نام مولانا محمد امین صاحب ساکن اچھڑیاں ضلع مانسہرہ ہزارہ، ۱۹۴۰ء کے قریب پیدا ہوئے۔ علاقہ چھچھہ میں قرآن مجید حفظ کیا۔ پھر قاری عبدالحلیم ساکن تا جک اٹک سے تجوید کی ابتداء کی پھر ۱۹۵۷ء میں واپس اچھڑیاں آکر پڑھانا شروع کردیا۔ آٹھ سال تک پڑھانے کے بعد ۱۹۶۴ء میں حضرت قاری محمد شریف صاحب سے تجوید کی تکمیل کی۔ امتحان حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ نے لیا۔

پھر کچھ عرصہ اچھڑیاں میں پڑھانے کے بعد معہد القرآن مانسہرہ میں تین سال تدریس کی۔ پھر شنکیاری میں شعبہ تجوید کے انچارج رہے۔ تین حضرات نے روایت حفصؒ کی تکمیل کی پھر جامعہ اسلامیہ پنڈی میں پڑھانا شروع کردیا اور اب تک پڑھا رہے ہیں۔

سو سے زائد طلبہ نے آپ سے حفظ کیا اور سینکڑوں نے تجوید پڑھی۔ آپ نے بچوں کے لئے ایک قاعدہ بھی لکھا ہے جو بار بار چھپ رہا ہے۔ آپ بھی راقم الحروف کے دوستوں میں سے ہیں۔

www.foyuz.blogspot.com

حافظ قاری اشفاق الٰہی لاہوریؒ

۱۹۳۷ - ۲۰۰۸ء

آپ حافظ فضل الٰہی صاحب[1] کے فرزند اور قاری مقبول الٰہی صاحب سابق مہتمم مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے چھوٹے بھائی ہیں۔ ۱۹۳۷ء کے لگ بھگ لاہور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے قرآن مجید اوّل سے آخر تک حضرت قاری فضل کریم صاحب سے حفظ کیا ہے پھر اس کے بعد روایتِ حفص کی سند شعبۂ تجوید کے سربراہ حضرت قاری محمد شریف سے حاصل کی۔ فراغت کے بعد اسی مدرسہ سے تدریس کا آغاز کیا اور بیسیوں بچوں کو آپ نے قرآن کریم حفظ کرایا۔ ایک عرصہ تک نہایت محنت سے تدریسی خدمات انجام دیں۔ آپ بھی حضرت قاری فضل کریم صاحب کے ممتاز شاگردوں اور عمدہ پڑھنے والوں میں سے تھے۔ اپنے بڑے بھائی قاری مقبول الٰہی صاحب کی طرح تیز اور نہایت صاف پڑھ سکتے تھے۔ شبینوں میں جب پڑھتے تھے تو لوگ نہایت محظوظ ہوتے اور دُعائیں دیتے تھے۔ راقم الحروف کو بھی آپ کی معیت میں شبینوں میں پڑھنے کی سعادت حاصل رہی ہے۔ جب ۲۰ مئی ۱۹۵۶ء کو حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ کی خدمت میں حفظ کرنے کے لئے پہنچا تو اس وقت یہ بھی مدرسہ کے اساتذہ میں شامل تھے۔ میں بھی ان کی تلاوت سے استفادہ کرتا رہا۔ ۳۰ مارچ ۲۰۰۸ء میں آپ کا وصال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

اولاد میں ایک فرزند حافظ قاری محمد بلال مدرسہ تجوید القرآن میں پڑھا رہے ہیں۔

---

[1] حافظ فضل الٰہی صاحب چوک رنگ محل کی ایک مسجد میں امام تھے۔ آپ کے فرزندوں میں دو حضرات قاری مقبول الٰہی اور قاری اشفاق الٰہی بہترین قاری تھے جبکہ مولانا نور الٰہی فاضل دیوبند (فاضل لاہوری) کے نام سے مشہور تھے سبھی حضرات اب اللہ کے پاس پہنچ چکے ہیں۔ رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃً واسعۃً۔

سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

حافظ قاری عبید اللہ سواتی

آپ کا تعلق صوبہ سرحد کے ضلع سوات سے تھا۔ آپ نے مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل میں داخلہ لیا اور مدرسہ کے بانی اور صدر مدرس حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ سے قرآن مجید حفظ کیا پھر روایت حفص کی تکمیل حضرت قاری محمد شریف صاحب صدر شعبۂ تجوید سے کر کے سند حاصل کی۔ اس دوران میں بھی پارہ حضرت قاری فضل کریم صاحب کو سناتے تھے۔ قاری عبید اللہ ہمارے ساتھی تھے غالباً وہ بھی ۱۹۵۶ - ۱۹۶۰ء یا ۱۹۶۱ء تک مدرسہ میں زیر تعلیم رہے۔ بڑے محنتی طلبہ میں سے تھے۔ قرآن مجید اچھا پڑھتے تھے۔

فراغت کے بعد سوات کے کسی مدرسہ میں تدریس پہ مامور ہوئے اور ایک عرصہ تک پڑھاتے رہے۔ اس اثناء میں غالباً ایک آدھ مرتبہ ملاقات ہوئی تھی پھر عرصۂ دراز سے ملاقات نہیں ہوئی۔

www.foyuz.blogspot.com

حافظ قاری مسافر جان سواتی رحمہ اللہ

— ۲۰۱۱ء

آپ مولوی گل حسن صاحب اُستاذ مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے بھانجے تھے اور ضلع سوات سے تعلق رکھتے تھے۔آپ نے حضرت قاری فضل کریم صاحب سے مدرسہ تجوید القرآن کی عمارت سے پہلے ابتدائی دور میں مسجد نور میں قرآن حفظ کیا پھر حضرت قاری محمد شریف صاحب سے روایت حفص کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں تدریس پہ مامور ہوئے اور پھر ایک عرصۂ دراز تک تدریسی خدمات انجام دیں اسی دوران میں ۱۲ جون ۲۰۱۱ء بروز اتوار آپ کا وصال ہوا۔ یاد پڑتا ہے کہ میرے حفظ کے دوران میں یہ مدرسہ کے اساتذہ میں شامل تھے اور پچاس سال سے زائد انہوں نے تدریس کی۔رحمہ اللہ۔

حافظ قاری حامد حسنؒ لاہوری

۱۹۴۳ء - ۲۰۰۶ء

آپ غلام محمد صاحب کے فرزند تھے۔۱۹۴۳ء کے لگ بھگ لاہور میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم ہمارے ساتھ ہی حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ سے حفظ کیا اور پھر انہی سے تجوید پڑھی اور حضرت قاری کریم بخش صاحب کو امتحان دیا اور اس میں کامیاب ہوئے غالباً ۱۹۶۰ء میں سند حاصل کی۔قراءت کے بعد اپنے والد گرامی کے ساتھ کاروبار کرتے رہے۔

آپ کے بچوں میں سے ایک پاک آرمی میں میجر ہیں اور دوسرے انجینئر ہیں۔ بچیاں بھی ماشاءاللہ اچھی تعلیم یافتہ ہیں۔آپ بڑے ملنسار اور خلیق تھے۔آپ بہت عمدہ پڑھنے والوں میں سے تھے۔شبینوں میں بھی ہمارے ساتھ پڑھا کرتے تھے آواز بھی اچھی تھی۔سامعین ان کی تلاوت سے محظوظ ہوتے تھے۔جن چند حضرات نے میرے علم کے مطابق حضرت قاری فضل کریم صاحب سے حفظ کے بعد تجوید بھی انہی سے پڑھی انہی میں سے ایک تھے

مئی ۲۰۰۶ء میں چھیاسٹھ سال کی عمر میں لاہور میں وصال ہوا۔اللہ تعالیٰ ان پر اور ان کی آل اولاد پر اپنی رحمتیں فرمائیں۔آمین[1]

[1] کچھ معلومات اور تاریخ وفات حضرت قاری افضال الحق بن حضرت قاری فضل کریمؒ سے لی گئی ہیں۔فجزاہ اللہ خیراً۔

www.foyuz.blogspot.com

حافظ شیخ افضال صاحب

- ۱۹۷۱ء

آپ لاہور کے رہنے والے تھے۔ حضرت قاری فضل کریم صاحب سے مسجد نور میں حفظ کیا تھا۔ میرے تعلیمی دور میں یہ بھی پارہ سنانے آتے تھے۔ جوانی کے عالم میں ۱۹۷۱ء میں انتقال کر گئے۔ بڑے خوش پوش اور ہنس مکھ انسان تھے۔

سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ

حافظ قاضی بشیر احمد

یہ دھونک وزیر آباد کے رہنے والے تھے۔ انہوں نے حضرت قاری فضل کریم صاحب سے حفظ کیا۔ مسجد بکن خان موچی دروازہ میں رہائش تھی وہیں سے آ کر ہر روز پارہ سناتے۔ تجوید نہیں پڑھی پھر بریدہ سعودی عرب میں پڑھاتے رہے۔ قاری محمد سلیم کراچوی اور راقم الحروف کے بھی دوست تھے۔ عرصہ ہوا ان سے ملاقات نہیں ہوئی ان کے بارے میں مزید تازہ معلومات نہیں ہیں۔

www.foyuz.blogspot.com

حافظ قاری محمد مشتاقؒ لاہوری

—— ۲۰۰۹ء

آپ عبدالرحمٰن صاحب کے فرزند تھے۔ آپ نے شروع سے آخر تک قرآن مجید حضرت قاری فضل کریم صاحب سے پڑھا اور تجوید بھی انہی سے پڑھی۔ قاری حامد حسن کے ساتھ حضرت قاری کریم بخش صاحب کو امتحان دیا اور کامیابی پر روایتِ حفص کی سند حاصل کی۔ بہت عمدہ پڑھنے والوں میں سے تھے۔ شبینوں میں جب پڑھتے تو سماں بندھ جاتا تھا۔ سامعین پر رقت طاری ہو جاتی تھی۔ آواز بھی خوب تھی۔ حضرت قاری فضل کریم صاحب کو پارہ سنانے اور ویسے بھی ملنے آتے تھے۔ ایک مرتبہ جب یہ لسوڑے والی مسجد شیرانوالہ گیٹ میں قرآن مجید نماز تراویح میں سنا رہے تھے تو ان کے پیچھے ایک نماز تراویح پڑھنے کی بھی سعادت ملی تھی۔ ویسے شبینوں میں بھی ساتھ پڑھنے کی توفیق ملتی رہی۔ رمضان میں سنانے کا معمول تھا۔ اعظم کلاتھ مارکیٹ میں تجارت کا سلسلہ تھا۔ دسمبر ۲۰۰۹ء میں ساٹھ سال سے کچھ اوپر عمر میں انتقال ہوا۔ رحمہ اللہ تعالیٰ

قاری محمد سخیؒ لاہوری

۱۹۳۷ ۔ ۲۰۱۶ء

آپ کا تعلق لاہور سے ہے۔ حاجی رمضان دین کے فرزند ہیں۔ ۱۹۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ قرآن پاک مدرسہ تجوید القرآن میں حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ سے حفظ کیا پھر وہیں حضرت قاری محمد شریف صاحب سے دوسالہ روایت حفص کا کورس مکمل کیا اور سند حاصل کی۔ آپ تاجر پیشہ پہلے ہی سے تھے، فراغت کے بعد خالص گھی کی تجارت کرتے رہے پھر کپڑے کی تجارت کرتے رہے۔

آپ نے مختلف مساجد میں ۳۶ سال تراویح میں قرآن پاک سنایا ہے۔

۲۰۱۶ء میں انتقال ہوا اور جیا موسی میں تدفین ہوئی۔

www.foyuz.blogspot.com

حکیم حافظ مرغوب احمد ہمدانی

آپ گمٹی بازار لاہور کے مشہور حکیم منظور احمد ہمدانی صاحب کے فرزند ہیں۔ ہمارے ساتھ ہی حضرت قاری فضل کریم صاحب سے قرآن پاک حفظ کیا تھا۔ با قاعدہ تجوید نہیں پڑھی مگر حضرت الاستاذ صحت لفظی اور تجوید کا دورانِ حفظ اتنا اہتمام کرتے تھے کہ آپ کے ایسے شاگرد آجکل کے عام قاریوں سے بقول حضرت قاری محمد شریف صاحب کہیں بہتر پڑھتے تھے۔ حافظ مرغوب بھی انہی میں سے ہیں۔ آواز بھی بہت اچھی ہے۔ خوب پڑھتے ہیں۔ رمضان المبارک کی نمازِ تراویح میں قرآن پاک سنانے کا معمول ہے اور اب نصف سینچری ہونے والی ہے۔

والدِ گرامی کے بعد با قاعدہ مطب پہ بیٹھتے ہیں اور مخلوقِ خدا کو دوائیں دیتے اور ان کی دُعائیں لیتے ہیں۔ حمد و نعت بھی خوب پڑھتے ہیں۔ ریڈیو، ٹی وی اور اہم تقریبات پر پڑھنے کا معمول ہے۔ سامعین سُن کر نہایت محظوظ ہوتے ہیں۔

راقم الحروف کو جب بھی پڑھتے دکھائی دیئے تو شوق سے سُنتا ہوں اور محظوظ ہوتا ہوں اور حضرت قاری صاحب سے پڑھنے کا وقت یاد آجاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم و عمل میں برکت دیں۔ آمین

قاری محمد نذیر عطار لاہوری

یہ بھی لاہور کے رہنے والے ہیں۔ قرآن پاک حضرت قاری فضل کریم صاحب سے حفظ کیا۔ منزل سنانے آتے تھے۔ شبینوں میں بھی بڑے اہتمام کے ساتھ شریک ہوتے تھے اور خوب پڑھتے تھے۔ ماشاءاللہ حیات ہیں۔

www.foyuz.blogspot.com

ڈاکٹر حافظ زید مقبول الٰہی لاہوری حال امریکہ

آپ حضرت قاری فضل کریم صاحب کے مقبول شاگرد اور مدرسہ تجوید القرآن رنگ محل لاہور کے اول مہتمم قاری مقبول الٰہی صاحب کے فرزند ہیں۔

۱۹۵۶ - ۱۹۶۰ء کے عرصہ میں ہمارے ساتھ حضرت قاری فضل کریم صاحب سے حفظ کیا اور اچھا پڑھتے تھے۔ اس کے بعد میٹرک، ایف ایس سی کے بعد کنگ ایڈورڈ میڈیکل کالج لاہور سے ایم بی بی ایس کی ڈگری حاصل کر کے اپنے والدِ گرامی کے پاس امریکہ چلے گئے اور اب وہاں طبّی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

حضرت قاری فضل کریم صاحب حفظ کے دوران اپنے شاگردوں پر قواعدِ تجوید کی اتنی پابندی کرواتے تھے کہ ان کے کسی حافظ شاگرد کی تلاوت سُن کر بڑے بڑے قاری کوئی باریک غلطی بھی نہیں نکال سکتے تھے اور عموماً مستند قرّاء یہی سمجھتے تھے کہ یہ روایتِ حفص کے مستند قاری ہیں۔

www.foyuz.blogspot.com

مولانا قاری نذیر احمد لاہوری رحمہ اللہ

۱۹۳۷ - ۱۹۹۰ء

آپ میاں جلال الدین صاحب کے فرزند ہیں۔ ۱۹۳۷ء بروز پیر امرتسر میں پیدا ہوئے۔ آپ مُغل خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔

قرآن مجید کے سات پارے امرتسر کے ایک مدرسہ میں حفظ کئے۔ اسی دوران میں قیامِ پاکستان پر آپ کے والد مع خاندان کندیاں ضلع میانوالی میں حضرت مولانا خان محمد صاحب کے ہاں مقیم رہے پھر محنت مزدوری کی خاطر لاہور چلے آئے پھر کچھ عرصہ بعد اپنے پورے خاندان کو بھی لاہور بُلا لیا اور یہاں حضرت قاری فضل کریم صاحب سے قرآن مجید حفظ کیا۔

درسِ نظامی کی تحصیل کے لئے کندیاں شریف کے مدرسہ میں داخلہ لے کر موقوف علیہ تک کی کتابیں پڑھیں۔ اسی اثناء میں والد کی سخت بیماری کی وجہ سے لاہور آئے تو والد نے اپنے پاس ہی رکھ لیا اور مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور میں شعبۂ تجوید میں داخلہ لے کر حضرت قاری محمد شریف صاحب سے روایت حفص کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔ آپ اپنے اساتذہ قاری فضل کریم و قاری محمد شریف کے انداز میں پڑھتے تھے۔ فراغت کے بعد مسجد تلوار والی انارکلی میں حضرت مولانا حاجی محمد ابراہیم صاحب کے ہاں تدریس کا آغاز کیا۔ حاجی صاحب کے فرزند مولانا میاں عبدالرحمٰن کے علاوہ بیسوں بچوں نے آپ سے حفظ کی تکمیل کی۔

پھر مکی مسجد انارکلی میں مدرسہ انیس القرآن کی بنیاد رکھی اور زندگی بھر پڑھاتے رہے یہاں بھی آپ سے سینکڑوں طلبہ نے حفظ مکمل کیا۔

۱۹۸۴ء میں جامعہ مدنیہ کریم پارک راوی روڈ لاہور میں دورۂ حدیث کی تکمیل کر کے سند حاصل کی۔

قاری صاحب بہت اچھا پڑھنے والوں میں سے تھے۔ رمضان شریف کے آخری عشرہ

کے دوران ہمیشہ شبینوں میں ہمارے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔آپ کی حُسنِ تلاوت سے آپ کے مقتدی بہت محظوظ ہوتے تھے۔

آپ کا روحانی تعلق حضرت مولانا خان محمد آف کندیاں شریف سے تھا۔ان کی طرف سے آپ کو اوراد و وظائف کی اجازت حاصل تھی۔

مکی مسجد کے امام بھی تھے لوگ دُور دُور سے آ کر جہری نمازوں میں آپ کے پیچھے نماز پڑھا کرتے تھے۔بڑے محنتی،خوش پوشاک اور خوش اخلاق تھے۔

بروز پیر ۴ جون ۱۹۹۰ء کو دل کی تکلیف سے وصال ہوا۔

اولاد میں تین فرزند اور دو بیٹیاں یادگار چھوڑیں۔

آپ کے فرزند قاری محمد زبیر بھی بہت اچھا قرآن پڑھتے تھے اور آپ کے وصال کے بعد آپ کے کام کو آگے بڑھاتے رہے۔

بریگیڈیئر ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن جدون (ریٹائرڈ)

۱۹۴۱ء -

۱۳ مئی ۱۹۴۱ء میری تاریخ ولادت ہے۔ ڈھیری کیہال ایبٹ آباد آبائی وطن ہے۔ میں نے مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور کے صدر مدرس حضرت قاری فضل کریم صاحبؒ سے قرآن مجید حفظ کیا پھر اُسی مدرسہ میں قراءت کے دو سالہ کورس ''روایتِ حفص'' کے امتحان میں ۱۰۰% نمبر حاصل کئے۔ علمِ قراءت میں دوسری سند حضرت قاری عبدالوہاب مکیؒ سے حاصل کی۔

دورۂ حدیث کا سماع پہلے ''جامعہ فتحیہ'' پھر ''جامعہ اشرفیہ'' لاہور میں کیا۔

پنجاب بورڈ سے ۱۹۵۹ء میں ''ادیبِ عربی''، ۱۹۶۰ء میں ''میٹرک'' اور ۱۹۶۱ء میں ''فاضِل فارسی'' کے امتحانات پاس کئے۔

گورنمنٹ کالج ایبٹ آباد سے ۱۹۶۳ء میں ''انٹر'' اور ۱۹۶۵ء میں ''بی اے'' کے امتحانات پاس کیئے۔ انٹر کے امتحان میں فرسٹ کلاس کے ساتھ بورڈ میں ''پانچویں'' اور ''بی اے'' میں یونیورسٹی بھر کے طلبہ میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور صدر محمد ایوب خان مرحوم کے ہاتھوں '' سرٹیفکیٹ آف میرٹ'' حاصل کیا۔ کالج میں مختلف سوسائٹیوں کا صدر، ہاسٹل کا ''پریفکیٹ''، ڈیبیٹنگ سوسائٹی کا صدر، یونین کا نائب صدر اور کچھ عرصہ قائمقام صدر بھی رہا۔

کئی بار کل پاکستان بین الکلیاتی والجا معاتی تقریری اور قراءت کے مقابلوں میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔آل پاکستان مقابلۂ قراءت میں پشاور یونیورسٹی اور پھر پنجاب یونیورسٹی میں اوّل پوزیشن حاصل کی۔

۱۹۶۶ء میں پشاور یونیورسٹی سے ''ایم اے'' عربی (پریوس) کے لازمی امتحان میں اوّل پوزیشن

www.foyuz.blogspot.com

حاصل کی۔

۱۹۶۷ء میں پنجاب یونیورسٹی اورئینٹل کالج سے ''ایم اے'' عربی (Comprehensive) کا امتحان فرسٹ کلاس میں امتیاز سے پاس کیا۔

۱۹۶۸ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ''ایم اے'' (اسلامک سٹڈیز) کا امتحان فرسٹ کلاس میں پاس کیا۔

۱۹۶۹ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ''ایم اے'' (اُردو) کا امتحان سیکنڈ کلاس میں پاس کیا۔

۱۹۷۰ء میں پنجاب یونیورسٹی سے ''ایم اے'' (فارسی) کا امتحان فرسٹ کلاس میں پاس کیا۔

۱۹۷۲ء میں پنجاب یونیورسٹی نے مجھے ''ایم او ایل'' (Master of Oriental Learning) کی ڈگری عطا کی۔

۱۹۷۷ء میں پنجاب یونیورسٹی شعبۂ اسلامیات میں علاّمہ علاؤ الدین صدیقیؒ (سابق صدر شعبۂ اسلامیات اور (وائس چانسلر پنجاب یونیورسٹی) کی نگرانی میں پی ایچ ڈی کا مقالہ جمع کروایا جس پر ۱۹۸۱ء میں یونیورسٹی نے ''ڈاکٹر آف فلاسفی'' کی ڈگری عطا کی۔

۱۹۸۲ء میں این آئی ایم ایل (National Institute of Modern Languages) اسلام آباد سے عربی میں ''ترجمانی'' کا امتحان پرائیویٹ امیدواروں میں اوّل آکر پاس کیا۔

ویسٹ پاکستان پبلک سروس کمیشن کے امتحان میں ۱۶۰۰ امیدواروں میں اوّل پوزیشن حاصل کی اور ۱۶ اپریل ۱۹۷۰ء کو گورنمنٹ ڈگری کالج شیخوپورہ میں بطور استاذِ اسلامیات تقرر ہوا، چند ماہ بعد گورنمنٹ پوسٹ گراجویٹ کالج ایبٹ آباد میں تبدیلی ہوگئی اور وہاں ستمبر ۱۹۷۰ء سے ۱۴ مئی ۱۹۷۷ء تک بطور صدر شعبۂ اسلامیات تدریس کی۔ ۱۵ مئی ۱۹۷۷ء کو مجھے پاکستان آرمی (ایجوکیشن کور) میں ڈائریکٹ میجر لے لیا گیا اور اس کے بعد پاکستان ملٹری اکیڈمی کاکول

www.foyuz.blogspot.com

ایبٹ آباد میں پہلے عربی اور علومِ اسلامی کا انسٹرکٹر اور پھر دوبار صدر شعبہ اور مذہبی اُمور کا سربراہ رہا۔

۱۹۷۹ء میں ریاض یونیورسٹی سے '' ایڈوانس ڈپلوما اِن عریبک'' کا امتحان ۸۵% نمبر حاصل کرکے پاس کیا۔

۱۹۷۹ء ہی میں وہاں ''حفظِ قرآن''، ''قراءتِ قرآن'' اور ''تفسیرِ قرآن'' کے ایک عالمی مقابلہ میں ۹۹% نمبر حاصل کرکے اوّل پوزیشن حاصل کی۔

میرے مطبوعہ مقالات ۵۰۰ سے زائد ہیں۔ مختلف علمی اداروں میں ہزاروں کی تعداد میں لیکچر دیئے ہیں، جن مصنفین نے میری کتابوں کے اپنی تصانیف میں حوالے دیئے ہیں اور جو اَب تک میری نظر سے گزرے ہیں ان کی تعداد ۲۳۰ سے اوپر ہے۔ میری تصانیف جو زیادہ تر اُردو، عربی اور انگریزی میں ہیں ان کی تعداد دو سو سے اُوپر ہے۔ ان میں ''اسلام کا نظامِ حیات، فلسفہ اسلامی عقائد وعبادات، کتاب التجوید، تعارف قرآن، اسلامی تعلیمات، نامور مسلم سپہ سالار، جواہر الحدیث، خطباتِ سیرت مشاہیر علمائے سرحد (۱۸۰۰ـ۱۹۹۷) مولانا قاری عبدالمالک صدیقیؒ، سوانح قاری فضل کریمؒ، تذکرۃ القراء (۱-۲)، علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات، الحروف العربیہ، القراءۃ العربیہ (۱ـ۸)، کیف نتکلم بالعربیہ، سوانح کیپٹن محمد جاوید اختر شہیدؒ، معاصرین اقبال، حاجی امداداللہ مہاجر مکی اور ان کی خلفاء، حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی اور ان کے خلفاء، مولانا احمد علی لاہوری اور ان کے خلفاء، مولانا رشید احمد گنگوہی اور ان کے خلفاء، مولانا مفتی بشیر احمد پسروری اور ان کے خلفاء، تذکرہ اسلاف (۱-۸)، مشاہیر علماء (۱-۸)، اساتذتی، مشاہیر علماء باکستان عربی (۱-۲)، تذکرۃ القراء (۱-۲)، علمائے ہزارہ، علمائے سرحد کی تصنیفی خدمات اور سوانح مولانا قاری محمد عارفؒ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

مجھے اپنی سروس کے دوران محض اللہ تعالیٰ کی توفیق سے جمعہ اور رمضان شریف میں تراویح پڑھانے

کی سعادت بھی حاصل رہی ہے۔

۱۹۹۳ء میں میری علمی اور تصنیفی خدمات پر پنجاب یونیورسٹی (ایم اے ایجوکیشن) میں ایک مقالہ انگریزی زبان میں پیش کیا جاچکا ہے۔

۱۹۹۳ء سے ۱۲ مئی ۱۹۹۸ء تک پاک آرمی میں مذھبی اُمور کا ڈائریکٹر رہا۔ فوج سے ریٹائرمنٹ کے بعد ۱۹۹۸ء سے ۳۰ جولائی ۲۰۰۰ء تک نیشنل یونیورسٹی آف سائنسز اینڈ ٹیکنالوجی (NUST) میں ریگولر فیکلٹی ممبر رہا۔ ۳۱ جولائی ۲۰۰۰، سے ڈیفنس ہاؤسنگ اتھارٹی کراچی میں مذھبی اُمور کا ڈائریکٹر رہا ہوں اسی دوران میں ڈیڑھ دو سال تک مذھبی اُمور کے ساتھ ساتھ ایجوکیشن کا ڈائریکٹر بھی رہا۔ اس عرصہ میں صفہ یونیورسٹی ڈی ایچ اے کا سندھ گورنمنٹ سے چارٹر بھی حاصل کیا۔

کراچی یونیورسٹی کے بورڈ آف سٹڈیز کا ممبر اور کراچی سمیت کئی یونیورسٹیوں کی طرف سے ایم فل اور پی ایچ ڈی کا ممتحن ہوں۔ کئی طلبہ میری نگرانی میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کر رہے ہیں۔

تصانیف

قرآنی علوم وتفسیر

۱۔ تفسیر سورۃ لقمان — ۴۰ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی
(بھائی جان کی معیت میں)

۲۔ تفسیر سورۃ الحجرات — ۳۲ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی
(بھائی جان کی معیت میں)

۳۔ تفسیر سورۃ العصر — ۳۹ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی

۴۔ تفسیر سورۃ الفلق — ۱۲ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی

۵۔ تفسیر سورۃ الناس — ۸ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی

۶۔ تین آیتوں کی تفسیر — ۲۴ صفحات — حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

۷۔ فرمان الٰہی ۱، ۲ — ۶، ۵ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی

۸۔ فرامین الٰہی — ۳۱ صفحات — حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

۹۔ فیوض القرآن — ۲۰۴ صفحات — حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
(علامہ محمد علی الصابونی کی صفوۃ التفاسیر سے تمام قرآنی سورتوں کا خلاصہ عربی سے اردو)
(اس کا انگریزی ترجمہ An Introduction to Quran دارالاشاعت کراچی سے چھپ رہا ہے)

۱۰۔ تعارف قرآن-۱ — صفحات ۳۸۴ — پہلا ایڈیشن مکتبہ مدنیہ، دوسرا فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور
(جمع وتدوین، حفاظت، عربی، اردو، فارسی اور پشتو تفاسیر کا تعارف)

۱۱۔ تعارف قرآن-۲ — ۳۱ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی، حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

۱۲۔ تعارف قرآن-۳ — ۸۰ صفحات — پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور

حدیث شریف

۱۳۔ جواہر الحدیث (حصہ اول مع ترجمہ) — ۱۶ صفحات — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی

۱۴۔ جواہر الحدیث (حصہ دوم مع ترجمہ وتشریح) — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی / پاکستان بک سینٹر لاہور / ادارۃ القرآن کراچی
(بھائی جان کی معیت میں)

۱۵۔ جواہر الحدیث (حصہ سوم مع ترجمہ وتشریح) — شفیق سنز بوہری بازار صدر کراچی / پاکستان بک سینٹر / ادارۃ القرآن کراچی

۱۶۔ جواہر الحدیث (حصہ چہارم مع ترجمہ وتشریح) — ۱۱۲ صفحات — سیرت پبلشرز گلشن اقبال کراچی

۱۷۔ کتاب الجہاد لابن بطہ حنبلیؒ (م ۳۸۷ھ اردو ترجمہ) — ۵۵ صفحات — فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۸۔ آنحضرت ﷺ کی ۵۵ وصیتیں اردو ترجمہ — ۷۲ صفحات — فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور، پنڈی

۱۹۔ اربعین نوویؒ اردو ترجمہ وتشریح — ۷۶ صفحات — پاکستان بک سینٹر لاہور
(بھائی جان کی معیت میں)

www.foyuz.blogspot.com

۲۰۔	فضائل الاعمال	۱۶۰صفحات	پنڈی، حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

سیرت

۲۱۔	سیرۃ المصطفٰی ﷺ	۶۴صفحات	حویلیاں ایبٹ آباد
۲۲۔	خطبات سیرت	۱۶۰صفحات	حاجی محمد صدیق اردو بازار لاہور
۲۳۔	خطبات سیرت	۸۰صفحات	شفیق سنز کراچی / حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۲۴۔	نبی اکرم ﷺ	۵۳صفحات	فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور
۲۵۔	نور مصطفٰی ﷺ کی جھلکیاں جنرل محمود شیت خطاب کی کتاب ومضات من نور المصطفٰی ﷺ کا اردو ترجمہ (حرا بکڈ پو راولپنڈی، ۱۳۲صفحات، پاکستان بک سینٹر، سیرت پبلشرز، چوتھا ایڈیشن، پانچواں جی ایچ کیو پنڈی ۱۳۲صفحات)		
۲۶۔	آنحضرت ﷺ بہ حیثیت سپہ سالار		جی ایچ کیو راولپنڈی، مسیحائی کراچی سیرت نمبر
۲۷۔	سیرۃ النبی ﷺ	۲۳صفحات	شفیق سنز کراچی / حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۲۸۔	فضائل درود شریف	۵۵صفحات	شفیق سنز کراچی
۲۹۔	فضائل درود شریف	۹۶صفحات	مجلس نشریات اسلام کراچی
۳۰۔	سیرت کا پیغام		حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

قراءت

۳۱۔	جدید قرآنی قاعدہ۔۱	۱۶صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور، صدیقی ٹرسٹ کراچی، شفیق سنز
۳۲۔	جدید قرآنی قاعدہ۔۲	۴۸صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور
۳۳۔	کتاب التجوید	۸۰صفحات	سیرت پبلشرز پانچواں ایڈیشن، پشاور ٹیکسٹ بورڈ
۳۴۔	نصاب برائے قراءٔ	۱۶صفحات	تعلیم القرآن ٹرسٹ راہوالی گوجرانوالہ
۳۵۔	تذکرۃ القراءٔ۔۱	۱۳۹صفحات	حرا بکڈ پو راولپنڈی

۳۶۔	تذکرۃ القراءٔ۔۲	۷۹صفحات	ادارہ تالیفات اشرفیہ، طیب اکیڈمی ملتان

جہاد فی سبیل اللہ

۳۷۔	جہاد فی سبیل اللہ	۲۵۶صفحات	فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور
۳۸۔	مقالات جہاد		شفیق سنز کراچی
۳۹۔	نفسیاتی جنگ اور اسلامی تعلیمات	۱۲صفحات	شفیق سنز کراچی
۴۰۔	مجاہدین اسلام کو ہدایات	۱۳صفحات	شفیق سنز کراچی
۴۱۔	اسلام میں مجاہد کا مقام (بھائی جان کی معیت میں)		مکتبہ مدینہ لاہور، صدیقی ٹرسٹ کراچی، شفیق سنز کراچی
۴۲۔	سٹیٹس آف مجاہد		شفیق سنز کراچی
۴۳۔	آنحضرت ﷺ کے عسکری خطبات	۱۶صفحات	شفیق سنز کراچی
۴۴۔	اسلام میں شہید کا مقام۔۱	۱۲صفحات	شفیق سنز کراچی
۴۵۔	اسلام میں شہید کا مقام۔۲	۱۲۴صفحات	جی، راولپنڈی
۴۶۔	میدان جہاد میں مسلم خواتین کا کردار	۳۶صفحات	شفیق سنز کراچی
۴۷۔	جہاد اور مجاہدوں کے فضائل	۳۳صفحات	فرنٹیئر پبلشنگ، شفیق سنز کراچی
۴۸۔	جہاد اور مجاہدوں کے فضائل عربی سے اردو ترجمہ	۳۳صفحات	ادارۃ القرآن کراچی، شفیق سنز کراچی
۴۹۔	جذبۂ جہاد جنرل محمود شیت خطاب عربی سے اردو ترجمہ	۶۰صفحات	شفیق سنز کراچی
۵۰۔	اسلام اور قوت ڈاکٹر عبدالرزاق عربی سے اردو ترجمہ	۱۱۵صفحات	شفیق سنز کراچی
۵۱۔	لشکر نبی ﷺ کی تاریخ عربی سے اردو ترجمہ	۲۷صفحات	شفیق سنز کراچی، حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۵۲۔	مجاہد کے اخلاق	۱۰صفحات	شفیق سنز کراچی
۵۳۔	افواج پاکستان قائد اعظم کی نظر میں	۱۲صفحات	شفیق سنز کراچی
۵۴۔	تحفہ افواج اسلام (دو جلدیں)		ادارۃ القرآن کراچی

www.foyuz.blogspot.com

۵۵۔ نامور مسلم سپہ سالار		مکتبہ مدینہ لاہور، ادارۃ القرآن کراچی،
(اس کا انگریزی ترجمہ بھی آرہا ہے)		جی ایچ کیو، راولپنڈی چوتھا ایڈیشن
۵۶۔ اسلامی جہاد		شفیق سنز کراچی
۵۷۔ جہاد اور خواتین	۴۰صفحات	فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

اسلامیات

۵۸۔ اسلام کا نظام حیات	۴۱۹صفحات	پاکستان بک سینٹر، نعمانی کتب خانہ لاہور
۵۹۔ فلسفہ اسلامی عقائد/بھائی جان کی معیت میں (اس کا انگریزی ترجمہ دارالاشاعت کراچی سے منظر عام پر آنے والا ہے)		پاکستان بک سینٹر، فرنٹیئر پبلشنگ، راولپنڈی، حمزہ فاؤنڈیشن لاہور۔
۶۰۔ ارکان اسلام	۱۱۲صفحات	شریف کمپلیکس لاہور، جی ایچ کیو راولپنڈی
۶۱۔ فلسفۂ عید قربان	۳۲صفحات	جمعیت قوت اسلام لاہور
۶۲۔ آدابِ ملاقات	۳۲صفحات	جمعیت قوت اسلام لاہور
۶۳۔ آدابِ طعام	۱۶صفحات	پاکستان بک سینٹر
۶۴۔ مسواک کی اہمیت	۱۶صفحات	پاکستان بک سینٹر
۶۵۔ آدابِ طہارت	۱۶صفحات	شفیق سنز کراچی
۶۶۔ دُعائیں	۴۸صفحات	پاکستان بک سینٹر، شفیق سنز کراچی
۶۷۔ قرآنی دُعائیں	۲۳صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۶۸۔ مسنون دُعائیں	۳۱صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۶۹۔ حقیقت توبہ	۶۴صفحات	حویلیاں/ایبٹ آباد
۷۰۔ حقوق والدین	۶۴صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور/ صدف پبلشرز کراچی
۷۱۔ حقوق اولاد	۹۲صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور/

		صدف پبلشرز کراچی
۷۲۔ نماز مترجم	۱۶صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور
۷۳۔ حج کے پانچ دن	۴صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور
۷۴۔ ذکر اللہ کی اہمیت	۱۶صفحات	لاہور اور عالمی ادارہ تبلیغ ملتان
۷۵۔ آدابِ معاشرت	۲۰صفحات	چکوال، کاکول ایبٹ آباد
۷۶۔ پڑوسیوں کے حقوق	۱۶صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور
۷۷۔ دینی مقالات	۳۵۱صفحات	فرنٹیئر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور
۷۸۔ بیمار کے حقوق		حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۷۹۔ نماز باجماعت	۷صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور/ صدیقی ٹرسٹ کراچی
۸۰۔ اخلاقِ حسنہ	۳۷صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۸۱۔ تقویٰ	۸۸صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۸۲۔ عقائد		حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۸۳۔ خواتین اسلام	۳۶صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۸۴۔ نماز	۲۳صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۸۵۔ اسلامی تعلیمات	۸۰صفحات	شفیق سنز کراچی
۸۶۔ اسلامی تعلیمات	۴۰۰صفحات	دارالاشاعت کراچی
۸۷۔ بڑی کامیابی	۴۲صفحات	شفیق سنز کراچی/حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۸۸۔ اسلام اور سائنس	۳۲صفحات	شفیق سنز کراچی/حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۸۹۔ سچ بولو	۱۵صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۰۔ مومن کی صفات (۱-۲)	۱۶، ۴۰صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۱۔ حضور ﷺ کی زندگی کھلی کتاب ہے	۲۶صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۲۔ حضور ﷺ کی سچی پیروی	۲۴صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۳۔ دنیا فانی ہے	۲۲صفحات	شفیق سنز کراچی

www.foyuz.blogspot.com

۹۴۔ ایمان وعمل	۱۶صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۵۔ اللہ کی رضا حاصل کرنا	۱۶صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۶۔ اسلام اور تجارت		شفیق سنز کراچی / حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۹۷۔ خون ناحق قرآن وسنت کی روشنی میں	۳۴صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۸۔ اساتذہ کے لئے رہنما اصول	۳۲صفحات	شفیق سنز کراچی
۹۹۔ خطبات تبوک۔۱	۱۱۵صفحات	فرنٹیر پبلشنگ کمپنی لاہور
۱۰۰۔ خطبات تبوک۔۲	۱۶۴صفحات	شفیق سنز کراچی
۱۰۱۔ عمل کی دعوت وتلقین	۱۶صفحات	شفیق سنز کراچی
۱۰۲۔ اسلامیات لازمی برائے میٹرک پشاور بورڈ	۴۰صفحات (ایک حصہ)	پشاور ٹیکسٹ بورڈ

عربی سے اردو تراجم

۱۰۳۔ مصر کے قومی شاعر احمد شوقی کے الھمزیۃ النبویہ کا اردو ترجمہ وتشریح	۷۶صفحات	مکتبہ علمیہ لاہور بڑا سائز / صدف پبلشرز کراچی
۱۰۴۔ قصائد سیدنا احسانؓ اردو ترجمہ وتشریح (بھائی جان کی معیت میں)	۱۱۲صفحات	جمعیت قوت اسلام لاہور
۱۰۵۔ مصر کے شاعر حافظ ابراہیم کے ''ذکری الشاعرین'' کا اردو ترجمہ وتشریح (بھائی جان کی معیت میں)		جمعیت قوت اسلام لاہور
۱۰۶۔ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی قصص الانبیاء کے چار حصوں کا ترجمہ	۲۰۷صفحات	مکتبہ مدینہ لاہور، صدیقی ٹرسٹ کراچی
۱۰۷۔ عربی میں نعتیہ کلام	۴۰۰صفحات الرشید نعت نمبر ج۔۱	مکتبہ رشیدیہ لاہور
۱۰۸۔ مدینہ کے والی	۲۴صفحات	فرنٹیر پبلشنگ کمپنی / اردو

www.foyuz.blogspot.com

(شیخ احمد یٰسین مدنی کی عربی کتاب کا اردو ترجمہ)		بازار لاہور / حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۰۹۔ مخلوط تعلیم (شیخ عبدالعزیز بن باز کے عربی مقالہ کا اردو ترجمہ)	۱۲صفحات	الحسن لاہور (ماہنامہ)
۱۱۰۔ دینی مقالات اردو ترجمہ از شیخ عبدالعزیز بن باز	۱۹۰صفحات	پاکستان بک سینٹر لاہور
۱۱۱۔ دینی مقالات اردو ترجمہ از شیخ محمد بن عبدالوہاب		پاکستان بک سینٹر لاہور
۱۱۲۔ اسلامی حقوق اردو ترجمہ از شیخ صالح بن عثیمین	۶۰صفحات	پاکستان بک سینٹر، فرنٹیر پبلشنگ، شفیق سنز کراچی / حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۱۳۔ اسلام پر عمل شیخ عبدالمحسن کے عربی مقالہ کا اردو ترجمہ	۳۲صفحات	پاکستان بک سینٹر / حمزہ فاؤنڈیشن لاہور / شفیق سنز کراچی
۱۱۴۔ قرآن وسنت پر عمل شیخ عبدالمحسن کے عربی مقالہ کا اردو ترجمہ	۴۳صفحات	شفیق سنز کراچی / پاکستان بک سینٹر / حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۱۵۔ اسلامی اتحاد	۲۳صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۱۶۔ شادی کی تقریبات	۱۴صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۱۷۔ اسلامی قوانین	۲۳صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۱۸۔ اسلامی عقیدہ	۲۷صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۱۹۔ رازداری	۲۸صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۲۰۔ نزولِ مصائب-توبہ	۱۴صفحات	حمزہ فاؤنڈیشن لاہور
۱۲۱۔ تقوٰی ہر نیکی کی بنیاد ہے شیخ عبدالعزیز کے مقالہ کا اردو ترجمہ		مظہری کتب خانہ کراچی، شفیق سنز کراچی

۱۲۲۔ کاتبین نبی (کاتبین وحی) ۵۲صفحات شفیق سنز کراچی

تاریخ وسوانح

۱۲۳۔ شیخ عبدالقادر جیلانیؒ (کئی قسطوں میں) خدام الدین لاہور (ہفت روزہ)

۱۲۴۔ مشاہیر علماء جلد۔۱ ۶۶۴صفحات فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۲۵۔ مشاہیر علماء جلد۔۲ ۹۹۸صفحات فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۲۶۔ مشاہیر علماء جلد۔۳ ۲۴۳صفحات فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۲۷۔ مشاہیر علماء مزید چار جلدیں طیب اکیڈمی ملتان

۱۲۸۔ علمائے ہزارہ ۳۱۸صفحات فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۲۹۔ علمائے سرحد کی تصنیفی خدمات فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۳۰۔ معاصرین اقبال ۱۲۰۶صفحات فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۳۱۔ سوانح قاری فضل کریم صاحبؒ ۱۲۸صفحات مجلس ابنائے قدیم مدرسہ تجوید القرآن موتی بازار لاہور

۱۳۲۔ سوانح شیخ محمد بن عبدالوہاب ۴۸صفحات پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور

۱۳۳۔ سوانح مولانا محمد رسول خان ہزارویؒ ۱۷۶صفحات پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور

۱۳۴۔ سوانح حضرت قاری محمد عبدالمالک صدیقیؒ ۳۷۶صفحات پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور

۱۳۵۔ مولانا مفتی بشیر احمد پسروریؒ اوران کے خلفاء ۱۱۲صفحات پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور

۱۳۶۔ شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ اوران کے خلفاء ۳۲۸صفحات پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور

۱۳۷۔ غازی عبدالقیوم شہید ہزارویؒ (دوسرا ایڈیشن) ۱۶صفحات شفیق سنز کراچی، حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

۱۳۸۔ حاجی امداداللہ مہاجر مکیؒ اوران کے خلفاء ۳۷۰صفحات مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۳۹۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اورانکے خلفاء ۲۱۰صفحات مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۴۰۔ مشاہیر علمائے سرحد (۱۸۰۰ء ۔ ۱۹۹۷ء) ۶۲۶صفحات مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۴۱۔ مشاہیر علمائے سرحد جلد دوم، زیرِ طبع مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۴۲۔ مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اوران کے خلفاء ۱۴۴صفحات ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان

۱۴۳۔ سوانح کیپٹن محمد جاوید اختر شہیدؒ ۲۱۲صفحات طیب اکیڈمی ملتان

۱۴۴۔ علماء کی کہانی خود ان کی زبانی ۲۸۲صفحات طیب اکیڈمی ملتان

۱۴۵۔ علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات ۱۷۶صفحات فرنٹیر پبلشنگ کمپنی اردو بازار لاہور

۱۴۶۔ تذکرہ حضرت مولانا شاہ عبدالغفور عباسی مدنی ۱۰۴صفحات صدیقی ٹرسٹ کراچی

۱۴۷۔ تذکرۂ اسلاف (۱۔۸) ۵۱۰صفحات صدف پبلشرز کراچی

۱۴۸۔ اساتذتی (میرے اساتذۂ کرام) صدف پبلشرز کراچی

۱۴۹۔ نشان حیدر ۳۱صفحات حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

۱۵۰۔ عظمتوں کے مینار ۲۴صفحات حمزہ فاؤنڈیشن لاہور

۱۵۱۔ سوانح مولانا قاری محمد عارف مکتبہ سید احمد شہید لاہور

۱۵۲۔ مکتوبات مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۵۳۔ مکتوبات مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۵۴۔ مشاہیر اسلام زیرِ طبع مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۵۵۔ صوفیائے سرحد زیرِ طبع مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۵۶۔ سرحد کے عربی شعراء زیرِ طبع مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۵۷۔ پاکستان کے عربی شعراء زیرِ طبع مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۵۸۔ پاک وہند کے عربی شعرائ زیرِ طبع مجلس نشریات اسلام کراچی

تاریخ وسوانح اور عربی ادب

۱۵۹۔ مشاہیر علماء پاکستان-۱ ۱۵۰صفحات صدف پبلشرز کراچی

۱۶۰۔ مشاہیر علماء پاکستان-۲ ۸۹صفحات صدف پبلشرز کراچی

۱۶۱۔ دیوان الشیخ نقیب احمد پاکستان بک سینٹر اردو بازار لاہور

۱۶۲۔ دیوان الشیخ عبدالمنان الدھلوی زیرِ طبع

۱۶۳۔ دیوان الشیخ عبدالرحمٰن اٹکی زیرِ طبع

www.foyuz.blogspot.com

۱۶۴۔ القراءۃ العربیہ (عربی ادب) ۲۵۸صفحات مکتبہ مَدَنیہ اردو بازار لاہور، مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۶۵۔ کیف نتکلم بالعربیہ (عربی ادب) ۲۰۸صفحات مجلس نشریات اسلام کراچی

۱۶۶۔ افعال ۱۶صفحات شفیق سنز کراچی

(مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی کتاب قصص النبین ج۔۱ میں آنے والے افعال کا اردو ترجمہ)

۱۶۷۔ جدید عربی قاعدہ (۱۔۵) سیرت پبلشرز گلشن اقبال کراچی

۱۶۸۔ عربی کی پہلی اور دوسری کتاب سیرت پبلشرز گلشن اقبال کراچی

۱۶۹۔ جدید عربی خوشخطی (۱۔۴) سیرت پبلشرز گلشن اقبال کراچی

۱۷۰۔ القراءۃ والاناشید مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۱۔ القراءۃ العربیہ مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

سات حصے مع اُردو انگریزی ترجمہ

۱۷۲۔ القراءۃ العربیہ-۸ مع اردو ترجمہ مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۳۔ دیوان عربی مولانا لطافت الرحمٰن سواتی زیرِ طبع مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۴۔ دیوان مولانا محمد یوسف اٹکی زیرِ طبع مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۵۔ دیوان مولانا عبدالسلام سلیم ہزاروی زیرِ طبع مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۶۔ دیوان ڈاکٹر محمد ضیاء الحق صوفی زیرِ طبع مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۷۔ الرسائل العربیہ زیرِ طبع مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۸۔ الحروف العربیہ مجلس نشریاتِ اسلام کراچی

۱۷۹۔ حضرت مولانا خلیل احمد مہاجرِ مدنی رحمہ اللہ

۱۸۰۔ تبصرے

۱۸۱۔ دینی مقالات / مضامین

www.foyuz.blogspot.com

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن کی تصانیف ایک نظر میں

ارکان اسلام	حقوقِ اولاد	حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی اور ان کے خلفاء
فلسفہ اسلامی عقائد	حقوقِ والدین	حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور ان کے خلفاء
اسلام کا نظام حیات	عربی میں نعتیہ کلام	حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور ان کے خلفاء
اسلامی تعلیمات	بہادر خواتینِ اسلام	شیخ التفسیر مولانا احمد علی اور ان کی کے خلفاء
القراءۃ العربیہ	خطباتِ تبوک	مولانا مفتی بشیر احمد اور ان کے خلفاء
القراءۃ العربیہ (۱۔۸)	جدید قرآنی قاعدہ	تذکرہ حضرت مولانا عبدالغفور مدنی اور ان کے خلفاء
الحروف العربیہ	کتاب التجوید	علماء کی کہانی خود ان کی زبانی
القرأۃ والاناشید	تذکرۃ القرّاء	سوانح شیخ محمد بن عبدالوہاب
دیوان نقیب احمد	جہاد فی سبیل اللہ	مقالات شیخ عبدالعزیز بن بازؒ
مشاہیر علماء پاکستان (عربی)	تحفہ افواج اسلام (۱۔۲)	مقالات سید سلیمان ندویؒ
کیف نتکلم بالعربیہ	اسلامی جہاد	اساتذہ دارالعلوم دیوبند
خطبات سیرت	فضائل درود شریف	معاصرین اقبال
آنحضرت ﷺ بحیثیت سپہ سالار	تعارفِ قرآن	مکتوبات مولانا قاضی محمد زاہد الحسینیؒ
نامور مسلم سپہ سالار	فیوض القرآن	پاک و ہند کے عربی شعراء
جواہر الحدیث (۱۔۴)	نبی اکرم ﷺ	الرسائل العربیہ (عربی)
فضائل الاعمال (اردو ترجمہ)	نور مصطفیٰؐ کی جھلکیاں	قصص الانبیاء اردو ترجمہ قصص النبیین للاطفال
کتاب الجہاد (اردو ترجمہ)	مشاہیر علماء (۱۔۸)	سوانح کیپٹن محمد جاوید اختر شہیدؒ
اسلام میں مجاہد کا مقام	مشاہیر علمائے سرحد	کاتبین نبی ﷺ
مقالات جہاد	علمائے ہزارہ	تاریخ جیش النبی ﷺ
سوانح حضرت قاری فضل کریم صاحب	علمائے پاکستان کی تفسیری خدمات	اساتذہ کے لئے رہنما اصول
سوانح مولانا رسول خان ہزاروی	علمائے سرحد کی تصنیفی خدمات	قصائد حسانؓ (اردو ترجمہ وتشریح)
سوانح امام القراء محمد عبدالمالکؒ	غازی عبدالقیوم شہید	الھمزیۃ النبویہ (نعتیہ قصیدہ کا اردو ترجمہ وتشریح)
سوانح مولانا قاری محمد عارفؒ	ہمارے اسلاف (انگریزی)	اسلام میں شہید کا مقام
دعائیں	تذکرہ اسلاف (۱۔۸)	اساتذتی
اسلامی حقوق	خطوط مشاہیر	مکتوبات قاضی محمد زاہد الحسینی

Ghazali Brothers Tel: 36623559